

ہدیہ بھائی عرف

هُوَ اللَّهُ الْمُسْتَعَانُ

سَوَاحِجُ عُمَرَى

سید محمد اکرم اللہ خان

ملفوظ

قطب اللہ خان

مطبوعہ

معین دکن پریس چھپتہ بازار حیدر آباد دکن

هُوَ اللَّهُ الْمُسْتَعَانُ

سَوَاحِجُ عُمَرَى

سَيِّدِ مُحَمَّدٍ اَكْرَمُ اللّٰهِ خَانَ

مِيفُ

قُطْبُ اللّٰهِ خَانَ

مَطْبُوعُ

مَعِينِ دَكْنِ پَرِسِ جَہْتِہِ بَا زَارِ حَیدِ رَا بَا دِکْنِ

فہرست تصاویر

- (۱) قطب اللہ خاں (مولف) مقابل صفحہ (۴)
- (۲) سید محمد اکرم اللہ خاں (صاحب سوانح) عمر تقریباً ۲۱ سال (۲۰)
- (۳) سید محمد اکرم اللہ خاں عمر تقریباً ۳۵ سال (۹۰)
- (۴) سید محمد اکرم اللہ خاں اس گروپ میں جو حضرت غفرانکال کے سفر کلکتہ سے واپسی کے وقت نام بی شیشین کے طریق فارم ہے
۲۹ رمضان ۱۳۱۷ء کو لیا گیا = (۲۳۰)
- (۵) سید محمد اکرم اللہ خاں سید نبیرہ نصر اللہ خاں کے افتتاح نوبل کلب = (۲۳۳)
- (۶) سید محمد اکرم اللہ خاں (گروپ نوبل کلب) = (۲۵۷)
- (۷) سید محمد اکرم اللہ خاں (گروپ فوجداری بلدہ) = (۲۶۰)
- (۸) قبر سید محمد اکرم اللہ خاں = (۲۸۵)
- (۹) غوث اللہ خاں معہ فرزند اں = (۲۹۷)
- (۱۰) قادر اللہ خاں معہ فرزند = (۲۹۸)
- (۱۱) قطب اللہ خاں معہ فرزند و بیوگاہ = (۲۹۹)

فہرست مضامین

| صفحہ | مضمون | صفحہ | مضمون |
|------|--|------|------------------------------|
| ۱۹ | تجویز سر سالار جنگ بہادر مدار المہام | ۱ | وجہ تالیف |
| ۲۲ | رقعہ سر سالار جنگ بہادر نسبت اجرائی معاش | ۵ | ماخذ |
| ۲۵ | کارروائی نسبت اجرائی معاش | ۷ | سلسلہ سیادت |
| | رقعہ تہنیت یولالہ نہ نسبت حکم اجرائی | ۸ | ولادت |
| ۲۶ | معاش۔ | ۹ | تسمیہ خوانی و سر فرازی شاہی |
| | ترک کار آموزی بوجہ ارتحال سر | ۱۰ | تعلیم و تربیت |
| ۳۰ | سالار جنگ بہادر | ۱۳ | کار آموزی محکمہ مال |
| ۳۲ | سوسائٹی کا عام مذاق | ۱۴ | گزارش محمد براہمقام کا آموزی |

| صفحہ نمبر | مضمون | صفحہ نمبر | مضمون |
|-----------|---|-----------|--|
| ۹۲ | تقریر نسبت تعلیم قانون۔ | ۳۳ | آپ کا میلانِ طبع |
| ۹۸ | اسپیج متعلق تجویز قرضہ ایک ڈیڑھ لاکھ روپے | ۳۵ | منصوبہ تالیف و تصنیف |
| ۱۰۶ | تنقید بر لکچر مفید القوم | ۳۷ | خانہ دانی تذکرے کا منصوبہ |
| ۱۴۱ | لکچر مفید القوم | ۳۹ | ترجمہ مضمون متعلق اشار سالہ مقنن کون |
| ۱۴۲ | قوم کی خاص و عام تعریف | ۴۵ | اصل مضمون فارسی |
| ۱۴۳ | اتفاق قوم کے اسباب و البواب | ۵۰ | کارروائی حصول خدمت |
| ۱۴۶ | ترقی قوم کے اسباب و شروط | ۵۴ | تقریر بحیثیت آنری بلی اسٹنٹ عدالت فوجداری بلکہ |
| ۱۴۷ | شائستگی قوم کی عام و خاص تعریف | ۶۲ | منصرمی اول نظامت فوجداری بلکہ |
| ۱۴۹ | قومی اتفاق اور حکومتی انتظام پر | ۶۴ | سالانہ رپورٹ عدالت فوجداری بلکہ |
| ۱۴۹ | ملک و ملت کے انحصار کا کلیہ | ۷۵ | رکنیت مجلس وضع قوانین۔ |
| ۱۵۱ | کلیہ کی تائید گزشتہ قوم کی نظیر۔ | ۷۷ | تقریر میر محمد گال |
| ۱۵۱ | (۱) عرب | ۸۰ | استدعائے خدمت صوبہ داری |
| ۱۶۶ | (۲) ترکی سلطنت تا ۱۲۲۳ھ | ۹۰ | مسئلہ اعزاز بخشی خویشی |

| مضمون | صفحہ | مضمون | صفحہ |
|---------------------------------------|------|------------------------------------|------|
| حالیہ قوموں کی نظمیں :- | | برخواست قصہ و سرود طوائف دراعراں | ۲۶۸ |
| (۱) حکومت ترک | ۱۷۷ | توسیع تعطیل دوازہم شریف | ۲۷۱ |
| تقوت و سلسلہ بیعت | ۲۳۰ | قیام مجلس فاتحہ صحابہ کرام ضوان | |
| شجرہ پیران طریقت | ۲۳۳ | تعالیٰ علیہم جمعین | ۲۷۲ |
| آثار شریف | ۲۳۵ | ترتیب مجلس انتظامی برائے عازمان حج | ۲۷۳ |
| اعزاز بخشی خوشی کے مسئلہ میں اختلاف | | اتالیقی و بیحد و مصاحبت بادشاہ | ۲۷۵ |
| ادراس کے اسباب | ۲۴۲ | وفات | ۲۸۲ |
| فرمان حضرت غفرانکال متعلق معاش | ۲۵۵ | خصائل و خیالات عادات و | |
| تجدید مسئلہ اعزاز بخشی | ۲۵۶ | اطوار - | ۲۸۶ |
| سرفرازی مستعد نظام اول فوجداری بلدہ - | ۲۵۸ | اولاد | ۲۹۷ |
| سالانہ رپورٹ فوجداری بلدہ - | ۲۶۳ | تقریظ مہاراجہ سرکش پرشاد | |
| تقرر بر خدمت نظامت امور مذہبی | ۲۶۵ | بہادر - | ۳۰۲ |

۷۸۶

وجہ تالیف

ہم کاظمی سید ہیں حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے لے کر ہمارے مورث اعلیٰ خواجہ عبداللہ خان عالمگیری تک کم و بیش ہزار برس کا عرصہ ہوتا ہے۔ اس عرضِ مدت میں ہماری ہر شیت حافظِ قرآن اور عالمِ علوم ادیان ہو کر باطنی کشف و کرامات کے ساتھ صاحبِ طریقت و اجازت رہی۔ علم کی وہ موروثی فرونی تھی کہ اس خاندان کی اناث تک حافظِ قرآن عالم و مولفہ ہوئیں اور طریقت کا یہ عالم تھا کہ آبائی اور عطائی طریقوں کے علاوہ ایک جدید طریقہٴ رفاعیہ کی ابتدا کی جو آج تک اپنی نوعیت میں یگانہ روزگار ہے۔ یہ وہ زمانہ ہے کہ عالمِ اسلام میں علوم و فنون کی عموماً اور علمائے دین اور صاحبانِ طریقت کی خصوصاً قدر و منزلت کی جاتی تھی۔ علوم ظاہری و باطنی کے

ساتھ کشف و کرامات اور صاحب دلی نے ہمارے خاندان کے اوج کو دوبالا کر دیا تھا۔ بغداد۔ دمشق۔ بیت المقدس۔ خراسان۔ مصر۔ شیلیہ (انڈس) اور بخارا غرض کہ جہاں جہاں ہمارے خاندان کو اس ہزار برس کے عرصہ بطلبی یا بہ ضرورت وارد ہونے کا اتفاق ہوا تو شہرتِ علم اور اوصافِ ذاتی کی بدولت امرا۔ وزرا۔ اور شاہانِ وقت نے اس خاندان کی تعظیم و تکریم کی اور خدماتِ عالیہ شرعیہ سے مفتخر و ممتاز فرمایا اور تزیین کے ذریعہ اس خاندان کی مستقل سکونت کی صورت پیدا کی۔ چنانچہ شیلیہ (انڈس) کی سکونت کے ڈیڑھ سو برس میں اس خاندان کی کئی پشتوں کو شاہی خوشی کا اعزاز حاصل رہا۔

معلوم ہوتا ہے کہ والدِ مرحوم کو اس تاریخی مواد نے خاندانی تذکرہ لکھنے کی طرف متوجہ کیا اور آپ نے اس پر قلم اٹھایا۔ یہ ایک زبردست خدمت تھی جو آپ نے اپنے خاندان کے لئے انجام دی۔ اس تذکرے کا مجھے علم تھا مگر پڑھنے کا کبھی اتفاق نہیں ہوا تھا والد کے انتقال کے بعد ایک دن مجھے اس مسودے کے پڑھنے کا شوق ہوا۔ جب اس کو پڑھا تو خاندانی جاہلیت کا علم اور مرحوم کے اولوالعزم منصوبے پر عبور ہوا اور ساتھ ہی ساتھ مسودات کو ناقص اور اتر حالت میں دیکھ کر قلب پر اثر ہوا اور تہیہ کیا کہ والدِ مرحوم کے اس ناتمام منصوبے کی تکمیل کروں۔ چنانچہ خاندانی تذکرے کی تحریر کے دوران میں

جب میں والد مرحوم کے ذکر پر پہنچا تو خیال ہوا کہ آپ کے حالات زندگی تفصیل سے لکھوں۔ اس کا مسودہ مکمل ہونے پر میں نے اپنے دوست سید محمد عباس صاحب بی۔ ایس سی مددگار پروفیسر ارضیات انجینئرنگ کالج کو بتایا تو صاحب موصوف نے مسودے کو تمام دکھال پڑھ کر مٹورہ دیا کہ خاندانی تذکرے کے ضمن میں حالات زندگی کا اجمالی خلاصہ درج کیا جائے اور تفصیلی حالات علیحدہ طور پر سوانح عمری کی صورت میں لکھے جائیں تو مناسب ہے۔ رائے مقبول تھی مناسب معلوم ہوئی۔ سوانح عمری لکھنے کا تصفیہ کیا اور پہلے اس کی تکمیل کی طرف متوجہ ہوا۔

سوانح عمری ایسے شخص کی لکھی جاتی ہے جس کی ہستی کسی نہ کسی حیثیت سے ممتاز یا ایہ ناز ہو چنانچہ کسی ایک سوانح عمری کو پڑھا جائے تو معلوم ہو جائے گا کہ اُس تالیف کا موضوع یا تو کوئی قائد اعظم ہے یا بہادر روزگار۔ عالم متبحر ہے یا شیخ کامل۔ موجد فن ہے یا ماہر کمال۔ کسی علمی میدان کا فرد فرید ہے یا سیاسی امور میں وحید العصر۔ مختصر یہ کہ کسی نہ کسی قسم کا ہیرو ضرور ہوگا۔ ظاہر ہے کہ آپ میں کوئی وصف یا خوبی ایسی تھی جو عام اصول کے لحاظ سے آپ کی سوانح عمری لکھی جاتی۔ مگر جیسا اور پر تحریر ہو چکا ہے کہ ہزار برس کے خاندانی حالات ضبطِ تحریر میں لانے کے منصوبے اور عمل سے آپ نے اپنے خاندان کی ایک زبردست خدمت

انجام دی ہے جس سے اگر آپ محسن خاندان کہے جائیں تو بیجا نہ ہوگا کیونکہ
 اس تذکرہ نویسی سے آپ ایک گونہ ہمارے خاندان کے احیاء کے باعث ہوئے
 اور یہی وہ خصوصیت ہے جس کی بدولت میرے خیال میں اور ہمارے
 خاندان کے لئے آپ اس امر کے مستحق ہو گئے ہیں کہ آپ کی سوانح عمری
 لکھی جائے۔ یہ سوانح عمری اگر ایک طرف آپ کے خاندانی خدمات کی
 یادگار میں ہماری طرف سے سپاس گزاری کا ہدیہ ہے تو دوسری طرف ہمارے
 نسلوں کے لئے باعث تشویق ہو کر تحریص نیک نامی کا جادہ اور تحریک
 ترقی کا زینہ ہوگی۔

آخر میں اپنے دوست سید محمد عباس صاحب کے مفید مشوروں اور
 وسیع معلومات سے جو مدد مجھ کو ملی ہے اس پر میں یہاں اظہار تشکر کرتے
 ہوئے سوانح عمری ہدیہ ناظرین کرتا ہوں۔ فقط

قطب اللہ خاں ۷۷ محرم الحرام ۱۳۵۵ھ دارالافتاء حیدرآباد دکن



قطب الله خان (•ؤلف)

ماخذ

اس سوانح عمری میں والد مرحوم کی خانگی زندگی کے حالات بچپن سے لے کر آخر عمر تک جو درج کئے گئے ہیں وہ کچھ تو میرے ذاتی علم پر اور اکثر و بیشتر گھرانے کے معلومات اور خود مرحوم کے بیانات پر مبنی ہیں۔ جن دفتری کارروائیوں کا سوانح عمری میں ذکر آیا ہے اُن میں اس امر کا خاص لحاظ رکھا گیا ہے کہ تائید میں حوالہ سرکاری احکام و محفل ہر کارروائی کے ضمن میں پیش کئے جائیں۔

جہاں کہیں ہمارے خاندان کے واقعات سوانح عمری میں لکھے گئے ہیں ان کا ماخذ ہمارا خاندانی تذکرہ ہے جس کا حوالہ وجہ تالیف میں

دیا گیا ہے۔ اور خاندانی تذکرے میں یہ واقعات جن تاریخوں سے والد
 مرحوم نے یا میں نے اخذ کئے ہیں اُن کی تفصیل اصولاً خاندانی تذکرے میں
 زیادہ مناسب ہے۔ یہاں اُن کا حوالہ غیر موزوں متصور ہو گا۔



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

سوانح عمری

سید محمد اکرم اللہ خان

آپ خواجہ ہدایت اللہ خاں المخاطب بہ تیمور جنگ اول کے فرزند
اور میر تقی علی خاں سپہدار جنگ، انوار الدولہ، سیف الملک میر بادشاہ
(مرشد زادہ حضرت سکندر جاہ مغفرت منزل علیہ الرحمۃ آصف جاہ ثالث)
کے نواسے تھے۔

آپ سید تھے آپ کا سلسلہ سیادت حضرت سید محمد ادریس صاحب الارشاد
قلب خراسانی سے ہوتا ہوا حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے جا ملتا ہے۔
بتاریخ ۶ ذی الحجہ ۱۲۶۹ھ روز دوشنبہ من بطن سردار النساء بیکم صاحبزادی

میر بادشاہ بھولی جد امجد موسومہ بارہ دری واقع محلہ مغلیہ پورہ تولد ہوئے اور حسب منظوری حضرت افضل الدولہ مغفرت مکان علیہ الرحمۃ آپ کا نام می ”سید محمد اکرم اللہ خاں“ رکھا گیا۔ آپ کی تقریب تسمیہ خوانی میں بیگم حضرت مغفرت مکان علیہ الرحمۃ سے تین^(۳) ہزار روپیہ نقد، ایک عدد سربچہ اور ایک ہار مرصع مع سلک ہائے مروارید کی سرفرازی ہوئی۔

قسمت نے ابتداء ہی سے اپنی کرشمہ سازی بھی شروع کر دی تھی پیدا ہونے سے تین دن قبل آپ کے والد خواجہ ہدایت اللہ خاں کا انتقال ہو چکا تھا اور ابھی آپ کی عمر ایک سال کی تھی کہ سر سے ماں کا سایہ بھی اٹھ گیا اور آپ اپنی داوی پادشاہ بیگم کے زیر پرورش رہے۔ پادشاہ بیگم خواجہ سعد الدین خاں بنی عم ابو المعانی خاں حبارت الدولہ کی دختر، اور خواجہ علی اللہ خاں حیدر الملک فرزند خواجہ سعد اللہ خاں ابن خواجہ عبداللہ خاں عالمگیری کی حقیقی ہمیشہ زادی تھیں خواجہ علی اللہ خاں حیدر الملک حیدر بہادر اور مظفر جنگ بہادر کے جد امجد تھے۔

داوی نے پوتے کی بڑی محبت اور پیار سے پرورش کی اور پوتے نے داوی کو ہمیشہ مال جان ہی پکارا کیونکہ آنکھ کھولی تو داوی ہی کو دیکھا۔ کہتے ہیں کہ بچپن سے آپ کے مزاج میں ضد کا مادہ تھا مگر ضد کے تیور بتاتے تھے کہ یہ صرف طفلانہ حرکت ہی نہیں بلکہ خاندانی تہور اور خود داری کا

پیش خمیہ ہے۔ بات بات پر ضد نہیں کرتے تھے البتہ یہ تھا کہ جب کبھی جو کہہ دیا وہ ضرور ہو۔

آپ کی دادی پادشاہ بیگم کو حضرت دلاور النساء بیگم صاحبہ والدہ حضرت افضل الدولہ مغفرت مکان علیہ الرحمۃ سے خاص نیاز حاصل تھا۔ اکثر محل مبارک میں جاتیں اور کئی کئی دن تک رہتی تھیں۔ چھ برس کی عمر تک آپ بھی اپنی دادی کے ہمراہ محل مبارک میں جایا کرتے تھے۔

آپ کی دادی نہایت فریسی اور عاقلہ عالی حوصلہ اور خوش انتظام بی بی تھیں جن کی فراست اور انتظامی قابلیت کا اندازہ سرالار جنگ بہادر کے اس مقولہ سے خوب ہو سکتا ہے جس کو وہ بار بار کہا کرتے تھے کہ ”پادشاہ بیگم صاحبہ مرد ہونا تھا۔“ آپ کے والد کے انتقال سے لے کر اپنی آخری عمر تک گھر بار کا انتظام کیا۔ جاگیر و معاش کا انتظام کیا۔ اور آپ کی تعلیم و تربیت کا انتظام کیا۔ یہ اسی بی بی کے حُسن سلی کا نتیجہ تھا کہ آپ کی تعلیم بنگرانی سرسالار جنگ اعظم عمل میں آئی۔

دادی کو پوتے سے بہت محبت تھی مگر تربیت کے معاملہ میں سختی کے ساتھ نگران رہتی تھیں۔ عالم شباب میں آپ کو گھوڑے کی سواری کا بہت شوق تھا اکثر صبح اور شام گھوڑے پر سیر و تفریح کے لئے جایا کرتے تھے۔ اگر کسی روز شام کو آنے میں دیر ہو جاتی تو آپ کی دادی آپ کے انتظار میں

حسن و خوبی کے اظہار کو خوشنویسی کہتے ہیں جن دماغوں اور انگلیوں میں اس مصنوعی حسن کے اوصاف اور خوبی کے احساس کی قوت اور اظہار کی قابلیت ہوتی ہے وہ فطرتاً نقاشی و گلکاری، برگ و گل کشی کی طرف مائل ہوتے ہیں جس میں حسن حقیقی مضمر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کو خوشنویسی ہی میں کمال حاصل نہ تھا بلکہ نقاشی و گلکاری میں بھی دُھی اور مہارت تھی۔ علم کے ساتھ فنون سپاہ گری میں بھی آپ کو تعلیم دی گئی تھی۔ گھوڑے پر خوب بیٹھتے تھے اور اچھا تیرتے تھے۔ شکار کا شوق تھا اکثر شکار کے لئے جایا کرتے تھے ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ آپ نے ایک ہرن کا شکار کیا اور خوشی خوشی دادی کے پاس پیش کیا۔ شکار باور چچا نہ بھیج دیا گیا۔ پیٹ چاک کرنے پر بچہ برآمد ہوا جس کی اطلاع آپ کی دادی کو دی گئی۔ یہ سنتے ہی آپ کو طلب کیا اور قسم دی کہ آئندہ سے ایسا شکار نہ کیا جائے بلکہ یہ فرمایا کہ شکار درندوں کا کیا جانا چاہئے جو انسان کو اذیت دیتے ہیں۔ آپ نے دادی کے حکم اور اپنے وعدے کا مدت العمر لحاظ رکھا پھر کبھی کسی چرند کا شکار نہیں فرمایا۔ اس شکار کا اکثر ذکر فرماتے تھے۔ تذکرہ کے تیور سے مضمر طور پر اس امر کی تلقین کرنا مقصود ہوتا تھا کہ بزرگ کی کسی قابل تکمیل فرمائش یا اپنے حتمی وعدے کی پابندی کا انسان مدت العمر لحاظ کر سکتا ہے۔

اسی زمانے میں آپ کے عقد کا مسئلہ درپیش ہوا۔ واقعہ یہ تھا کہ

شاہی خوشی کے اعزاز سے سرفراز کئے جانے کا جو منشاء معلوم ہو چکا تھا اُس کا لحاظ کرتے ہوئے آپ کی دادی کو یہی مناسب معلوم ہوا کہ سردست آپ کا عقد کر دیا جائے اس لئے کہ آپ جوان اور فارغ التحصیل ہو گئے تھے۔ چنانچہ پہلا عقد آپ کا حاجی شیخ منجب الدین اولاد حضرت بابا شیخ فرید کی دختر سے کیا گیا اور دو سال کے بعد آپ کا دوسرا عقد عل میں آیا۔

خاندانی اور تعلیم یافتہ ہونے کے علاوہ جوان صالح تھے۔ سالار جنگ بہادر اول کی دور رس ہنگاموں نے آپ میں وجاہت خاندانی کے ساتھ جو فہرتی کو ملاحظہ کر کے یہ تصفیہ کیا کہ ملک کی ضرورتوں کا لحاظ کرتے ہوئے اگر خاص طور پر کار آموزی کے ذریعہ آپ کی تربیت کی جائے تو ملک اور مالک کے واسطے مفید اور کار گزار ثابت ہوں گے۔ چنانچہ حسب ایما د سر سالار جنگ بہادر آپ تحصیل قانون کی طرف متوجہ ہوئے اور اُس کی تکمیل کے بعد دفتر مالگداری میں اوائل ماہ شوال ۱۲۹۵ھ حسب حکم سالار جنگ بہادر آپ بطور کار آموز متعین فرمائے گئے۔ گو سلسلہ کار آموزی سلخ ربیع الاول ۱۳۰۰ھ تک جاری رہا مگر ایک سال کی مدت میں سررشتہ مال کے تفصیلی کاموں سے لے کر معتمدی کے اصولی کام تک جملہ امور میں ہر طرح معلومات و بصیرت حاصل کر لی۔ چنانچہ مہدی علی خاں معتمد مالگداری نے آپ کے متعلق بانہار رائے جو گزارش مختار الملک بہادر مدار المہام وقت کے ملاحظہ میں پیش کی تھی اُس کی نقل

درج ذیل کی جاتی ہے۔

گزارش فارسی زبان میں تحریر ہے اور دو بر فارسی کا یہ آخری زمانہ ہے عنقریب دفتری زبان اردو ہو جائے گی۔ آئندہ جو سرکاری تحریر آپ کے تقرر کے متعلق اس سرگزشت میں حوالہ درج کی جائے گی وہ اردو میں ہوگی۔

نقل گزارش ہندوئی علیخان واکزار می رعنا واقع ۲۹۹۹ھ ۲۹۹۲ھ ۲۹۹۲ھ ۲۹۹۲ھ

یہ پیشگاہ عالیجناب نواب سرسار جنگ مختار الملک مدارالمہام بہادر کر عالی

سید محمد اکرم اللہ خاں صاحب صاحبزادہ نبیہ نواب

سیف الملک میر پادشاہ مغفور حسب احکم سرکار اندریں

محکمہ از عرصہ یک سال کہ کار آموز و کار گزار بودہ اند

خیلے لایق و ہوشیار و جفاکش اند و اندریں عرصہ بہتمای

دستورات سرکاری علاقہ مال و کارروائی و فترتی

بہ نیک نامی و لیاقت تجر بہ پیدا کردہ اند و نیز از قوانین

سرکار عظمت مدار علاقہ مال و عدالت بخوبی واقف

ہستند۔ صاحبزادہ صاحب ابتداء تا عرصہ سہ ماہ

بہ کارروائی صیغہ جات مختلفہ واقفیت بہم رسانید

و بعد ازاں حسب احکم سرکار خاص کارروائی ضلع

اطراف بلده متعلقه دفتر بنده با قدار تجويز تا عرصه سه ماه با و شان
تفویض شد. و پس ازان بملاحظه لیاقت و دیانت بر بنادگزارش
مددگار صاحب مورخه ۱۲ رجب سنه جاریه حسب المحکم
سرکار تمام کارروائی سمت غربی و سمت جنوبی متعلقه محکمۀ
به صاحبزاده معز که تفویض شد بدمه داری و لیاقت و
نیک نامی به پیشی مولوی چراغ علی صاحب مددگار انجام
می دهند.

۳۱- مولوی چراغ علی صاحب مددگار بتسلیم و
تصدیق لیاقت و قابلیت و جفاکشی مداح فراست صاحبزاده
صاحب بوده اند. فی الواقع صاحبزاده صاحب به کارگزاری
سرکار از جانفشانی و لیاقت و قابلیت بنوعی که الی الان
مصرف و مشغول اند قابل تحسین و آفرین و لائق قدردانی
خاص اند. و از ملاحظه کارگزاری و کارروائی صاحبزاده
معز که سرکار هم براه سرفرازی با نهار خوشنودی تسلیم و دل افزائی
فرموده اند لیاقت علمی و قابلیت کارگزاری و سنجیدگی رائے
و بیدار مغزی صاحبزاده صاحب سلم است پس انچنین صاحبزاده
نوجوان لایق و قابل و هموشیار را به صیغه کارآموزی داشتن

لایقِ قدردانی نیست لهذا عرض پر لازم کہ در سلسلہ تبادلہ
ناظمِ غربی کہ بخدمتِ مہتمی محلات مبارک شدہ است خدمت
لائقہٗ مثل اول تعلقہٗ لیاقت و عزت صاحبزادہ صاحب
تجویزی شود۔ یقیناً کہ آل را بہ لیاقت و دیانت بخوبی انجام
خواہند داد۔ فقط“

شہرِ حدستخط

مہدی علی مہتمم مالگزاری

ترجمہ

نواب سیف الملک میر بادشاہ مغفور کے نواسے
صاحبزادہ سید محمد اکرم اللہ خاں صاحب جو حسبِ احکم سرکار
عرصہٗ ایک سال سے اس محکمہ میں کار آموز اور کار گزار
ہیں نہایت قابلِ ہوشیار اور جفاکش ہیں اور اس عرصے
میں تمامی قوانین سرکار عالی علاقہٗ مال اور دفتری کارروائیوں
میں لیاقت اور نیک نامی کے ساتھ تجربہ حاصل کر چکے
ہیں اور سرکارِ عظمت مدار کے قوانین مال و عدالت سے بھی
بخوبی واقف ہیں پہلے تین ماہ تک صاحبزادہ صاحب مختلف

صیغہ جات کی کارروائیوں میں واقفیت حاصل کرتے رہے اور اس کے بعد دفتر ہذا کا صیغہ ضلع اطراف بلدہ حسبِ الحکم سرکار تین ماہ تک باقیدار تجویز ان کے تفویض کیا گیا۔ بعد ازاں قابلیت اور دیانت کا لحاظ کرتے ہوئے مددگار صاحب کی گزارش مورخہ ۱۲ رجب سنہ جاریہ کی بناء پر حسبِ الحکم سرکار صیغہ ہائے سمتِ غربی اور سمتِ جنوبی تفویض کئے گئے اور صاحبزادہ معز نے مولوی چراغ علی صاحب مددگار کی پیشی (نگرانی) میں فمداۃ حیثیت سے نیک نامی اور قابلیت کے ساتھ ان صیغوں کے کام کو انجام دیا۔

۷۔ مولوی چراغ علی صاحب مددگار صاحبزادہ صاحب کی قابلیت اور جفاکشی اور لیاقت کی تصدیق کرتے ہوئے ان کی فراست کے مداح ہیں۔ فی الحقیقت اب تک جس جانفشانی لیاقت اور قابلیت سے سرکاری کارگزاری میں مصروف و مشغول ہیں۔ اُس پر صاحبزادہ صاحب آفرین و تحسین کے قابل اور خاص قدردانی کے لائق ہیں۔ صاحبزادہ معز کی کارروائی اور کارگزاری کو ملاحظہ فرما کر خود سرکار نے بھی ازراہ سرفرازی بالہار

خوشنودی اُس کو تسلیم کرتے ہوئے دل افزائی فرمائی۔

صاحبزادہ صاحب کی لیاقتِ علمی اور قابلیتِ کارگزاری

اور بخیدگی رائے اور بیدار مغزی مسلمہ ہیں۔ پس اس قسم کے

نوجوان لائقِ قابل اور ہوشیار صاحبزادے کو کار آموزی

کے صیغہ میں رکھنا لائقِ قدر دانی نہیں۔

لہذا عرض پرداز ہوں کہ مہتممی محلاتِ مبارک کی خدمتِ

ناظمِ غربی کے تبادلہ کے سلسلہ میں کسی لائقہ خدمتِ پیشِ اول

تعلقہ داری بجا اِعتزاز اور قابلیتِ صاحبزادہ صاحب کے لئے

تجویز صادر فرمائی جائے تو یقین ہے کہ اس کو لیاقتِ دیا

سے بخوبی انجام دیں گے۔ فقط

شروعِ دستخط

مہدی علی محمد مالگڑاری

گزارش کے پڑھنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ کار آموزی کے لئے

زینہ قرار دئے گئے تھے اور جملہ کار آموزی میں ایک خاص ترتیب

محفوظ رکھی گئی تھی۔ ہر زینہ کے اختتام پر سہ ماہی رپورٹ ملاحظہ دارِ الہام

میں پیش کی جاتی تھی اور حسبِ احکم مدارِ الہام بہادر دوسرے زینہ کی تکمیل کا اقدام

کیا جاتا تھا۔ کار آموزی کا یہ مفہوم نہ تھا کہ صرف معلومات حاصل ہو جائیں

بلکہ حصول معلومات کے ساتھ باقتدار تجویز ذمہ دارانہ طور پر کام لیا جاتا تھا تاکہ علمی معلومات کے ساتھ علمی جہارت بھی پیدا ہو اور تجربہ کار بن جائیں۔ چنانچہ تمام مراحل طے ہونے کے بعد جملہ کار آموزی کی آخری رپورٹ محولہ بالا گزارش کی صورت میں پیش کی گئی جس پر پیشی مدارالہما سے حسب ذیل تجویز صادر ہوئی۔

”از ملاحظہ لیاقت صاحبزادہ صاحب خیلے خوشنویا حاصل شد۔ ہر گاہ کہ اس قدر لیاقت پیدا است نتیجہ آں عنقریب عملہ ظاہر خواہد شد۔

مغنی مباد کہ تقرر صاحبزادہ صاحب برائے ہمچنین خدمات نہ شدہ است بلکہ بخد متسیکہ تجویز آں پیش نظر است۔ پس بہ صاحبزادہ صاحب معز اطلاع دادہ آید کہ آں صاحب معز بہ کارروائی سررشتہ عدالت ہم لیاقت پیدا نمایند تا بروقت کار آں صاحب معز احتیاج تا امید غیر نفیہ و انجینیہ نہک باستصواب تہنیت یارالدولہ بہادر باجرائی معاش ذاتی آں صاحب معز و تجویز خدمت لائقہ کہ وعدہ شدہ است عنقریب

تجویز نمودہ می آید فقط“
شروع بخط
سالارچ
۹۹-۱۰-۱۱

ترجمہ

”صاحبزادے صاحب کی لیاقت کو ملاحظہ کر کے بہت مسرت ہوئی۔ جبکہ اس قدر قابلیت پیدا ہوگئی ہے تو اس کا اچھا نتیجہ عنقریب ظاہر ہوگا۔ مخفی نہ رہے کہ صاحبزادہ صاحب کا تقرر ایسی خدمتوں کے لئے نہیں ہے بلکہ اُس خدمت پر جس کی تجویز پیش نظر ہے۔

پس صاحبزادہ صاحب کو اطلاع دی جائے کہ صاحب عدالت کے سررشتہ کے کاموں میں بھی قابلیت پیدا کریں تاکہ انجام دہی فرائض میں صاحب معزز کو کسی دوسرے سے استمداد کی ضرورت نہ پڑے۔

صاحب معزز کی ذاتی معاش کی اجرائی اور لائقہ خدمت کی تجویز کے متعلق تہنیت یا اور الدولہ بہادر کے استصواب سے جیسا کہ وعدہ کیا گیا ہے عنقریب تجویز ہوگی۔ فقط“

شرمدستخط

سالار جنگ



سید محمد اکرم اللہ خان عمر تقویٰ ۱۲ سال

آپ کی وجاہت اور قابلیت محنت اور کارگزاری کے مد نظر محکمہ مال کو توقع ہو گئی تھی کہ گزارش پر ضرور آپ کے تقرر کا حکم صادر فرمایا جائے گا۔ صیغہ مال کی یہ توقع بیجا نہ تھی مگر صیغہ ہی کے مفاد تک محدود تھی۔ مدارالمہام جملہ صیغوں کے مدارالمہام تھے وہ ملک کی ضرورت اور آپ کے اوصاف سے خوب واقف تھے۔ جو ہر ذاتی کا لحاظ کرتے ہوئے اندازہ کر لیا تھا کہ کس خدمت کے لئے آپ موزوں ہوں گے۔ خدمت پیش نظر تھی مگر اس کا اظہار مقصود نہ تھا اور نہ اظہار فرمایا تربیت کے ذریعے پہلے ہر طرح آپ کو اس خدمت کے قابل بنانے کی طرف متوجہ ہوئے۔ محکمہ مال کی کار آموزی اسی تربیت کا پہلا مرحلہ تھا۔ جب اس کے اختتام پر محمولہ بالا گزارش اول تعلقہ داری پر تقرر کی تحریک کے ساتھ ملاحظہ مدارالمہام میں پیش ہوئی تو تجویز میں اشارۃً لکھنا پڑا کہ اس قسم کی خدمتوں پر آپ کا تقرر مقصود نہیں بلکہ ایک ایسی خدمت پر جو مدارالمہام بہادر کے پیش نظر تھی۔

انداز تحریر سے صاف مترشح ہے کہ وہ خدمت اول تعلقہ داری سے کہیں زیادہ تھی۔ اس کا تعلق نہ محض محکمہ مال سے تھا نہ محض محکمہ عدالت سے بلکہ وہ ایسی خدمت تھی جو دونوں سررشتوں پر حاوی تھی۔ اسی کے لئے تربیت دی جا رہی تھی جو ہنوز مکمل نہیں ہوئی تھی۔ چنانچہ تکمیل کے لئے

محکمہ عدالت کی کار آموزی کا حکم صادر فرمایا گیا۔ تجویز کے ابتدائی حصہ میں
 حسب منشاء سرانجام دہی کار آموزی پر خوشنودی کا اظہار فرمایا گیا تاکہ جملہ
 افزائی ہو۔ عدالت کی کار آموزی کا حکم دیتے ہوئے وجہ کی بھی صراحت دی
 کہ انصرام کار مفوضہ میں کسی دوسرے کی محتاجی نہ رہے تاکہ شوق اور جوش
 میں کمی نہ ہونے پائے۔

تجویز بالا سے مطلع ہونے کے بعد آپ نے ایک رقعہ بہ عنوان
 یادداشت ملاحظہ مدار المہام میں ارسال فرمایا۔ اس کے جواب میں پیشی
 مدار المہامی سے جو رقعہ آپ کے نام وصول ہوا اس کی نقل ذیل میں
 درج کی جاتی ہے۔

نقل رقعہ سر لا رجب مختار الملک بہادر مرقوم ۳۳ رزی قمر ۱۲۹۹ھ

”کرم فرمائے مخلصاں

اتحاد نامہ آل کرم فرامہ ۲۰ شوال المکرم ۱۲۹۹ھ
 بانسلاک اصل رقعہ شہسوار جنگ سابق ہتم تقیم حملات مبارک
 محتوی بردعدہ این مخلص در باب اجرائی یک ہزار روپیہ
 تنخواہ آل کرم فرما حسب تقرر اول قلعہ داری از جائد اذ نواب
 سیف الملک میر پادشاہ مرحوم بعد حصول لیاقت کارگزاری

سررشته مال وغیرہ مع یک نقل گزارش معتمد مال مشعر بر صحت
 لیاقت عہدہ تعلقہ داری بدرخواست اجرائی تنخواہ حسب وعدہ
 باستصواب تہنیت یاد والدولہ بہادر موصول و مسرت اندوز
 شد۔ وہ واپسی مغفوفہ بقلم اتحاد رقم می درآید کہ در باب اجرائی
 معاش آنچنینکہ باستصواب شہسوار جنگ مرحوم بآں کرم فرما
 اطلاع دادہ شد فریاد خاطر بودہ است و بر فریاد دہی گذرانیدہ
 معتمد مال حکم بنام مولوی مشتاق حسین برائے تقرر آں کرم فرما
 بر سررشتہ عدالت بدت شش ماہ شدہ است پس اندرین عرصہ
 اجرائی معاش حسب وعدہ کہ پیش نظر است نمودہ می آید دہم حد
 لائقہ بعلاقہ عدالت کہ انتظام آں در پیش است تجویز خواہد شد۔
 زیادہ ایام مسرت و شادمانی در تزیادہ باد فقط“

شرح دستخط

سالار جنگ

ترجمہ

کرم فرمائے مخلصان

آں کرم فرما کا اتحاد نامہ مورخہ ۲۷ شوال المکرم ۱۲۹۹ھ

نسبت اجرائی تنخواہ حسب وعدہ باستصواب تہنیت یاد اللہ
 بہادر جس کے ساتھ سابق مہتمم تقسیم محلات مبارک شہسوار جنگ کا
 اصل رقعہ منسلک ہے جس میں آن کرم فرما کو سررشتہ مال
 وغیرہ کے کاموں میں قابلیت حاصل کرنے کے بعد نواب
 سیف الملک میرا پادشاہ مرحوم کی جائیداد سے حسب تقرر
 اول تعلقہ داری ایک ہزار روپیہ تنخواہ اجرا کرنے کا وعدہ
 اس مخلص نے کیا ہے مع ایک نقل گزارش متمد مال جو خدمت
 اول تعلقہ داری کی قابلیت کی تصدیق میں پیش کی گئی ہے
 وصول ہو کر مسرت اندوز ہوا۔ یہ واپسی ملفوظہ قلم اتحاد سے
 رقم کیا جاتا ہے کہ اجرائی معاش کے متعلق جیسا کہ آن کرم فرما
 کو شہسوار جنگ مرحوم کے استصواب سے اطلاع دی گئی تھی
 مجھے بخوبی یاد ہے اور متمد مال نے جو یاد دہی کی فرد (گزارش)
 پیش کی تھی اس پر سررشتہ عدالت میں چھ ماہ کے لئے
 آن کرم فرما کے تقرر (کار آموزی) کا حکم مولوی مشتاق حسین کے
 نام ہو چکا ہے۔ پس اس عرصہ میں حسب وعدہ جیسا کہ
 پیش نظر ہے معاش کی اجرائی ہو جائے گی اور خدمت
 لائقہ جس کا انتظام علاقہ عدالت میں درپیش ہے

اُس پر تقرر بھی ہو جائے گا زیادہ ایام مسرت و شادمانی کی

فزوننی ہو۔ فقط

شروع دستخط

سالار جنگ

تجویز گزارش اور جوابی رقعہ کی تحریر سے واضح ہو گا کہ عطاء خدمت سرکاری کے ساتھ ساتھ ذاتی معاش کی اجرائی کا مسئلہ بھی زیر کارروائی تھا۔ اس کے مختصر واقعات یہ ہیں۔ میرا پادشاہ کی معاش سے آپ کے مادری حصہ کا کچھ حصہ ابتدا ہی سے تصفیہ طلب چلا آ رہا تھا کہ آپ کی کمسنی میں والدین کا انتقال ہوا۔ چنانچہ آپ نے ہوش سنبھالنے پر اس مادری معاش کی کارروائی شروع کی اور پیشی مدارالمہامی سے اجرائی معاش کے متعلق جو تحریری وعدہ فرمایا گیا تھا اس کی صراحت مذکور الصدر جوابی رقعہ میں حوالہ تحریر فرماتے ہوئے وعدہ کا اعادہ فرمایا۔

آپ کی عمر انیس بیس برس کی ہو چکی تھی۔ جوان صالح تھے اور فارغ التحصیل۔ ثانوی معلومات حاصل کرنے کے بعد خاص اعزاز اور قابلیت کے ساتھ آپ نے محکمہ مالگزاری میں بدوران کارآموزی مقتدر عہدہ دار کی حیثیت سے دفتری کام کو انجام دیا تھا۔ تجویز مدارالمہامی نے اس امر کو بھی واضح کر دیا تھا کہ آپ کا تقرر ایک ایسی خدمت پر کیا جائیگا کہ

جو اول تعلقہ اداری سے مرتبہ میں کہیں زیادہ ہے اور ان سب سے بڑھ کر وہ منشاء اعزاز بخشی خوشی تھا جو مترشح ہو چکا تھا۔ یہ سب ایسے امور تھے کہ جن سے آپ کی درخشندگی کے آثار نمایاں ہو رہے تھے اور اعزاز رو بہ ترقی تھا۔ بانی معاش اس قدر معتد بہ ہمتی کہ آپ کے روز افزوں اعزاز کی کھیل ہو سکتی۔ موعودہ معاش کی اجرائی کی ضرورت لاحق ہونے لگی۔ چنانچہ اسی استدعا کے ساتھ آپ نے کارروائی کی۔ بالآخر اس کارروائی میں جو تصفیہ فرمایا گیا وہ تہنیت یاوردولہ بہادر کے رقعہ مندرجہ ذیل سے ظاہر ہو جائے گا۔

نقل تہنیت یاوردولہ بہادر مرقوم ۲۶ ربیع الاول ۱۳۱۳ھ

حکرم فرمائے مخلصاں دام عنایت

اتحاد نامہ آن صاحبزادہ صاحب مورخہ ۱۹ ارشوال
سند رواں مع یک رقعہ برائے گذرانیدن بیہیگاہ
جناب مدارالمہام سرکار عالی بدست میر عنایت حسین بھٹو
شد و بقلم اتحاد رقم می درآید کہ امروز رقعہ مہری
آن صاحبزادہ صاحب خدمت نواب صاحب گذرانیم
و نیز اصل رقعہ شہسوار جنگ مرحوم سابق مہتمم دفتر تقیم مقام آباد

و اصل لیاقت نامہ دستخطی مولوی مہدی علی محمد مالگڑاری ہلا خطہ
 آوردم و برائے اجرائی تنخواہ آں صاحبزادہ صاحب عرض کردم
 کہ صاحبزادہ صاحب بموجب فرمان سرکار امیدوار اجرائی ماہوار
 و منتظر ایفائے وعدہ سرکار اند بر آں نواب صاحب از خندہ
 پیشانی چنان فرمودند کہ مراجعتی معلوم است کہ صاحبزادہ
 صاحب بموجب گفتہ ما بدولت از کمال محنت و مشقت
 عمدہ لیاقت حاصل کردہ اند۔ و از لیاقت شان خیلے خوشنود
 ہستم و در باب اجرائی معاش حب ماہوار اول تسلطداراں
 آنچنینکہ باستصواب شہسوار جنگ اطلاع دادہ بودم مرا
 یاد است۔ و یہ وجید منور خاں بہادر مہتمم دفتر حملات مبارک
 بالمشافہہ برائے اجرائی ماہوار حکم میدہم و ایفائے وعدہ
 می کنم و عنقریب خدمت تجویز خواہم ساخت۔

پس اللہ جل شانہ بطیفیل حبیبہ صلی اللہ علیہ وسلم نتیجہ
 محنت ظاہر کرد و آں صاحبزادہ صاحب را تنخواہ ذاتی و خدمت
 مبارک کناد۔ زیادہ ایام مسرت در تزیاید باد۔ فقط“

شرعہ خط

تہنیت یادور الدولہ

ترجمہ

کرم فرمائے مخلصاں دام عنایت

آپ کے اتحاد نامہ مورخہ ۱۹۱۱ء شوال سنہ رواں کے ساتھ ایک مہری رقعہ پیشگاہ جناب مدارالمہام سرکار عالی میں گزرائے کے لئے بدست میر عنایت حسین وصول ہوا۔ اور قلم اتحاد سے لکھا جاتا ہے کہ آپ کا مہری رقعہ آج نواب صاحب کی خدمت میں گزرانا اور شہسوار جنگ مرحوم سابق مہتمم تقسیم محلات مبارک کا اصل رقعہ اور مولوی مہدی علی محمد مالگزاری کا اصل لیاقت نامہ ملاحظہ میں پیش کیا اور آپ کی تنخواہ کی اجرائی کے لئے عرض کیا کہ سرکار کے فرمان کے بموجب اجرائی ماہوار اور ایفائے وعدہ سرکار کے صاحبزادہ صاحب امیددار اور منتظر ہیں۔ اس پر خندہ پیشانی سے نواب صاحب نے فرمایا کہ مجھ کو بخوبی معلوم ہے کہ ہمارے کہنے کے موافق صاحبزادہ صاحب نے کمال محنت و جانفشانی سے وعدہ لیاقت حاصل کی ہے اور میں ان کی لیاقت سے بہت خوش ہوں۔ اور اجرائی معاش کے متعلق اول تعلقہ داروں کی ماہوار کے مسائل

جیسا کہ شہسوار جنگ کے استصواب سے اطلاع دی تھی
مجھ کو یاد ہے۔ اور وحید منور خاں بہادر مہتمم دفتر محلات مبارک
کو بالمشافہہ اجرائی ماہوار کا حکم دے کر وعدہ پورا کر دیں گے۔
اور قریب میں خدمت بھی تجویز کی جائے گی۔

پس اللہ جل شانہ نے اپنے حبیب کے طفیل سے
محنت کا نتیجہ ظاہر کیا اور خدا آپ کو ذاتی ماہوار اور خدمت
مبارک کرے۔ زیادہ ایام شادمانی کی فزونی ہو۔ فقط۔

شہر مدستخط

ہنیت یا در الدولہ

مسئلہ معاش کے متعلق اس رقبے کے جو جملے خاص طور سے
قابل ذکر ہیں وہ یہ ہیں۔

”در باب اجرائی معاش حسب ماہوار اول تعلقہ داراں
آنچنینکہ باستصواب شہسوار جنگ اطلاع دادہ بودم مرا
یاد است“ و ”بہ وحید منور خاں بہادر مہتمم دفتر محلات
مبارک بالمشافہہ برائے اجرائی ماہوار حکم میدہم و ایضاً
وعدہ می کنم“

جو وعدہ کیا تھا اس کا حوالہ دیا اور ایفا کرنے کا اظہار فرمایا۔

۳۰
 وعدہ یہ کیا گیا تھا کہ مالگزار کی کار آمدی حسن لیاقت اور کارگزاری
 سے انجام دینے پر اول تعلقہ داری کی تنخواہ کے مائل ذاتی معاش اجرا
 کیجھائے گی۔ ایفائے وعدہ کے لئے فرمایا کہ حیدر منور خاں بہادر تم محلاً
 مبارک کو اجرائی معاش کے لئے بالمشافہہ حکم دیا جانے والا ہے۔ رقعہ
 دراصل خوشخبری کا پیغام تھا کہ حسب مرام کارروائی کا تصفیہ ہوا۔
 ادھر یہ رقعہ ۲۶ ربیع الاول سنہ ۱۲۸۹ کو وصول ہوتا ہے اور ادھر مدارالہام
 مرض الموت میں مبتلا ہو کر تباہ ۲۹ ربیع الاول سنہ ۱۲۸۹ انتقال فرماتے
 ہیں۔ ارتحال سالار جنگ بہادر سے آپ اس قدر ملول اور دلگیر ہوئے
 کہ مالگزار کی جانا یک نخت ترک کر دیا۔ اور ایک عرصے تک سرکاری
 خدمت کا خیال بھی آپ کے دل سے جاتا رہا گویا آپ نے از خود خانہ
 نشینی اختیار کرنی اور چار پانچ برس تک آپ کا یہ عمل رہا۔

شروع ہی میں آپ کی ولادت کے ضمن میں تحریر کیا جا چکا ہے
 کہ قسمت نے بھی ابتدا سے اپنی کرشمہ سازی شروع کر دی تھی۔ وہی صرف
 ایک موقع نہ تھا جو بنظر حالات اس جملہ کا اطلاق آپ پر ہوتا تھا بلکہ آپ
 کے دور زندگی میں ایسے مواقع اکثر درپیش ہوئے جہاں یہ جملہ پوری طرح
 صادق آتا ہے۔ انسانی زندگی میں کوئی ایک آدمہ ایسا سانحہ معرضِ ظہور میں
 آئے عجیب یا غیر معمولی یا غیر متوقع یا ناقابلِ توجیہ ہو تو 'اتفاق' سے تعبیر کیا

جاسکتا ہے مگر جب متواتر ایسے یا اسی قبیل کے مواقع رونما ہوں تو ان کو اتفاق نہیں کہا جاسکتا بلکہ قسمت کی کرشمہ سازی سے منسوب کرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں۔ آپ کی زندگی میں جو عجیب پہلو بار بار معرض شہود میں آیا ہے وہ یہ ہے کہ بعد فراغ تعلیم و تربیت جب کبھی آپ نے ملک و مالک کی خدمت گزاری کے شوق اور ولولہ میں حصول خدمت کی سعی فرمائی تو عین اُس حالت میں جب کہ ایک طرف دفتری انہماک اور کارگزاری سے آپ کی شہرت اور نیک نامی روز افزوں ہونے لگتی اور دوسری طرف وجاہت اور قابلیت کا لحاظ کرتے ہوئے ایفاء مقصد کا منظر نظر آکر ملک و مالک کی علی اور علی خدمت کی امنگ کو دوبالا کرتا تھا عین ایسی حالت میں کچھ اسباب ایسے پیدا ہو جاتے تھے کہ آپ کا ولولہ اور شوق معرض سکون میں آجاتا اور بہ ترک سعی و انہماک آپ کو سکوت اختیار کرنا پڑتا جس سے اچانک آپ کا ماحول بدل کر یک گونہ دورِ بیکاری شروع ہو جاتا۔

بہ سبب ارتحال سالار جنگ بہادر آپ نے جو دفتر جانا ترک فرمایا تو ملک کی خدمت اور نام آوری کا شوق اور اس کی تکمیل کی سعی و انہماک کا کوئی مشغلہ باقی نہ رہا ظاہر اور بیکاری تھا۔ آپ کی خانگی حالت چر نظر ڈالی جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ مردوں میں آپ کا کوئی بزرگٹ نہیں۔

البتہ گھر میں ضعیف دادی موجود ہیں۔ ان کو آپ سے جس قدر محبت ہے وہ خود ظاہر ہے۔ آپ کا سن بیس بائیس برس کا ہو چکا شباب اور نوجوانی ہے۔ آپ خود صاحبِ معاش و جاگیرات ہیں۔ اس ذی اختیار کے ساتھ بیکار بھی ہے۔ ایسی حالت میں قیاسِ مقضیٰ ہوتا ہے کہ آپ ایسے اشغال میں مبتلا ہو جاتے جو مقتضائے سن و سال یا سوسائٹی کے عام مذاق سے تعلق رکھتے تھے۔

اُس زمانے میں طیور بازی کا عام چرچا اور شوق تھا جہر دیکھنے انگلیوں پر بٹبل اور مٹھیوں میں بٹیر تھے۔ کہیں مرغوں کی پالیاں تھیں تو کہیں صبح و شام کبوتر اڑائے جاتے تھے۔ بڑے گھرانوں میں بحری باز پلے ہوئے تھے اور ان کے ذریعے شکار ہوتا تھا اور سب سے زیادہ تینگ بازی کا شوق تھا اور اس کے جلسے ہوا کرتے تھے۔ ان شوقوں کی ابتدا کب اور کیسے ہوئی مجھے اس کو تفصیل سے بیان کرنے کی چنداں ضرورت نہیں۔ اتنا لکھ دینے پر اکتفا کرتا ہوں کہ ابتداء قوم کی ثروت اور فارغ البالی کی بدولت یہ بازیاں تفریح طبع کے سامان متصور ہوئی ہونگی مگر مور زمانہ کے ساتھ ساتھ ایک طرف ان تفریحی اشغال میں اس قدر کثرت اور انہماک ہو گیا کہ تفریح کے بجائے وہ مقصد زندگی متصور ہونے لگے اور دوسری طرف تغیر زمانہ سے تحصیلِ علم اور ضرورت

عمل کے مطالبے اور ذمہ داری کا بار افراد قوم پر زیادہ پڑنے لگا تو ایسی صورت میں یہ اشغال قوم کی تضييع اوقات اور بیجا اصراف کے باعث ہو کر انتہا درجے مضر ہو گئے تھے۔

ہمارے خاندانی تذکرے پر ایک نظر ڈالی جائے تو خواجہ عبداللہ خاں تک ہمارے اجداد بعد تحصیل علم ادیان و حفظ قرآن صاحب طریقت و اجازت ہو کر باطنی فیض رسانی سے مرجع خاص و عام ہوتے رہے۔ خواجہ عبداللہ خاں سے گویہ اشغال باقی نہیں ہے مگر پابندی صوم و صلوٰۃ کے علاوہ ذکر و عبادت و خوش اوقات کا ہمارے خاندان میں تیرہ رہا اور احمد اللہ کہ اب تک ہے۔ موروٹی خوبو اور خاندانی تربیت و اخلاق کا یہ نتیجہ تھا کہ آپ اس سن و سال میں نہ صرف پابند صوم و صلوٰۃ بلکہ تہجد گزار تھے نہ سوسائٹی کے سود مذاق کا کچھ اثر آپ پر ہوا اور نہ باوجود اس خود مختاری کے کوئی لغزش بمقتضائے سن آپ سے ظہور میں آئی۔ آپ جوان صاحب تھے منہیات سے ہمیشہ پرہیز لہو و لب سے نفرت رہی۔ رقص و سرود کی محفلوں کی شرکت کو بھی آپ چنداں پسند نہیں کرتے تھے۔ آپ انتہا درجے غیور تھے۔ وقار اور خود داری کا ہر بات میں لحاظ رکھتے تھے۔ اعزاز و وضع داری کے خلاف کسی امر کو گوارا نہیں فرماتے تھے۔ خانہ نشینی کے غالب حصے کو آپ نے علمی مطالعہ اور

تصوفی بصیرت حاصل کرنے میں صرف کیا۔ آپ کے سلسلہ تبعیت اور معلومات تصوف کے متعلق ہم آگے تفصیل سے بیان کریں گے۔

تیلخ سے آپ کو بڑی دلچسپی تھی اور تیلخ بینی کا بہت شوق تھا۔ بس کے ساتھ اس شوق کے کم و کیف میں ترقی ہوتی رہی۔ مالگاری کی کار آموزی کئی وجہ سے مفید تھی اس سے آپ کی تربیت ہوئی۔ قابلیت کے ساتھ تجربہ کار بنے اور سرکاری خدمت کے اہل ہوئے۔ یہ سب ظاہر فوائد تھے مگر ان کے علاوہ آپ کو ایک اور فائدہ بھی ہوا یہ فائدہ جتنا اہم تھا اتنا ہی لطیف۔ اس کا تعلق آپ کے دماغ اور عقل سے تھا اس لئے کسی پر فوری ظاہر نہیں ہوا مگر آپ کے تاریخ بینی کے مذاق میں جو تغیر واقع ہوا اس نے اس فائدے کا پتہ دیا اور یہ بھی بتا دیا کہ وہ اسی کار آموزی کے آخری زمانے کا نتیجہ ہے۔ کار آموزی کا غالب حصہ دفتری عمل درآمد اور قوانین اور قواعد مروجہ سے واقفیت حاصل کرنے میں گزرا۔ معلومات حاصل کرنے کے بعد کار آموزی کے باقی حصے میں آپ کو با اختیار تجویز کام کرنا پڑا جس سے قوت فیصلہ پیدا ہوئی اور آپ کی ذاتی ذکاوت اور فراست نے اس قوت میں پر لگا دئے۔ صحیح فیصلہ کرنے کے شوق اور سعی نے رائے میں صواب پیدا کیا اور آپ اہل الرائے ہو گئے۔ اب تک تیلخ کا مطالعہ واقعات کی خاطر ہوتا تھا۔ صاحب رائے

ہونے سے تالیف و تصنیف کی امنگ اور تاریخ لکھنے کا شوق پیدا ہوا۔ چنانچہ مالگزاری کی کار آموزی کا زمانہ ابھی چل رہا تھا کہ آپ نے تاریخوں کی ایک فہرست مرتب کر کے مدار المہام بہادر کی خدمت میں ہاں استدعا روانہ کی کہ کتب خانہ دیوانی سے بغرض مطالعہ ان کتابوں کے اجرا کئے جانے کا حکم صادر فرمایا جائے تو مبینہ مقصد کی تکمیل ہو سکے گی۔ اس پر فتر معتمد مدار المہام سے جو مراسلہ بنام داروغہ کتب خانہ علاقہ دیوانی اجرا کیا گیا اس کی نقل ذیل میں درج کی جاتی ہے۔

نقل و بجا و فتر معتمد مدار المہام کے علاقہ دیوانی
واقع ۲۱ مئی ۱۲۹۹ھ



نمبر ۳۶۲۲

”حسب احکم مدار المہام سرکار عالی بنظر وصول رو بکار
دفتر خانگی سید محمد اکرم اللہ خاں بہادر نشان (۲۳) بدست
چند کتب تواریخ برائے معائنہ کوائف سلاطین جہت تالیف
کتاب داروغہ کتاب خانہ علاقہ دیوانی بنگارش کہ فہرست
کتب مطلوبہ مرسل اگر ایں کتاب ہا در کتاب خانہ باشند

ایک ایک کتاب فرستادہ شود کہ نزد بہادر مرزور بقید مدت فرستاد بعد واپس رسیدن از آنجا بکتاب خانہ خواهد رسید و کتاب دیگر طلبیدہ خواهد شد۔

ثنی ہذا جو ابانزد سید محمد اکرم اللہ خاں صاحب مرسل قضا

شرح دستخط

(پریمی نہیں جاتی)

مددگار

ترجمہ

حسب احکم مدارالمہام سرکار عالی بنظر وصول مرسلہ دفتر خانگی سید محمد اکرم اللہ خاں بہادر نشان (۲۳) نسبت چند کتب توارتخ برائے مطالعہ حالات سلاطین بغیرض تالیف کتاب داروغہ کتب خانہ علاقہ دیوانی کو بگزارش ہے کہ فہرست کتب مطلوبہ مرسل ہے اگر یہ کتابیں کتب خانہ میں موجود ہوں تو ایک ایک کتاب بھیجی جائے تاکہ بقید مدت بہادر مذکور کے پاس ارسال کی جائے وہاں سے واپس وصول ہونے پر کتب خانہ بیچ دی جائے گی اور دوسری

کتاب طلب کی جائے گی۔

ثنیٰ ذاجو اباً سید محمد اکرم اللہ خاں صاحب کو

مرسل ہے۔ نقطہ

شرمستخفا

مددگار

آپ کی عمر بیس برس کی تھی جو تالیف کا تہیہ کیا اور میرے لئے یہ امر حیرت سے خالی نہیں۔ سن کا اظہار آپ کی ستائش یا اپنے فخر کے لئے نہیں کیا۔ بتانا یہ مقصود ہے کہ نوجوانی اور عین نمو کے زمانے میں بھی تعلیم اور تربیت کے ذریعے ہر باحوصلہ انسان سے ایسے کام رونما ہو سکتے ہیں جن پر بادی النظر میں قبل از وقت سرزد ہونے کا اطلاق ہوتا ہے اور حیرت مجھے آپ کے اس منصوبے پر نہیں ہے بلکہ اپنی نااہلی پر اور اس تفسر اوصاف قلبی پر جو ہم میں اس قدر اور اتنا جلد پیدا ہوا ہر چند کہ آپ میں اور مجھ میں صرف ایک پشت کا فرق ہے۔

بہ سبب انتقال سالار جنگ بہادر جہاں آپ کے اور منصوبے

غم برد ہوئے وہاں اس منصوبہ پر بھی ایسا پانی پھر کہ آج یہ بھی نہیں معلوم ہو سکتا کہ وہ کون سی کتابیں تھیں جو آپ نے طلب کی تھیں یا کیا تالیف تھی جس کا تہیہ کیا تھا۔ غم نے تالیف کے منصوبے کو خواب و خیال کر دیا مگر

تاریخ کا شوق فطری تھا غم سے زائل نہ ہو سکا۔ البتہ اس کا اتنا اثر ضرور ہوا کہ تالیف کے ارادے سے جو یہ شوق نظر کے پیش پیش تھا غم نے اس کو نظر کے پس پشت ڈال دیا۔ اور کچھ عرصہ تک آپ کو نہ کسی تالیف کا خیال ہوا نہ تاریخ بینی کا مگر آخر بیکاری رنگ لائی۔ علمی شوق جو فطرت میں ودیعت کیا گیا تھا اور جس کو غم نے نظر سے اوجھل کر دیا تھا پھر نمودار ہوا اور تالیف کا خیال آنے لگا مگر اب اس خیال نے خاندانی تذکرہ لکھنے کے ارادہ کی شکل اختیار کی آپ خاندانی تذکرہ لکھنے کی طرف متوجہ ہوئے اور تاریخی مواد جمع کرنا شروع کیا۔

اسی زمانے کا لکھا ہوا آپ کا ایک مضمون برآمد ہوا۔ مضمون فارسی میں ہے اور اس پر ۱۰ ربیع الاول ۱۳۱۷ء کی تاریخ درج ہے مضمون پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ پچاس برس پیشتر بھی ہمارا ملک قانون سے نا آشنا نہ تھا۔ بلکہ قانون اور قاعدوں کے نفاذ اور پابندی سے ہماری سلطنت ہر طرح منظم ہو گئی تھی۔ تحصیل قانون کا شوق شرفا۔ امرا اور صاحبزادگان میں رومنا ہو چکا تھا اور ترقی کر رہا تھا جس سے ظاہر ہے کہ اس زمانے میں مفید ملک و ملت ہر کام کی ابتداء یہاں اعلیٰ طبقہ سے ہو کر تھی۔ قانون دانی اور قانون کی قدر شناسی کا یہ عالم تھا کہ تحصیل قانون پر اکتفا کرنے کے بجائے حصول معلومات قانونی کے ذرائع اور اس کی اشاعت کی سہولتوں پر غور و خوض

کیا جا رہا تھا۔ چنانچہ آپ نے اپنے مضمون میں ظاہر کیا ہے کہ اس ملک میں قانونی رسالے کی کمی کو آپ عرصے سے محسوس کر رہے تھے اور قانون کی ضرورت اور اس کی عام اشاعت کے مد نظر ایسے رسالہ کی آپ کے خیال میں یہاں سخت ضرورت تھی۔ جس اتفاق سے اسی زمانے میں جب ”مقنن دکن“ نامی قانونی رسالہ یہاں طبع ہوا اور اس کا نسخہ آپ کو بھی وصول ہوا۔ آپ اس کو پڑھ کر خوش ہوئے اور خوشنودی کا اظہار کیا۔ ایک مضمون لکھا جس کے ذریعے اپنے ہم وطنوں کو اس رسالہ اور اس کے فوائد سے آگاہ کرتے ہوئے اس کو خریدنے اور اس سے مستفید ہونے کا شوق دلایا۔ ذیل میں مضمون اور اس کا ترجمہ درج ہے مگر چونکہ اب ہماری زبان اردو ہے اور تحریر سرکاری نہیں ہے اس لئے ترجمہ پہلے پیش کیا جاتا ہے

ترجمہ

خلق اللہ کی بہبودی اور مالگزار رعایا کی حفاظت اور قبیلہ دار سپاہ کی پرورش پر بالعموم اور مناسب حال قواعد و ضوابط پر بالخصوص اکثر و بیشتر ہر ملک کی ترقی اور آبادی کا انحصار قدیم الایام سے پایا گیا ہے اور ان امور کی تکمیل خیر خواہ ملازمین اور انصاف پسند عہدہ داروں اور

خاص کر حاکم الوقت پر موقوف ہے (حاکم الوقت سے مدارالمہام مراد لینا سیاق عبارت سے مترشح ہے) چنانچہ مدارالمہام جنت مقام (سر سالار جنگ بہادر اول) سال ہرزادی عہدہ مدارالمہامی یعنی ۱۲۶۹ھ اور علی انخصوص ۱۲۷۲ھ سے لے کر اپنی آخر عمر یعنی ۱۳۲۹ھ تک قابل عہدہ داروں اور لائق ملازموں کی فراہمی اور دفاتر کے قیام اور قوانین و گشتیات کی اجرائی کے ذریعہ سلطنت کی تنظیم اور ملک کی آبادی اور ترقی کی طرف متوجہ رہے۔

اس ملک کے تمام باشندے کیا غریب اور کیا امیر اور اس ملک کی مالگزار رعایا و برایا اور قبیلہ دار سپاہ جو سابق میں حاکم الوقت (سالار جنگی عہد سے پہلے کسی سابقہ وزارت کی طرف اشارہ معلوم ہوتا ہے) کی بے توجہی اور اور رفاہ عام قواعد و ضوابط کے عدم تعہد اور انتظامی بد نظمیوں کی وجہ سے جہالت کی تاریکی میں مبتلا و سرگرداں اور گوناگوں ظلم و تعدی سے پریشان و تباہ حال تھی آج تنظیم کے فیض سے قوانین کی حفاظت میں آرام و آسائش کے ساتھ مدارالمہام جنت مقام (سر سالار جنگی بہادر

اول) کے احسان کی شکر گزار ہے اور صفاتی ہنر کی تحصیل کے علاوہ جس سے مراد قوانین مجریہ علوم لطیفہ و فنون شریعہ ہیں اور جس سے ہر ایک بہرہ مند ہے ہر شخص اپنے کمال ذاتی کی ترقی میں متوجہ و مشغول ہے۔ جہالت کی تاریکی علم و ہنر کی روشنی سے بدل گئی اور ہر شخص ذی عقل اور صاحب فہم و فراست ہو گیا ہے اور قوانین اور علم اور ہنر کے نتائج سے مالا مال اور ممتاز ہو رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سابق کا مقابلہ کرتے ہوئے جبکہ حالت ناگفتہ بہ تھی اب ملک کی ترقی اور آبادی میں احسن طریقے سے بہت کچھ اضافہ ہوا ہے اور اس کے ساتھ حضرت اقدس واعظ (حضرت غفران مکاں علیہ الرحمۃ) کے جلوس اور مختار الملک بہادر مدارالمہام کے اجلاس کی تاریخ سے قانون اور خاص کر ان احکام کی پابندیوں کی بدولت جو وقتاً فوقتاً صیغہ عدالت سے اجرا ہوتے رہتے ہیں۔ سابق کی بنسبت اب سلطنت بہت زیادہ منظم ہو گئی ہے۔ ہر شخص چھوٹا ہو کہ بڑا قوانین سرکار عالی و مکرار عظمت مدار سے واقف ہوتا جاتا ہے۔

دیے ہوئے الفاظ اور مطالب اس مابقی حصے میں
دہرائے گئے ہیں ترجمہ میں ان کو دہرانے کے بجائے
ان کے مطالب کا خلاصہ دیا جاتا ہے) مدیر رسالہ متغنی کن
نے بڑی محنت و مشقت سے کثیر اور گونا گوں قانونی مواد کو
ترتیب کے ساتھ مشکل امور کو آسان طریقہ سے لکھ کر
خاص و عام کے افادہ کے لئے شایع کیا ہمارے
ملک کے شرفا اور معززین کے لئے یہ امر ضروری اور
لازم ہے کہ اس رسالہ کی خریداری میں شریک ہو کر اس
کے جو چند فائدے ہیں ان سے مستفید ہوں۔ فائدے
یہ ہیں۔

اولاً قوانین و دستور العمل سرکار عالی کے علاوہ قانون
د قواعد سرکار انگریزی سے واقفیت حاصل کریں۔ ثانیاً
پریوی کونسل اور ہائیکورٹ کلکتہ وغیرہ کے نظائر اور
ہماری عدالت العالیہ کے فیصلوں کے مطالعہ سے
اس امر کی تنقیح و تصدیق کرتے ہوئے کہ محولہ قانون کے
مد نظر فیصلے کن متعلقہ دعوں پر مبنی ہیں مشکل مقدموں کی تجویز
کرنے اور بڑی مہموں کی سرانجام دہی میں استعداد اور تجربہ

پیدا کریں۔ لہذا اس ترغیب و تحریص سے یقین ہے کہ
اس ملک کے عموماً سب باشندے اور خصوصاً شرفا اور
باوقار امرا اور ذی افتخار صاحب سزا و گناہ جو قانون کا شوق
رکھتے ہیں اپنی بہبودی اور دوسروں کے فائدے کے لئے
عمل پیرا ہونگے۔ فقط

شرح دستخط

سید محمد اکرم اللہ خاں

۱۰-۳-۱۳۰۳

مضمون

" اکثر از زمانہ ماسلف تا حال ترقی و آبادی ہر ملک
عموماً بر فائزیت خلق اللہ و پرداخت رعایاے مالگزار
و پرورش سپاہ قبیلہ دار خصوصاً بپابندی ضوابط حسب
مناسب الوقت منحصر و این امر بر ملازمین خیر خواہ و
عہدہ داران معدلت پناہ مخصوص بہ حاکم الوقت موقوفہ
چنانچہ مدار المہام جنبت مقام از سال سرفرازی عہدہ
مدار المہامی سلطنت سرکار آصفیہ یعنی ۱۲۶۹ ہجری خاصہ

از ۱۲۸۲ تا ارتحال یعنی ۱۳۰۳ بنظام امور سلطنت
و ترقی و آبادی مملکت بفرامی همده داراں پر فهم و فراست
و ملازمان سراپا در است بقرار داد حکمہ جات با جرات و انین و گشتیات
متوجه گشتند۔

پس جمیع سکناء این دیار چه غریب و چه عالی تبار
و تمامی رعایا و برایا مالگذار و سپاه قبیلہ دار سابقاً بنظم عدم
توجه حاکم الوقت و تقرر صنواب رفاہیت و تنظیم و تنقیق
ریاست کہ بظلمت جہالت مبتلا و سرگرداں و با انواع و
اصناف ظلم و تعدی بحال تباہ حیراں بودند حالا
بفیض نظم و نسق و اجرائی قوانین مناسب با سایش و آرام
در شکر احسان مدارا المہام حنیت مقام مولف و مصروف۔
و ہر یک بہ ترقی ہنر ذاتی قطع نظر باستعاب فن صفاتی کہ
مراد از قوانین مجاریہ و علوم لطیفہ و فنون شریفہ کہ نیل مرام
بر حصول آن منحصر مشغول۔ و ظلمت جہالت از ضیائے علم و ہنر
مبدل گشت و ہر یک ذی عقل و صاحب فهم و فراست
گردید و از نتایج علم و ہنر و قوانین ممتداد شد۔ و باین وجہ ترقی
و آبادی ملک بنظر سابق کہ ناگفتہ بہ بدجسہ احسن خیلہ از دیار ^{مست}

و مہنذا از زمان ہمایون وادان سعادت مشون جلوس مبارک
 اعلیٰ حضرت ظل سبحانی حضرت ہند گانعالی متعالی مدظلہ العالی
 واجلاس مختار الملک بہادر مدار المہام پانیدی قانون و نظم و
 نسق پینست سابق زیادہ تر شد خصوصاً در پانیدی کارروائی
 عدالت وقتاً فوقتاً جاری و متمشی گشت دی شود۔ و ہر کس
 و ناکس واقفیت بقوانین مجاریہ سرکار عالی قطع نظر قضیت
 از ایکٹ ہائے سرکار انگریزی حاصل نمود دی کند۔ باوجود
 بایں ہمہ مراتبات و بودن شہرت قانون از مدت
 دراز تا حال ہم بعض سوائے وقفیت قانون از تجربہ
 و کارگزاری ہم قابل و بعضے صرف از قانون آگاہ و بعض
 ازین ہر دو امر مترا۔

پس اگر درین ریاست رسالجات بحث قانونی وغیرہ
 بطورے کہ در بلاد کلکتہ و مدراس والہ آباد وغیرہ طبع می شود
 و از فیضان آں سکاں آنجا واقع و قانون دان حتی پانیدی
 در امور ات خانگی روزانہ می دارند طبع می شد۔ البتہ ساکنان
 این دیار ہم واقفیت حاصل می ساختند مگر درین ریاست
 احدے رسالہ قانونی بدوں پرچہ ہائے اخبارات

بمصدق ع دماغ بیہودہ نچت و خیال باطل ببت
فضول و ازاں ہیچک تیتو غیر پیدائست۔ و این خیال نام
پیش نظر بود کہ ناگاہ بتایخ چہارم شہر ربیع الاول سنہ ۱۲۹۵
روز دوشنبہ جلد رسالہ یکے نمبر (۱) بابتہ آذر ماہ الہی و دوم نمبر
(۲) بابتہ دے ماہ الہی سنہ ۱۲۹۵ موسوم بہ مقصد و کن مولفہ
محمد نواب علی صاحب فیجر متضمن بر مباحثہ قانون وغیرہ
مع لکچر ہائے عمدہ و مفید منقسم بر پنج حصہ۔

حصہ اول بمباحثہ قانون مع لکچر ہائے عمدہ بر

اصول قانون۔

و حصہ دوم بمجلدہ نظامہ پریوی کونسل و ہائیکورٹ
کلکتہ و مدراس و بیٹی والد آباد مندرجہ اٹدین لارپورٹ۔

و حصہ سوم بہ فیصلجات مجلس عالیہ ہائیکورٹ این

ریاست بطرز رپورٹ قانونی۔

و حصہ چہارم در ایکٹ و قواعد و سرکلر و مسودات قانون

مع وجوہ و منشاء و اسپچ ممبران کونسل و اصنعان قوانین ہند۔

و حصہ پنجم بدستور العمل و قوانین و گشتیات علاقہ سرکار

نظام خلد اشد لکہ الی یوم اقیام متعلقہ عدالت و کو تالی و مال

و غیره موصول و از ملاحظہ آں از اہت آتا انتہا خیلے خوشنودی حاصل و بر آں خوشنودی خویش ظاہر کردہ می شد کہ اوڈیر رسالہ (مقنن دکن) بایں محنت و مشقت و آں چنین کہ خلاصہ نظائر پرپوی کونسل و ہائیکورٹ کلکتہ وغیرہ مع ایکٹ و قواعد و سرکلر مسودات قانونی مع وجوہ و منشاء و اسپیش ممبران کونسل و اصناف قوانین ہند سرکار انگریزی و فیصلجات مجلس عدالت عالیہ این ریاست مع دستور العمل و گشتیات سرکار عالی و عمدہ مضامین لکچر باوجود بودن مشکل باسانی تمام برائے استفادہ خاص و عام تحریر ساختہ کہ شایع نمودہ اند۔

بمجموع معززین ذی افتخار و نجباء عالی وقار این دیار لازم و متعمم کہ نجسہ دیاریش شریک شدہ۔ از آں چند فواید کہ متصور است استفادہ نمایند و آں این کہ سیکھے حصول و کیفیت از قوانین و دستور العمل سرکار عالی قطع نظر بہ ایکٹ و قواعد سرکار انگریزی۔ ثانیاً تجربہ و استدعا و سرانجام دہی ہمت و تجویزات مقدمات مالاخیل و پروقت از ملاحظہ نظائر پرپوی کونسل و ہائیکورٹ کلکتہ وغیرہ و فیصلجات

مجلس عدالت العالیہ اس ریاست و بعضین اس صداقت
 دفعات قوانین کہ فیصلجات وغیرہ مبنی بر کدام دفعات متعلقہ
 است می گردد۔ پس برای ترغیب و تحریص یقین کہ عموماً
 جمیع ساکنان این دیار خصوصاً نجباء و شرفاء و امیر زادگان
 با وقار و صاحبزادگان ذی افتخار آناں کہ شوق قانون
 می دارند برائے صلاح و فلاح خود ہا و برادر اقا و اداست
 و اخلاصات معمل خواهند شد۔ فقط“

شروع خط

بید محمد اکرم اللہ خاں

۱۰-۳-۱۳۰۳

خانہ نشینی اختیار کئے ہوئے چار پانچ برس کا عرصہ گزر چکا۔
 یہ مدت اتنی ہوتی ہے کہ بالعموم ہر جوش و تہ نشین اور ہر طامال مرتفع ہو جاتا ہے۔
 رائے میں صواب اور مزاج میں سنجیدگی پیدا ہو جاتی ہے۔ کہتے ہیں
 کہ آپ نے ایک دن فرمایا کہ جب میں نے علمی اور قانونی معاملات
 حاصل کی ہیں تو ان کو بیکار مضائع کرنے کے بجائے ملک کی خدمت
 میں صرف کرنا مناسب ہے۔ خدمت کی طرف متوجہ ہوئے اور حصول
 خدمت کی کارروائی شروع کی۔ چنانچہ معتمدی مالگزاری سے آپ کے متعلق

جو مراسلہ نشان (۱۴) و صدر نشان (۲۷۱۲) مورخہ ۱۵ اسفند ۱۳۹۷ مطابق ۶ جمادی الاول ۱۳۰۷ م قمری عدالت کو اجر کیا گیا اس میں آپ کی قابلیت اور کارگزاری اور مکمل مال کی کار آموزی کی صراحت کے بعد اعظم یار جنگ معتمد وقت نے لکھا کہ

”جناب مرحوم (سالار جنگ بہادر اول) کا خیال تھا کہ ان کے واسطے کوئی خدمت صیغہ عدالت میں جس کا انتظام آخر زمانہ حیات مرحوم و موصوف میں درپیش تھا تجویز فرمادیں مگر اس کی ذمہ داری اور صاحب زادے صاحب نے بھی بوجہ ارتحال موصوف دلیکس ہو کر دفتر میں آنا چھوڑ دیا مگر ایک زمانہ کے بعد پھر اعلیٰ حضرت بندگانِ عالی متعالی مدظلہ العالی (حضرت غفران مکاں علیہ الرحمۃ) کے حضور میں انہوں نے یادداشت بدرخواست خدمت پیش کی جو معتمد صاحب پیشی کے ذریعہ سے پولیٹیکل دفتر میں آئی جس کے جواب میں پولیٹیکل دفتر سے بجانب دارالہمام سرکار عالی حضرت کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ بروقت غلوئے جائداد حسبِ لیاقت بلحاظ تخمینہ یا تنگیاں و امیسہ واراں ان کا تقرر کیا جاوے گا

اور بنظر کار آموزی دستہ ہذا وہ کارروائی تجویز مناسب کے واسطے اس دفتر پر آئی۔ اگرچہ اس دفتر پر ان کا نام امیدواران تعلقداری میں لکھا گیا ہے۔ مگر چونکہ خود صاحبزادے صاحب عدالت میں خدمت حاصل کرنا پسند کرتے ہیں اور جناب مدارالہمام مرحوم کا خیال بھی ان کی نسبت ایسا ہی تھا لہذا تجویز مناسب کے واسطے آپ کی خدمت میں لکھا گیا۔ امید ہے کہ ان کے واسطے کوئی نظامت کی خدمت میں قرار ماہوار کی تجویز کی جاوے۔“

اس مراسلہ پر کارروائی ہو کر جو احکام معتمدی عدالت سے مجلس عالیہ عدالت سرکار عالی کے نام ذریعہ مراسلہ نشان (۸۵) واقع ۲۶ ربیع الاول ۱۳۰۶ء اجرا ہوئے وہ حسب ذیل ہیں۔

نقل مراسلہ دفتر سرکار عالی عدالت واقع ۲۶ ربیع الاول ۱۳۰۶ء
۱۲۹۹ء

نشان انتظامی ۸۵
مہر

از طرف نواب عماد جنگ بہادر معتمد مدارالہمام سرکار عالی علاقہ عدالت
بخدمت ارباب مجلس عالیہ عدالت سررشتہ انتظامی

”سید محمد اکرم اللہ خاں صاحب صاحبہ صابہ جزادہ عیسہ
 نواب سیف الملک بہادر صاحب کم جناب مدارالمہام
 مغفور تخمیناً ڈیڑھ سال تک دفتر مستند مالگزارى میں
 کارآموز اور کارگزارد رہے۔ مستند صاحب مالگزارى لکھتے
 ہیں کہ اس مدت میں انہوں نے عمدہ واقفیت کا ردائی
 دفتر اور دستورات سرکار سے حاصل کی۔

نواب مدارالمہام مرحوم کا خیال تھا کہ ان کے واسطے
 کوئی خدمت صیغہ عدالت میں جس کا انتظام آخر
 زمانہ حیات مرحوم و موصوف میں درپیش تھا تجویز فرمایا
 مگر اس کی نوبت نہ آئی اور صاحب نے بھی بوجہ
 ارتحال مدارالمہام مرحوم دفتر میں آنا چھوڑ دیا۔ ایک
 زمانہ کے بعد پھر اس طرف توجہ کی۔ اگرچہ دفتر مالگزارى
 میں ان کا نام امیدواران تعلقدارى میں لکھا گیا ہے
 مگر صاحب جزادہ صاحب عدالت میں خدمت حاصل کرنا پسند
 کرتے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے قوانین مجاریہ عدالت ملے
 سرکاری کے علاوہ قوانین علاقہ انگریزی میں بھی دست
 حاصل کی ہے۔

فی الواقع سید محمد اکرم اللہ خاں صاحب ذی فہم
 اور لائق معلوم ہوتے ہیں اور ان کی لیاقت اور توجہ سے
 امید ہے کہ اگر وہ چندے عدالت کے صیغہ میں کام
 کریں تو بیشک عدالت فوجداری یا دیوانی بلکہ کی نڈیا
 کا کام بلا شکایت کر سکیں گے اس لئے سرکار (سرگاما جی)
 بہادر ارشاد فرماتے ہیں کہ صاحبزادہ صاحب
 بالفعل عدالت فوجداری بلکہ میں آنریری اسٹنٹ مقرر
 کئے جائیں اور ان کو وہی اختیارات دئے جائیں
 جو نائبین عدالت فوجداری بلکہ کو حاصل ہیں۔ پس
 حسب حکم سرکار تعمیل کجائے۔ فقط“

شروع دستخط

میر عطاء الرحمن

جریدہ اعلامیہ سرکار عالی مطبوعہ ۲۶ دے ۱۹۹۹ء مطابقت
 دہر بیع الثانی سنہ ۱۳۷۰ کے صفحہ (۱۸۷) میں آپ کے اعزازی تقرر
 کے متعلق جو حکم شائع کیا گیا وہ حسب ذیل ہے۔

”سید محمد اکرم اللہ خاں صاحب صاحبزادہ نبشہ
 نواب سیف الملک مرحوم جو ایک ذی فہم اور لائق

اور قوانین سرکار عالی و سرکارِ عدالت مدار سے واقف
ہیں بالفعل عدالت فوجداری بلکہ میں آنریری اسٹنٹ
مقرر کئے جاتے ہیں ان کو مشل نائبین عدالت فوجداری
بلکہ درجہ دوم کے اختیارات حاصل رہیں گے۔

آنریری اسٹنٹ کے زمانے میں بہت جلد یہ امر اظہر من الشمس ہو گیا
کہ آپ کی قانونی معلومات مسلمہ ہیں اور فصل خصومات کی قابلیت آپ میں
غیر معمولی ہے ہر مقدمہ کا فیصلہ بیابندی قانون نہایت حسن و خوبی کے
ساتھ فرمایا کرتے تھے آپ کے فیصلوں کا بہت کم مرافعہ ہوا اور شاذ و نادر
اگر کسی فیصلے کا مرافعہ بھی کیا گیا تو آپ ہی کی رائے بحال رہی چنانچہ
اس زمانے کے افسر الاخبار قلعہ گوکنڈہ نے اپنی اشاعت مورخہ
۳۰ ذی الحجہ ۱۳۱۸ھ مطابق ۲۱ جولائی ۱۸۹۹ء م ۱۲ شہرہ یو ۱۹۹ء ملت
میں آپ کے متعلق جو خیالات ظاہر کئے ہیں وہ درج ذیل کئے
جاتے ہیں۔

”سید محمد اکرم اللہ خاں صاحبزادہ نمبر میسر پادشاہ
مرحوم جو ذاب سر سالار جنگ مختار الملک مرحوم کے
تعلیم و تربیت یافتہ اور نہایت لائق و قابل ذی فہم و مکرر
وسرکارِ عدالت مدار کے قوانین سے واقف کہ جن کی

لیاقت و قابلیت کو واجب التعلیم عہدہ داران جلیلہ و
 عالیجناب نواب مدارالمہام بہادر سرکار عالی نے بذریعہ
 جریدہ اعلامیہ سرکار مطبوعہ ۳۶ دے ۱۲۹۰ء تسلیم و شائع
 فرمائے ہیں وہ بھی بلا معاش بفرض اظہار لیاقت و نیک نامی
 باقتدارات درجہ دوم نہایت سہ گری و چالاک کی و
 نیک نامی و لیاقت سے کام کر رہے ہیں کہ جن کی لیاقت
 و قابلیت و ذی فہمی و نیک نامی کے چرچے مشہور
 ہو رہے ہیں اور آپ کے اجلاس سے بھی مقدمات
 کثرت سے فیصلہ پا رہے ہیں۔ علاوہ ان کی نیک نامی
 و نیک نیتی کے ان کی لیاقت و قابلیت پر یہ امر دال
 ہے کہ ان کے مقدمات متفصلہ سے جو اس تھوڑے ہی
 تھوڑے عرصہ میں غالباً ڈھائی سو سے زائد ہوں گے۔ کسی
 مقدمہ کا مراجعہ بنا راضی ان کی تجویز کے نہیں ہوا اور جو اس
 قدر مقدمات سے صرف ایک مقدمہ کا مراجعہ ہوا
 سو وہ بھی ان ہی کی تجویز بحال رکھی گئی۔ پس یہ صاحبزادے
 صاحب نے بھٹول لیاقت علی و قابلیت قانونی جو
 نیک نامی حاصل کر رہے ہیں اس پر ہم بلا شک و شبہ

کہتے ہیں اور انہر و ابین ہے کہ سید محمد اکرم اللہ خاں صلب
 صاحبزادہ لیاقت و قابلیت و علم کمال میں اپنے ہم مراتب
 صاحبزادگوں میں مستثنیٰ ہیں۔ یقین ہے کہ بہت ہی
 عنقریب یہ صاحبزادہ کی ترقی غیر محدود اور ان کے
 لئے کوئی ایک عمدہ نتیجہ اعلیٰ حضرت قدر قدرت کی پیشگاہ سے
 ظاہر ہوگا۔“

بالعموم ہر سرکاری افسری خدمت اور علی الخصوص خدمت عدالت
 رعب اور دبیر کی حامل ہوتی ہے مگر جب کبھی سرکاری خدمت پر کسی
 ایسے شخص کا تقرر ہو جو صاحب لیاقت ہونے کے علاوہ ذی مرتبت
 بھی ہو تو رعب خدمت میں وقار ذاتی کا اضافہ ہو کر اس کے اجلاس کی
 شان عظمت اور بڑھ جاتی ہے اور اپنے شایستہ اور پندیدہ اخلاق سے
 وہ بہت جلد مقبول عام ہو جاتا ہے قانونی معلومات کے ساتھ اعزاز خاندانی
 کا لحاظ کرتے ہوئے آپ کے اجلاس کو شہرت و شوکت حاصل ہونے لگی
 اور آپ ہر طرح مقبول خاص و عام ہو گئے۔ عہدہ داران بالانے وقتاً فوقتاً
 آپ کی کارگزاری کے متعلق اپنے خیالات کا جو اظہار کیا ہے اس سے جملہ
 امور متذکرہ بالا پر پوری روشنی پڑتی ہے۔ چنانچہ ذیل میں تین نمبر کارویں
 کی نقل درج کی جاتی ہے۔ پہلی دو نمبر کارویں میر عطاء الرحمن ناظم

عدالت فوجداری بلدہ کی ہیں اور دونوں میں تقریباً گیارہ ماہ کا فصل ہے۔ تیسری نیمسراہی مہدی حسن فتح نواز جنگ بہادر معتمد عدالت کی ہے جو آپ کی ایک سالہ کارگزاری کے متعلق لکھی گئی تھی۔

نقل نیمسراہی میر عطاء الرحمن ناظم عدالت فوجداری بلدہ مرقوم ۲۸ شہر بیڑہ الہی ۱۲۹۹ ف
خدمت نواب سید محمد اکرم اللہ خاں بہادر صاحبزادہ نواب سیف الملک
مرحوم۔

اس امر کی اطلاع دینے سے مسرت حاصل کرتا ہوں کہ آپ کی جس لیاقت اور قوانین مجربہ سرکار عالی و سرکار عظمت مدار کے واقفیت کو خود گورنمنٹ نے مسلم سراپا جریدہ اعلامیہ مطبوعہ ۲۶ مردے ۱۲۹۹ ف صفحہ (۱۸۴) اس کا ثبوت قطعی موجود ہے۔ البتہ مجھ کو اپنی تحریر کے اظہار کی ضرورت اور خوشی ہے جو آپ کے آنریری مجسٹریٹ کی کارگزاری کے دیکھنے سے ہوئی ہے۔ آپ نے اس تھوڑے عرصہ میں بلا یافت معاش خاص کے فصل خطبات فوجداری کے نازک کام کو اس طور کی چالاکی ہوشیاری و پابندی مضوابط کے ساتھ انجام دیا اور اپنے عمدہ اخلاق

ولایت کو عام پسند بنانے کی کوشش کی جس کے لحاظ سے میں سمجھتا ہوں کہ آپ کی نسبت میری یہ رائے اور یہ امید قائم کرنا بے اثر نہ ہوگا کہ ایک روز میں آپ کو شاہی خاندان کے افسران باقاعدہ میں برگزیدہ دیکھوں گا۔ فقط“

نثر حدستخط

میر عطاء الرحمن

ناظم عدالت فوجداری بلدہ

نقل نمبر کا میر عطاء الرحمن ناظم عدالت فوجداری بلدہ رقم ۱۳۱۳۰۰
خدمت نواب سید محمد اکرم اللہ خاں بہادر صاحبزادہ آزریری
اسٹنٹ عدالت فوجداری بلدہ۔

آپ کو اس امر کی اطلاع دینے سے مسرت حاصل کرتا ہوں کہ فی الحقیقت آپ زیادہ ایک سال سے بلا معاش اس عدالت میں بحیثیت آزریری مجسٹریٹ فاصل خصوصیات کا کام کرتے ہیں قبل اس کے میں نے بتا رہا تھا ۲۸ شہر پور ۲۹ ستمبر ۱۹۰۹ء جو اطلاع دی ہے اس سے اس امر کا ثبوت ہوگا کہ آپ نے اپنی تعیناتی کے تھوڑے

عرصہ میں کس قدر لیاقت سے جوڈیشل کام کو انجام دیا
 اس میں شک نہیں کہ اس عرصہ میں آپ کا تجربہ بیشتر از
 بیشتر ہو گیا۔ آپ نے عدالت کا نازک کام اس طور سے
 چلایا جس سے آپ کی لیاقت اور انصاف قابلِ تعریف
 ہے بلکہ شاہی خاندان کے افسران باقاعدہ میں ایسے
 برگزیدہ افسر کا وجود قابلِ قدر وانی خاص ہے آپ کی
 مہارت قوانین مجریہ سرکار عظمت مدار و سرکار عالی کے
 بھی گورنمنٹ نے مسلم فرمایا ہے یہاں تک کہ اس کا دخلہ
 جریدہ اعلامیہ مطبوعہ ۲۶ مردے ۱۲۹۹ ف صغہ (۱۸۷)
 میں موجود ہے میں اس موقع کا منتظر ہوں کہ آپ کی عمدہ
 لیاقت و دیانت و مشقت کے فرض کو باضابطہ طور سے
 ادا کروں۔“

شرف دستخط

میر عطاء الرحمن

ناظم عدالت قوجہ داری بلدہ

نقل نمبر کیری می حسن الجانی فتح نواز جنگ ہو سکریٹری قمر مہم امر وادہ الہی
 ۱۳۰۰ ف

برائے اطلاع نواب سید محمد اکرم اللہ خاں بہادر صاحب سندھ
انزیری اسٹنٹ عدالت فوجداری بلده۔

اس امر کے اظہار کی مسرت حاصل کرتا ہوں
کہ فی الواقع سرکار نے آپ کی عمدہ لیاقت اور قوانین مجربہ
سرکار عالی و سرکار عظمت مدار کی واقفیت کو بذریعہ جریدہ
اعلامیہ مطبوعہ ۲۶ دے ۱۲۹۹ ق تسلیم و تصدیق
فرما کر آپ کو عدالت فوجداری بلده میں آنزیری اسٹنٹ
مقرر فرمایا اور آپ برابر ایک سال سے بلایاقت معاش
جو پیش کام کو اپنی عمدہ لیاقت اور سپیدیہ اخلاق و
بیدار مغزئی کے عام شہرت کے لیے اس لیاقت
و تیک نامی اور دیانت سے انجام دے رہے ہیں
کہ خود ناظم عدالت فوجداری بلده و نیز عامہ رعایا و معزز
طبقہ و کلا آپ کی لیاقت دیانت بیدار مغزئی اور عمدہ
اخلاق کے موصف و مداح ہیں پس آپ کا وجود بوجہ ان
اوصاف مسلمہ کے گورنمنٹ و پبلک کے نزدیک وقت
و محبت کے نظر سے دیکھا جاتا ہے لہذا قابل تحمین اور لائق
قدردانی خاص ہے۔

اس وقت صرف اس قدر اطلاع دینے پر اکتفا
 کیا مگر عنقریب آپ کے لیاقت و دیانت بیدار مغزی کو
 باضابطہ بذریعہ جریدہ اعلامیہ منبوری سرکار شائع کرنا
 چاہتا ہوں۔“

شروع دستخط

مہدی حسن فتح نواز جنگ

ہوم سکرٹری

سلسلہ ۳۰۲ میر ارادت علی خاں ناظم کی رخصت کے
 سلسلہ میں نظامت اول عدالت فوجداری بلدہ کے منصرانہ انتظام کا
 مسئلہ پیش ہونے پر خلاف رائے تحت صدر سے آپ کی منصرمی
 ذریعہ مراسلہ مندرجہ ذیل منظور کی گئی۔

نقل و بجا محکمہ سرکار کے قتل کو توالی و امور واقع ۵ شوال ۱۳۰۲ھ
 نشان (۶۱۴)

ضمد و بری

از طرف نواب عماد جنگ بہادر معتمد سرکار عالی عدالت کو توالی و امور
 بخدمت معتمد صاحب مجلس عالیہ عدالت سرکار عالی

حسب الحکم دارالہمام سرکار عالی

بذریعہ رو بکار نشان انتظامی ۱۳۶۷ھ واقع ۱۱۔

خورداد ۳۰۲۰ تہ تحتہ رخصت خاص ایک ۸۰۶ یوم مطلوبہ

مولوی میر ارادت علی خاں صاحب ناظم عدالت فوجداری

بلدہ وصول ہوا۔ اگرچہ مجلس سے منصرمی سید باقر حسین صاحب

مستند مجلس تجویز ہوئی تھی لیکن رخصت مطلوبہ منصرمی نواب

سید محمد اکرم اللہ خاں صاحب بہادر صاحبزادہ جنہوں نے

ایک مدت تک عدالت فوجداری بلدہ میں بحیثیت آنریری

محکمہ ٹریٹ عہدگی سے کام انجام دیا ہے منظور کی گئی۔ ایک قطعہ

تحتہ بہ ثبت شرح منظوری بذریعہ ہذا واپس مرسل ہے۔

ایک ثمنی اطلاقاً نواب سید محمد اکرم اللہ خاں بہادر

کی خدمت میں اور دوسرا ثمنی دفتر صدر محاسب صاحب

سرکار عالی مرسل ہے۔ فقط“

شرح دستخط

عماد جنگٹ

اس منصرمی کا ذکر مجھے آپ کی زبانی سننے کا اتفاق ہوا تھا فرماتے

تھے کہ ”منصرمی کو میں نے اس شرط سے قبول کیا تھا کہ اعزازی طور سے

۶۴
 خدمت کو انجام دوں گا“ اونس قبول نہیں فرمایا۔ بتاریخ ۲۲ سہ خرداد
 ۱۳۳۲ء آپ نے نظامت اول عدالت فوجداری بلدہ کا منصردانہ
 جائزہ حاصل کیا اور آپ ہی کے زمانہ نظامت میں دفتر فوجداری بلدہ کی
 کارگزاری کی پہلی رپورٹ بابۃ سندسلف و سندسلف مرتب اور
 ارباب صدر میں پیش کی گئی چنانچہ اس رپورٹ میں آپ نے تحریر
 کیا ہے۔

”یہ پہلی رپورٹ سالانہ ہے جو اس عدالت سے
 پیش کی جاتی ہے۔ دفتر کی دریافت سے معلوم ہوا کہ
 اب تک کوئی رپورٹ اس عدالت فوجداری بلدہ سے
 مرتب و پیش ارباب صدر نہیں ہوئی ہے۔ سال ۱۳۳۲ء
 کی رپورٹ کے پورے زمانے میں مولوی میر عطاء الرحمن
 صاحب ناظم سابق نے کار نظامت عدالت فوجداری بلدہ
 کو نہایت عمدگی اور کمال لیاقت سے سرانجام دیا۔ مولوی
 صاحب موصوف کی موجودگی میں اگر یہ رپورٹ ترتیب پاتی
 تو نہایت احسن تھا چونکہ سال زیر رپورٹ اور سال ماقبل
 زیر رپورٹ کے حالات انتظامی اور نتائج کارروائی سے
 بخوبی واقف تھے اور اس واقعیت کے سوائے اُن کے

جو جو عہد خیالات و تجربات تھے اس سے ترتیب رپورٹ
 میں کافی مدد ملتی۔ اگرچہ کہ کسی قدر اس عدالت کے حالات سے
 میں بھی واقف ہوں چونکہ میں نے بھی ایک مدت مناسب
 اس عدالت میں اجلاس کیا ہے لہذا بات باج حکم مجلس
 عالیہ عدالت اُن کے زمانہ کارروائی کی رپورٹ اب میں
 مرتب کرتا ہوں۔“

نظم و نسق کی رپورٹ لکھنے کا آج کل بالعموم یہ طریقہ ہے کہ
 دفتر کے عہدہ داروں کی صراحت کے بعد امور متعلقہ میں دفتر کی بحوالہ
 کارگزاری کی تفصیل دی جاتی ہے اور آخر میں وہ امور درج کئے
 جاتے ہیں جن کے متعلق ارباب صدر کی توجہ مبذول کرانا مقصود ہو
 مگر آپ نے جو رپورٹ مرتب کی اس میں قائم کردہ ابواب کی ترتیب
 موجودہ طریقے کے بالعکس ہے چنانچہ رپورٹ کے ابواب کے متعلق
 آپ اس طرح تحریر فرماتے ہیں۔

”رپورٹ ہذا چار حصوں میں منقسم ہے

(۱) حصہ اول میں حالات و تقررات عدالت اور امور

انتظامی جو میرے خیال میں سرمدت تصفیہ طلب اور محتاج

توجہ ارباب صدر ضرور ہیں درج کئے گئے ہیں۔

(۲) حصہ ثانی میں کارروائی سالانہ سلسلہ ف و

سلسلہ ف کا ذکر اور ان سے جو نتائج نکلتے ہیں ان

کی صراحت مندرج ہے۔

(۳) حصہ ثالث میں دو سالہ معنی سلسلہ ف و سلسلہ

کی کارروائی مقدمات خلاف ورزی ضابطہ صفائی

و دستور العمل گھڑیاں کا ذکر و نیز اس کے نتائج۔

(۴) حصہ رابع میں آمد و خرچ عدالت اور مختصر حالات

مویشی چکاری و اسباب لاوارث کے بتلائے جاو گئے۔

حصہ اول میں ان امور سے بحث کی ہے جو آج کل رپورٹ کے

خاتمہ میں تحریر کئے جاتے ہیں۔ اس حصہ کے پڑھنے سے معلوم ہوا

کہ حقیقت میں یہ امور ایسے ہی تھے کہ ان کی صراحت سب سے پہلے

نہ صرف موزوں متصور ہوئی بلکہ ضروری بھی تھی۔ رپورٹ کا یہ حصہ انتظامی

نقطہ نظر سے اہم اور تاریخی حیثیت سے لحسپ اور لمحاظ مواد طویل ہے۔

عدالتوں کو قائم ہوئے زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا مگر قیام

عدالت کے معنی نہیں کہ سابق میں انصاف اور داد رسی کا کوئی طریقہ رائج

نہ تھا اور ان کے قیام سے اس کی ابتدا ہوئی بلکہ عدالتوں کا قیام دراصل

ایک جدید دستور کا رولج دنیا تھا۔ گویا عدالتوں کا قیام ایک دستوری انقلاب

تھا جس کے بموجب اب کوئی علاقہ خواہ کتنا ہی جلیل القدر کیوں نہ ہو سابقہ اختیارات کے استعمال کا مجاز نہیں رہا۔ چنانچہ اس خصوص میں جن سرکاری احکام کا آپ نے رپورٹ کے دیباچہ میں حوالہ دیا ہے وہ حسب ذیل ہیں۔

حکم عدالت سرکار مندرجہ جریدہ ^{۱۳۰۶ھ} ^{۱۲۹۹ھ} منظر ۲۹ ربیع الثانی م ۱۰ اسفندار

”جاگیرات و سستان ہائے مقدر کو لازم ہے کہ
واردات ہائے سنگین حسب تفصیل مندرجہ حاشیہ کی اطلاق
سرکاری علاقے کے امین دہتم کو توالی کو دیا کریں۔“

حکم مجریہ از دفتر مدارالمہام علاقہ عدالت مندرجہ دفعہ (۹۷) مجموعہ
قوانین فوجداری ۱۱ ارجادی الثانی ۱۳۰۲ھ۔

”حدود بلدہ و بیرون بلدہ میں کسی جاگیردار کو جو

اقتادات حاصل ہیں وہ حدود جاگیرات کے لئے ہیں۔“

حکم مجریہ بذریعہ گشتی سرکار نشان (۴) فوجداری ۷ ربیع الثانی

۱۳۰۲ھ م ۷ اربہن ۱۳۰۶ھ۔

”رعایائے خالصہ جس مقدمہ میں فریقین رہے اس

کی تجویز علاقہ عدالت سرکار میں ہوں گی خواہ وقوعہ علاقہ

پائینگاہ وغیرہ میں ہو۔“

حکم سرکار مندرجہ جریدہ ۱۰ فروری ۱۹۳۵ء ف م ۲۱ جمادی الاول
۱۳۵۵ھ ہجری۔

”ہر جاگیر و پائینگاہ میں سرکاری پولیس ڈاکو کو
گرفتار کر سکتی ہے۔“

یہ مسئلہ ہے کہ مروجہ عدلہ رآمد سے متغائر کوئی جدید دستور جو وسیع الاثر ہو
فوری رو بہ عمل نہیں ہوتا بلکہ فریقین متعلقہ کو اس سے آشنا ہو کر اس کے
پابند ہونے تک کچھ عرصے کے لئے اس جدید قانون کو مشکلات سے دوچار
ہونا پڑتا ہے۔ ابتدائی زمانے میں ہماری عدالتوں کو بھی اسی قسم کی صورت
حال سے سابقہ پڑا تھا۔ عدالتی احکام کی تعمیل میں گونا گوں مشکلات پیش
ہوتی تھیں۔ انتظامی نقطہ نظر سے نیز عدالتوں کی شان اور وقار کا بحال
کرتے ہوئے یہ امر نہایت ضروری تھا کہ جلد سے جلد ان مشکلات کا
انسداد اور ارتقاع کر دیا جائے۔ یہ امور جیسے اہم تھے وہ خود ظاہر ہے
بہی وجہ ہے کہ آپ نے حصہ اول میں ان مشکلات کی تفصیل سے
بحث کی ہے۔ مشکلات کی صراحت کے ضمن میں آپ نے جو نظریں درج
کی ہیں ان میں سے چند ناظرین کی مایوسی دیکھنے کے لئے ذیل میں نقل کی جاتی ہیں۔
(۱) ملاحظہ مثل نمبر (۲۶۰) مبینہ سوم ۱۳۵۵ھ

مقدمہ رامنامہ معی بنام انباجی و ثابٹ خاں و تاج خاں وغیرہ
 معی علیہم علت جس بیجا و توہین و ضرر رسانی و وضع ہوا کہ انباجی
 و تاج خاں ملزمین لازم علاقہ پانگاہ نواب سر آسمان جا بہا
 ہیں اور وہ عدالت کو مطلوب ہیں اور یہ مقدمہ ۹ اسر تیر ۱۲۸۳
 کا مرجوعہ ہے اس تاریخ سے اب تک اُن ملزمین کی
 طلبی کی کارروائی جاری ہے مگر آسامیاں مطلوبہ عدالت ہذا
 علاقہ داران پانگاہ بہادر معز کی طرف سے عدالت میں
 رجوع نہیں کرائے گئے اور آخر میں صاف یہ جواب
 عدالت کو پہنچا کہ (مستغیث کو ہدایت دی جائے کہ ہمارے
 علاقہ پانگاہ کی عدالت میں استغاثہ رجوع کریں) حالانکہ
 وقوعہ جرم حدودِ بلدہ میں ہے۔ اگرچہ یہ ظاہر ہے کہ بہادر
 معز کے علاقہ میں بھی باقاعدہ عدالتیں موجود ہیں مگر بائیم
 مستغیث کو یہ ہدایت دینا حکمِ اقدس و اعلیٰ حضرت
 قدس و نعمت اعلیٰ حضرت بندہ کا نفعی متعالیٰ مظلوم
 مندرجہ اشتہار مورخہ ۱۱ جمادی الثانی سنہ ۱۲۸۳ء جس کا
 داخلہ دفعہ (۹۷) مجموعہ قوانین فوجداری میں بدیں مضمون
 کہ (حدودِ بلدہ میں کسی امیر و اعزہ و جاگیردار مقتدر کو عدالتی

اقتدارات حاصل نہیں ہیں) موجود ہے مانع ہوتا ہے اور اس کے خلاف عدالت کیونکر کارروائی کرے۔ میں یقیناً سمجھتا ہوں کہ یہ تعرض صرف علاقہ داران بہادر کی جانب سے ہوا ہوگا۔ چونکہ عالیجناب نواب سرآسا بجاہ بہادر (جو مدارالہام وقت تھے) ہرگز ہرگز ایک سرمو قیل حکم اقدس و اسلم حضرت خداوندی کے تعرض کو گوارا و پسند نہیں فرمایاں گے۔ بشرطیکہ اس کی پوری پوری حقیقت اور کیفیت بذریعہ دفتر سرکار نواب صاحب مدوح کے گرامی خدمت میں پیش کیا جاوے اور اس کے قبل بھی بذریعہ مرسلہ نشان واقع ۱۵ بہمن ۱۳۲۵ ف دفتر مقتدی سرکار میں گزارش ہوئی ہے مگر اب تک اس کا نتیجہ کوئی برآمد نہیں ہوا۔“

(۲) علیٰ ہذا القیاس بملاحظہ مثل نمبر (۹۶۵) صیفہ

بید محمد علی خاں آنریری مجسٹریٹ بابتہ ۱۳۱۰ ف واضح ہوا کہ جناب نواب وقار الامرا بہادر کے علاقہ کا ملازم جو فوج راہور سے تھا اس پر کریم خاں نامی سوداگر نے استغاثہ دغا بازی دائر کیا اور نشانہ ہی کیا۔ اس کی طلب و حضوری میں قریب قریب چھ ماہ کے عدالت نے مراسلت کی

اور پانچ سات مرتبہ پیشی تبدیل کی۔ تاہم مدعی علیہ
 پانچ گاہ نواب صاحب سے نہیں آیا اور بالآخر یہ جو آ
 آیا کہ اب مہلت باقی نہیں ہے مہلت کافی کے ساتھ
 دوسرا حکمنامہ بھیجا جاوے چنانچہ یہ بے محل فراثیات
 عدالت سے ہر وقت پوری ہوتی رہیں مگر تعمیل نداد۔
 جس کی وجہ سے مجبوراً دفتر سرکار کو بھی اطلاع دی گئی
 اب ارباب صدر سے امید ہے کہ بذریعہ دفتر سرکار اس
 امر کی اطلاع اس عہدگی سے خاص جناب نواب وقار الامرا
 بہادر کی خدمت میں کی جائے کہ نواب صاحب معزز
 کا کوئی بدل مناسب اپنے علاقہ داروں پر جن کے سبب
 سے یہ قصور واقع ہوا ہے فرمادیں تاکہ آئندہ کے لئے
 ایسی بد عملی نہ ہو اور عدالت کو نواب صاحب معزز کے علاقہ
 سے کوئی شکایت باقی نہ رہے۔“

(۳) علیٰ ہذا مبلا خطہ مقدمہ صیغہ دوم نمبر (۴۷) صفائی
 السلفیہ و دیگر امثلہ وغیرہ یہ واضح ہوا کہ نواب سرخوشیدجا
 بہادر کے علاقہ بازارات موقوفہ بلدہ کے مسکونہ اسامیوں
 کو حسب الطلب عدالت ہذا میں رجوع کرانے میں علاقہ دارا

بہادر معز کی جانب سے اقسام کے تعذرات پتے ہوتے ہیں اور یہ بڑی وجہ بتلائی جاتی ہے اور یہ لکھتے ہیں کہ (دہاک علاقہ میں بھی بصر فزکثیر باقاعدہ عدالتیں مقرر ہیں مستغیث کو ہدایت دی جائے کہ یہاں رجوع ہووے اور اپنی داد کو پہنچے)۔

گو بہادر معز کے علاقہ میں عدالتیں باقاعدہ ہوں مگر یہ عدالت کا خلاف قاعدہ و حکم اقدس و اعلیٰ حضرت بندگاہی مستغیث مدظلہ العالی

مندرجہ اشتہار مورخہ ۳۱ مارچ ۱۹۶۶ء و حکم دارالہمام مورخہ ۱۱

جمادی الثانی ۱۳۸۶ھ مورخہ دفعہ (۹۷) مجموعہ قوانین فوجداری ہے اور

اُن کو یہی جواب بھی دیا گیا۔ مگر تاہم یہ اقتصاف طلب باقی ہے پس

اس بارے میں بھی ارباب صدر سے قوی امید ہے کہ بعض سکار

کوئی ایسا تصفیہ فرمایا جائے تاکہ آئندہ عدالت میں کوئی

وقت لاحق نہ ہو اور ناحق دوران عدالت نہ بڑھے اور

مستغیث بلا حیرانی و پریشانی اپنی داد کو پہنچے۔“

(۴) سال زیر رپورٹ کے کئی اشل ایسے دیکھے

گئے کہ مقدمات چالانی میں پیروکاران پولیس کی جانب سے

گواہوں کے پیش کرنے میں دیر سی ہوئی۔ جس سے ناحق

دوران مقدمہ کو طوالت ہوتی ہے اور وہ تمام طوع سے یہ

طریقہ اختیار کر لئے ہیں کہ عین پیشی پر گواہوں کے پیش کرنے میں عذر پیش کرتے ہیں اور اپنے بچاؤ کے لئے عین پیشی پر یہ درخواست تحریری دیتے ہیں کہ گواہ عامیے طلب پر نہیں آتے۔ عدالت خود بذریعہ سمن طلب کرے یہ درخواست ان کی خلاف قاعدہ ہے۔

پیروکاران پولیس کو لازم ہے کہ قبل از تاریخ پیشی مقدمہ مہلت مناسب باقی رکھ کر درخواست پیش کریں جس سے خود انہیں بھی بار بار کی تنکا پوٹی پیریڈی مقدمہ سے نجات اور اپنے اجرائی لوازم منصبی میں سہولت ہاتھ دیتی ہے۔ مشکل تو یہ ہے کہ اُن کے اس عادت کے ترک کرانے کا کوئی تدارک عدالت فوجداری بلکہ کے اقتدار میں نہیں جو یہ وقت خود عدالت رفع کرے۔ اگر اس کا اثر نفس مقدمہ پر ڈالا جائے تو بھی قرین انصاف نہیں ہے اور نہ اس سے اہالیان پولیس کو کوئی نقصان پہنچتا ہے جس سے عبرت ہو اور یہ بیان اہالیان پولیس کہ گواہ ہمارے طلب پر نہیں آتے آیا صرف اپنی کاہلی یا غفلت کی بچاؤ کی غرض سے یہ عذر کیا گیا ہے یا فی الحقیقت صحیح ہے اس کی تحقیق بروقت

حضوری شہود ممکن ہے مگر جب کہ گواہ خلاف بیان پولیس بیان کریں۔ اور اہالیان پولیس اُس کے خلاف بیان کریں تو اس کی صحت کے ثبوت لینے میں بھی ایک فضول کار روائی کے سوا اور کوئی نتیجہ نہیں نکل سکتا۔ ولو فرضنا شہود کا بیان ثابت بھی ہو جائے تو اہالیان پولیس کی نسبت عدالت ہذا کوئی از روئے قاعدہ تدارک واسطے تنبیہ آئندہ کے نہیں کر سکتی ہے۔

بہر حال ارباب صدر اس مسئلہ پر غور کافی فرمانے کے بعد کوئی ایسا انتظام فرمادیں جو تمامی دقتیں رفع ہوں اور ماتخذین ناحق دیر دریافت کی حراست کے مصیبت سے جلد نجات پائیں اور عدالت غیر ضروری طوالت دوراں مقدمہ سے محفوظ رہے اور ان موانعات کی وجہ سے مقدمات کے انفصال میں جو از بس دیر ہو جاتی ہے رفع ہو جائے اور میں یہ خیال کرتا ہوں کہ خود کو تو ال صاحب بلکہ (اکبر جنگ) جو نہایت لائق اور اعلیٰ درجہ کے مستلم ہیں اگر اس امر کی پوری پوری اطلاع ان کو ہو جاوے بشرطیکہ درمیانی غیر واقفہ فیما بین نہ ہوں اور کو تو ال صاحب

ان کو جائے نہ دیں تو غالباً خود کو تو ال صاحب بلکہ اپنی
ہمت پولیس کی کارگزاری کو بالکل ناپسند فرمائیں گے۔

آپ نے مشکلات لاحقہ کی صراحت پر ہی اکتفا نہیں کی بلکہ ان
کی اصلاح و انسداد کی تجویزیں بھی پیش کی ہیں۔ اصلاح کا خیال سی
دماغ میں پیدا ہوتا ہے جس میں انتظامی قابلیت کا مادہ ہو رپڑ
کے پڑھنے سے مترشح ہوتا ہے کہ آپ کی انتظامی قابلیت بھی معمولی
اور سطحی نہیں تھی البتہ بوجہ احسن اس کا اظہار ہونے کے لئے مستقل مقتدر
عہدہ کی ضرورت تھی۔

۱۳۱۲ھ میں علی یاور الدولہ بہادر کے ناگہانی انتقال سے رکنت
خالی ہونے پر حسب الحکم سر وقار الامرا بہادر مدار المہام وقت ان کے بجائے
آپ مجلس وضع قوانین کے رکن مقرر ہوئے ذیل میں جریدہ کی نقل درج
کی جاتی ہے۔

نقل جریں اعلامیہ سرکار کا مطبوعہ اس وقت ۱۳۰۴ھ میں ۱۳۱۲ھ میں
المرحومۃ ۱۳۱۲ھ میں ۱۳۰۴ھ میں ۱۳۱۲ھ میں ۱۳۰۴ھ میں ۱۳۱۲ھ میں

”نواب مدار المہام سرکار عالی نہایت افسوس ظاہر

فرماتے ہیں کہ ۱۰ مردے ۱۳۱۲ھ کو نواب علی یاور الدولہ
بہادر کے ناگہانی اور بوقت انتقال سے مجلس وضع قوانین

سرکار عالی ایک لائق اور مستعد رکن کی خدمات سے
محروم ہو گئی۔

رکنیت مجلس وضع قوانین سرکار عالی پر نواب
علی یاور الدولہ کا انتخاب ۲۴ مارچ ۱۹۳۳ء
کو منجانب جاگیرداران ہو کر منظور اور جریدہ اعلامیہ
سرکار عالی مورخہ ۱۱ فرورداد ۱۳۵۲ء میں مشہور و شائع
کیا گیا تھا۔

نواب صاحب مرحوم کے انتقال سے غیر ملازم
ارکان جاگیرداروں میں جو رکنیت خالی ہوئی ہے
اس پر نواب سید محمد اکرم اللہ خاں بہادر کو نواب اللہ
سرکار عالی حسب اقتدارات مفوضہ دفعہ (۱۶) دستور العمل
مجلس وضع قوانین سرکار عالی بقیہ مدت رکنیت مذکور
کے واسطے سپابندی جملہ شرائط و قیود مندرجہ دستور العمل
مذکور مجلس وضع قوانین کے رکن غیر ملازم آج کی تاریخ
سے مقرر فرماتے ہیں۔ فقط تحریر، ۲۴ مئی ۱۳۵۲ء حسب حکم
شرعہ مستط
ہرمزجی نوشیروانجی
محمد

۳۱۵ء میں میرعلی گان اعزازی کے تقرر کا مسئلہ پیش ہوا۔ جو طریقہ عمل انتخاب کے لئے اختیار کیا گیا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مسئلہ اہم تصور کیا جاتا تھا۔ چنانچہ ہر طبقہ و گروہ سے سربراہان اشخاص کی ایک کمیٹی قائم کی گئی۔ آپ بھی ایک رکن مقرر ہوئے۔ کمیٹی نے میرعلی گان کا انتخاب کر کے رپورٹ پیش کی۔ پیشگاہ اقدس و اعلیٰ سے تجاویز پور کو شرف منظوری بخشا گیا اور حسب کم خداوندی خوشنودی کی اطلاع جو آپ کو بحیثیت رکن کمیٹی وصول ہوئی وہ حسب ذیل ہے۔

اعلیٰ حضرت ہنگاماً متعالیٰ مَدَن ظِلِّہُ الْعَالِی

مُتَنِّ

نقل و بحاکمہ سرکار عالی قدسیت کو تو الیٰ اُمومۃ (صینہ علیا) واقع ۲۳ ذی الحجہ ۱۳۰۶ء

۵۴ ذی الحجہ ۱۳۱۵ء

مُحَرَّر

نشان (۵۸۷)

حسب کم نواب الہام بہادر سرکار عالی
از طرف مولوی محمد عزیز مرزائی۔ اے منصرف مقدمہ سرکار عالی
بخدمت مقدمہ صاحب دفتر کینٹ کونسل سرکار عالی
مقدمہ ۷۷۔ رپورٹ کمیٹی انتظام تقرر میرعلی گان اعزازی

بلسلہ مراسلہ محکمہ ہذا نشان (۳۲۸) واقع ۲۶۔
 اسفندار ۱۳۳۵ م بمقتدہ صدر نگارش ہے کہ رپورٹ
 مذکورہ باکاغذات متعلقہ بملاحظہ مبارک خداوند منت
 گزر کر بھول شرف منظوری ادرہ فرط مراحم خسروانہ پیشگاہ
 خداوندی سے یہ ارشاد ہوا کہ کمیٹی جس میں ہر طبقہ اور
 گروہ کے سربرآوردہ اشخاص شریک تھے ان کی رائے
 سے خوشی کے ساتھ اتفاق فرمایا گیا حسب انتظام کیا جائے۔
 اور حضرت اقدس واعلیٰ کی خوشنودی کی اطلاع ارکان کابینٹ
 کونسل کو اور نیز ارکان کمیٹی مذکور کو دی جائے۔
 لہذا آپ اس ارشاد کی اطلاع معزز اراکین صاحبان
 کابینٹ کونسل کی خدمت میں معروض کر دیں اور
 یہ بھی گزارش کر دی جائے کہ اس کارروائی کے
 متعلق مناسب انتظام کرنے کے لئے بوجہ تعلق
 معتمد صاحب تعمیرات عامہ (صینہ صفائی) کو لکھ دیا
 گیا ہے۔

ح۔ اس کا ایک ایک ثمنی ارکان صاحبان
 کمیٹی انتظام تعزیر میہلگاں کے پاس مرسل ہے فقط

شرع دستخط

عزیز مرزا

منصرف مستند

صاحبزادہ اکبر علیہ الرحمۃ

وحید منور خاں مہتور الملک بہادر ناظم تقسیم محلات مبارک کے
زمانہ نظامت میں حضرت غفراں مکان علیہ الرحمۃ کا حکم شرف
نفاذ پایا تھا کہ لایق صاحبزادوں کے نام پیش ہوں اور تعمیلاً
اس خصوص میں نظامت تقسیم محلات مبارک سے جو عرضداشت
پیشگاہ خداوندی میں گزرائی گئی اس میں آپ کی خوش اعتقادی طرز
معاشرت و طریق معاملت اور قابلیت علمی و مہارت فنونی کی شرح
کے ساتھ آپ کا نام بھی بارگاہ حضرت غفراں مکان علیہ الرحمۃ میں
پیش کیا گیا تھا۔

چنانچہ عبد الرحیم بیگ مرحوم سابق ناظم تقسیم محلات مبارک کا
خط مورخہ ۲۴ جمادی الاول ۱۳۱۲ھ جو آپ کا موسومہ ہے حوالہ درج
کیا جاتا ہے۔

”عالیٰ خبابا“

آداب تسلیم عرض کرتا ہوں۔

جس وقت ذاب وحید منور خاں مہتور الملک کے نام نہاد

نظامت محکمہ تقسیم عملات مبارک حکم اقدس اعلیٰ حضرت
مدظلہ العالی (حضرت غفرال مکان علیہ الرحمۃ) لائق صاحبزادہ
کی فہرست پیش کرنے شرف صدور پایا تھا میں نے ہی
فہرست مرتب کیا تھا۔ اس میں جو حکم ناظم صاحب موصوف
الیہ لکھا تھا آپ کے نام شرح مرقوم کیا ہوں جو آپ کی
خوش اعتقادی کے سوا آپ کا طرز معاشرت اور طریق
معاملت عمدہ ہی لیاقت اور اور فنون کی ماہریت آپ
اچھی رکھتے ہیں۔ فقط“

مرقوم ۲۲ جادی الاول ۱۳۱۹ھ مقام پہاڑی شریف۔

مشرعہ مستخط

خاکسار

عبدالرحیم بیگ

مددگار محکمہ تقسیم عملات مبارک

آپ کی قابلیت و کارگزاری شہرت و نیک نامی کا لحاظ کرتے
ہوئے یہ امر ظاہر ہو گیا تھا کہ آپ کے حسب منشاء و ضرورت محکمہ
عدالت میں کوئی بیش مواجب موزوں خدمت کے مامور طلب ہونے کی
نہ تو کوئی توقع تھی اور نہ مستقبل قریبہ میں کوئی امکان بلکہ آپ کی قانونی
اور انتظامی قابلیت کے مد نظر محکمہ مال زیادہ تر موزوں معلوم ہوتا تھا۔

کیونکہ وہاں آپ کی کارگزاری کے لئے وسیع تر میدان کا امکان تھا۔
 بنا برآں آپ نے ایک معروضہ متضمن استدعائے خدمت صوبہ داری
 بارگاہ خسروی میں گزارنا جس پر پیشی خداوندی سے رائے و کیفیت
 طلب فرمائی گئی۔ اُس زمانے میں معتمدی مالگزاری کا انتظام ایک مجلس
 کے سپرد تھا جس کے تین رکن تھے۔ مسٹر ڈنلاپ۔ مقتدر جنگ بہادر
 اور رائے مرید ہر بہادر۔ آپ کے معروضے پر اراکین مجلس نے جو رائے
 پیشگاہ خداوندی میں عرض کی ہے وہ یہ ہے۔

ترجمہ رائے مسٹر اے جی ڈنلاپ کن اول

”ان صداقت نامیات کا لحاظ کرتے ہوئے جو
 صاحبزادہ سید محمد اکرم اللہ خاں صاحب کے پاس ہیں (حفظہ
 ہو) گزارش مولوی مہدی علی خاں صاحب مورخہ، ۲۲ رمضان
 ۱۲۹۹ھ) یہ بہت تعجب کی بات ہے کہ ان کو سال لئے
 دراز سے اب تک کوئی خدمت نہیں دی گئی ہے۔ اب
 وہ صوبہ داری کی خدمت کے خواستگار ہیں مگر ان کو
 اس جائیداد کے لئے کافی تجربہ حاصل نہیں ہے ہر حال
 ان کا تقرر اول تعلقہ داری پر کیا جاسکتا ہے فی الحال
 ایک منصرم اول تعلقہ داری درجہ دوم کی مواجہی الٰہی

ایک ہزار روپیہ خالی ہے جس پر ان کا تعزیر کیا جائے اور ضلع گلبرگہ میں متعین ہوں اور میری رائے یہ ہے کہ ان کو یہ امید دلائی جائے کہ اگر وہ اس خدمت کا کام اچھی طرح سے انجام دینگے تو بارہ مہینے کے بعد ان کو صوبہ داری کی جائداد دی جائے گی جو ان کے لئے محفوظ رکھی جائیگی۔ اب حال میں دو صوبہ داریاں خالی ہیں اگر یہ رائے منظور ہوتی ہے تو مجلس کی تجویز جو شجاعت علی اور دیگر عہدہ داروں کی ترقی اور مولوی امیر حسن صاحب کا تبادلہ ضلع گلبرگہ کی نسبت ہوئی وہ تجویز ملتوی رکھنی ہوگی۔ فقط“

شرعہ مستخط

اے۔ جی۔ ڈنلاپ

۱۸ شہرہوریہ ۱۳۰۶ء

رائے مقتدر جنگ بہادر رکن دوم

صوبہ دار صاحب صوبہ گلبرگہ شریف مقتدی عدالت

کو کوٹوالی پر مستقلانہ مامور ہونے سے صوبہ داری کی جائداد

کا انتظام بقاعدہ سنیا رٹی حسب احکم سرکار منضمانہ ہوا ہے۔

نواب سید محمد اکرم اللہ خاں نبیہ نواب سیف الملک مرحوم کی

درخواست ہے کہ خدمت صوبہ داری مذکور دی جائے
اس کے بارہ میں رائے یہ ہے کہ۔

درخواست کے منسلک صداقت تاحیات کے دیکھنے
سے ثابت ہے کہ نواب محسن الملک بہادر اور اعظم یار جنگ
مرحوم نے صاحب موصوف کی لیاقت علمی و عملی کو محکم
امتحان پر آزمانے کے بعد جب کامل العیار پایا اپنے
کامل اطمینان کے ساتھ اس بات کو تسلیم کر چکے کہ قانونی
مہارت کی وجہ سے اول تعلقہ داری کے عہدہ کی سرانجام
دہی اچھی طرح کر سکیں گے۔

علیٰ ہذا ایک مدت تک عدالت فوجداری بلوہ
کی خدمت بحیثیت مددگاری ناظم عدالت و نیز منصرمی نفلت
مذکور پوری قابلیت کے ساتھ ادا کرینکی نسبت فتح نواز جنگ
بہادر سابق مقدم عدالت کو اعتراف ہے۔ دونوں سرشیتوں
کے افسروں کی تحریرات اس بات کی گواہی دیتی ہیں
کہ قانون مالی و عدالتی مجریہ سرکار عالی و سرکار عظمت دار
صاحب موصوف بخوبی واقف ہیں۔ پس اس سے ظاہر ہے
کہ عہدہ اول تعلقہ داری کے لئے جس تجربہ و معلومات کی

ضرورت ہے وہ موجود ہے اور ایسے ہی صفات کے
 عہدہ دار صوبہ داری کے لئے منتخب کئے جاتے ہیں۔
 علاوہ ان صفات کے یہ صاحب اس ریاست ابدیادار
 کے معزز اور نامور خاندان سے ہیں جن کو سب لوگ عزت
 اور وقعت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور سرکاری ایک
 بڑے عہدہ کے داب و رعب قائم رکھنے کے لئے
 ایسے ہی معزز امیروں کی ضرورت ہے۔

یہ امر بھی جمہور کا مسلمہ ہے کہ ہر ملک کی مخلوق کو
 اپنی ہی سلطنت کے امرا کے ساتھ اور ان کو رعایا سے
 قدر تا دلی محبت و باہمی ہمدردی کا ایک تازک تعلق ہوا
 کرتا ہے اس لئے رعایا کی ہمیشہ دلی خواہش اور مسرت
 فطرتی طور پر یہی رہا کرتی ہے کہ اپنے ہی ملک کا ہمدرد قوم
 اپنا افسر رہے تاکہ اپنی ضرورتوں کو ظاہر کرنے میں تکلف
 کا حجاب و مخایت باقی نہ رہے۔ نواب سید محمد اکرم اللہ خاں
 کو نظامت فوجداری بلدہ میں کام کرنے کے بعد عدالت سے
 جو سارٹیفکیٹ ملا ہے اس سے صرف قابلیت اور قوت
 انتظامی کا مادہ ہی پایا نہیں جاتا بلکہ فتح نواز جنگ بہادری

صاف لفظوں میں صاحب موصوف کی طرز کار روانی کے بارہ میں عام پسندی کا اظہار کیا ہے۔ اس کے سوائے جریدہ اعلامیہ کے ذریعہ بھی آپ کی عدالتی و قضیت مشہرت کی گئی ہے۔ جب ہر طرح سے لائق اور معزز امیرانے گئے ہیں تو سروسٹ ایک سال کے لئے کسی ایک صوبہ داری و رنجل یا گلوبہ ٹریف پر اس شرط سے منصرم مقرر کئے جائیں کہ اس عرصہ میں وہاں کا انتظام عمدہ کریں تو مستقی کا حکم جاری ہوگا۔ آئندہ صبا ارشاد ہوشایان تعمیل ہے فقط ۲۲/ صفر المظفر ۱۳۵۵ھ

شرح دستخط

مقتدر جنگ

رائے۔ رائے مرلید ہر بہادر رکن سوم
 ”رکن صاحب اول کی رائے اصول انتظامی پر مبنی و درست ہے مگر مختص مقامی حالات و خیالات کی رعایت لازمی ہے اور جبکہ نواب سید محمد اکرم اللہ خاں صاحب منصرمانہ طویل مدت تک نظامت فوجداری بلدہ کا کام عہدگی سے کر چکے ہیں اور ضلع اطراف بلدہ میں تحصیل سے دفتر ضلع کے کام تک کا تجربہ حاصل فرما چکے ہیں تو اگر امتحاناً ایک سال صوبہ داری کی

خدمت پر سرفراز ہوں تو نامناسب نہیں ہے۔ دو صوبہ داریا
 خالی ہیں صوبہ داری گلبرگہ پر مولوی عبد الباقی صاحب ڈل
 تعلقہ انصہم ہیں جو سابق ڈیڑھ سال منصرم صوبہ دار رہ چکے
 ہیں۔ پس نواب سید محمد اکرم اللہ خاں صاحب صوبہ داری
 ورنگل پر منصرم ہوں تو احسن ہے فقط ۱۸ شہر پورستان کٹ
 شرح دستخط

مرید ہر

چنانچہ یہ عرضداشت ملاحظہ خسروی میں گزرائی گئی جیسا کہ
 پرائیوٹ سکریٹری مدارالمہام بہادر کے مراسلہ ذیل سے ظاہر ہے۔

نقل مسلمہ قریب پورٹ سکریٹری مدارالمہام (وقال الامر ابہا) سرکار واقعہ ۱۸۹۶ء

نشان (۵۰۱۲) م ۲۸ شہر پورستان ۱۳۰۶

مہنجانہ سٹریڈوں جی جمشید جی پریوٹ سکریٹری
 بخد مت صاحبزادہ نواب سید محمد اکرم اللہ خاں بہادر
 حسب حکم نواب مدارالمہام سرکار عالی

”آپ کا رقعہ میں نے سرکار میں پیش کیا سرکار ارشاد
 فرماتے ہیں کہ آپ کے متعلق جو تجویز مجلس الکنزاری سے

پیش ہوئی تھی اس کو سرکار نے اسی رائے کے ساتھ
 اعلیٰ حضرت بندگان عالی کی پیشگاہ اقدس میں بغرض منظوری
 گزران دیا ہے۔ فقط“

شروع خط

فریدون جی

پریوٹ سکریٹری

مراسلہ صدر سے واضح ہے کہ عرضداشت پیشی مدارالمہام بہادر
 سے موافق رائے کے ساتھ ملاحظہ خسروی میں گزرانی گئی۔ مگر اس خصوص
 میں کوئی فرمان پیشی خداوندی سے شرف صدور نہیں لایا۔ یہی ایک
 عرضداشت نہ تھی جو ملاحظہ سے گزر کر بحال خود رہی بلکہ قبل ازیں مادی
 معاش کی اجرائی کے لئے جو آپ نے کارروائی کی تھی اس کا بھی
 بالآخر یہی نتیجہ نکلا۔

مادی معاش کے متعلق یہاں تک لکھا جا چکا ہے کہ ادھر
 ۱۲۹۹ء میں مالگزاری کی کارآموزی کو کامیابی کے ساتھ ختم کرنے
 کے بعد معاش کے متعلق حسب وعدہ اجرائی کا حکم صادر فرمانے کے
 لئے سالار جنگ بہادر اول کی خدمت میں آپ نے جو رقعہ تحریر کیا
 تھا اس پر تہنیت یاد الدولہ کے رقعہ مورخہ ۲۶ ربیع الاول ۱۳۱۷ء کے

ذریعہ سالار جنگ بہادر کے بالمشافہ حکم کی اطلاع ملی تھی کہ عنقریب
 اجرائی معاش کے لئے نظم محلات مبارک کو حکم دیا جانے والا
 ہے مگر اس رقعہ کے وصول ہونے کے تیسرے دن سالار جنگ بہادر
 کا انتقال ہو جانے سے اجرائی معاش کی کارروائی وہیں ختم ہو گئی۔ سا
 برس کے بعد بتایا کہ ۲۱ مئی ۱۹۳۰ء میں کارروائی کا خلاصہ پیش کرتے
 ہوئے مادری معاش کی اجرائی کی استدعا کے ساتھ پیشگاہ حضرت
 غفران مکاں علیہ الرحمہ میں آپ نے معروضہ پیش کیا۔ پیشگاہ خداوندی
 سے کیفیت طلب ہونے پر جو جوابی عرضداشت سفارش کے ساتھ
 ملاحظہ میں پیش ہوئی وہ بھی بحال خود رہی۔

قبل ازیں تحریر ہو چکا ہے کہ آبائی معاش جب کہ آپ کی خاندانی
 وجاہت قائم رکھنے کے لئے ہی کافی نہ تھی تو آپ کی اس ذاتی وجاہت
 کی کہاں کفیل ہو سکتی تھی جس کا قیام اور بقا عطاشدنی اعزاز اور اس
 کی شہرت سے آپ کے لئے ضروری ہو گیا تھا۔ توفیر آمدنی کی شدید
 ضرورت نے کبھی تو آپ کو مادری معاش کی اجرائی کی سعی کی طرف متوجہ
 کیا اور کبھی حصول خدمت کی طرف مگر جب یہ کارروائیاں ملاحظہ
 حضرت غفران مکاں علیہ الرحمہ میں پیش ہو کر بحال خود رہیں تو نہ صرف
 آپ کے دود زندگی میں اسباب چگونگی کا اضافہ ہوا بلکہ مالی کشمکش سے

آپ کی خانگی زندگی کا نظام بھی متاثر اور متزلزل ہونے لگا۔ جب اس امر پر غور کیا جاتا ہے کہ ایک طرف تو مادری معاش کی اجرائی کے لئے نہ صرف آپ کو استحقاق حاصل تھا بلکہ مختار الملک بہادر جیسے وزیر اعظم کا تصفیہ بھی موجود تھا اور حصول خدمت کے لئے نہ صرف آپ میں قابلیت تھی بلکہ آپ کو محکمہ مالگزاری کی کار آموزی کی سند بھی حاصل تھی اور دوسری طرف حضرت غفران مکاں علیہ الرحمۃ کی فیاضی رحم دلی رعایا نوازی کے علاوہ آپ پر نظر عنایت بھی مسلمہ تھی تو پھر یہ سوال خود بخود پیدا ہوتا ہے کہ آخر وہ کیا اسباب تھے کہ باوجود ان سب امور کے آپ اپنی دونوں کوششوں میں ناکام رہے۔ وجہ معلوم ہوتی ہے کہ آپ کی کمسنی سے جو اعزاز بخشی کا منشا قائم ہو چکا تھا اور کم و بیش اسی زمانے سے اس کی شہرت بھی چلی آرہی تھی اس کے مد نظر اور آپ کی قلیل معاش کا لحاظ کرتے ہوئے حضرت غفران مکاں علیہ الرحمۃ نے اعزاز بخشی کے ساتھ موزوں سرفرازی کا خیال بھی فرمایا تھا جس کا آئندہ علم ہوا۔ مینا برآں آپ کے متعلق جو کارروائی عام ازینکہ اجرائی معاش کے متعلق ہوتی یا عطاءے خدمت کے لئے ملاحظہ میں گزرنے پر حضرت غفران مکاں علیہ الرحمۃ سکوت فرماتے تھے اور آپ منشا خسروی سے لاعلم تھے۔

عطاء خدمت کی عرضداشت کو ملاحظہ میں گزر کر عرصہ ہوا وہ کوئی فرمان شرف صدور نہیں لایا تو اس کا رروائی کے بھی بحال خود اپنے کے اندیشے سے آپ کو تشویش ہونے لگی تھی کہ بذریعہ آصف نواز بہادر معتمد صرف خاص مبارک و محبوب یار جنگ بہادر۔ اے۔ دی۔ سی اور محکم جنگ بہادر حسب ارشاد خداوندی حضرت افضل الدولہ مغفرت مکان علیہ الرحمہ کی دامادی کے اعزاز سے آپ متوقع کئے گئے۔ اور یہ بھی اطلاع دی گئی کہ تکمیل اعزاز کے ساتھ معین المہامی کی خدمت سے سرفرازی اور مادری معاش کی اجرائی کی جائے گی چنانچہ اس کے بعد ہی آپ کو نذر کے لئے جو شرف باریابی حاصل ہوا تو کرسی پر بیٹھنے کی اجازت سے آپ کی عزت افزائی فرمائی گئی۔

حضرت غفرال مکاں علیہ الرحمہ نے آپ کو جب اس اعزاز سے وابستہ اور عہدہ جلیلہ کے وعدے سے حوصلہ افزائی فرما کے مورد عنایت خسروی فرمایا تو آپ کی قدر و منزلت اور شہرت خیر نیک نامی کے چرچہ ہونے لگے اور آپ بامید سرفرازی عنایت خسروی کے منتظر رہے۔ چونکہ آپ کا مذاق طبع آپ کو بیکار نہیں رہنے دیتا تھا لہذا کوئی نہ کوئی علمی مشغلہ ضرور رہتا تھا۔ کبھی اپنے خاندانی حالات کی تحریر میں مشغول کبھی خوشنویسی نقاشی و نقشہ نویسی کی طرف متوجہ کبھی مضمون نگاری تقاریر و کچر



سید محمد اکرم اللہ خان عمر تقریباً ۳۵ سال

وغیرہ میں مہنک رہتے تھے۔ آپ کی تقریروں کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس دور میں ایک ایسا زمانہ بھی گزرا ہے جس میں آپ بالکلہ مضمون نویسی اور تقریروں کی تیاری میں مصروف تھے یہ ۱۹۳۵ء گویا آپ کی تقریروں کا سال تھا تین تقریروں کا انتخاب کر کے ان کی نقل درج کی جاتی ہے۔ تقریروں کے موضوع سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا بالطبع میلان سیاسی اور قانونی۔ قومی اور حکومتی امور کی طرف تھا آپ کے مضمون اکثر اسی قسم کے موضوع پر لکھے ہوئے ہیں۔ ایسے مضامین خشک ہوتے ہیں مگر آپ کا فلسفہ پسند مذاق ایسے ہی علمی مضمونوں میں لطف و مسرت حاصل کرتا تھا۔

پہلی دو تقریریں مختلف مگر متقارب مسائل پر مبنی ہیں تیسری تقریر نہایت ہی جامع ہے۔ تقریروں کے پڑھنے سے ان میں ایک ارتقائی تسلسل محسوس ہوگا اور یہ امر واضح ہو جائے گا کہ تیسری تقریر پہلی دو تقریروں کے مذاق کا ارتقائی نتیجہ ہے تیسری تقریر اپنے موضوع کی نوعیت کا لحاظ کرتے ہوئے اہم ہے بلحاظ موضوع اس تقریر پر تبصرہ لکھنا گویا اس زمانے کی اعلیٰ سوسائٹی کے مذاق پر قلم اٹھانا ہے۔ ہر اعلیٰ سوسائٹی کے سیاسی مذاق کو اپنی سلطنت کے انتظامی اور سیاسی حالات سے جو تعلق رہتا ہے وہ محتاج صراحت نہیں پس ظاہر ہے کہ

آپ کی اس تقریر پر حقیقی اور جامع تنقید کے لئے اس امر کی ضرورت لاحق ہوتی ہے کہ سالار جنگی عہد اور اس کے مابعد زمانے کے انتظامی اور سیاسی ماحول پر تفصیل سے نہیں تو کم سے کم اجمالی ترتیب کے ساتھ پہلے ایک مقالہ حوالہ تسلیم کیا جائے۔ مگر سوانح عمری کا اصول اس امر کا مقتضی ہے کہ اس میں انہیں حالات کا ذکر کیا جانا چاہئے جن کا صاحب سوانح سے تعلق ہو دیگر امور پر کسی قسم کی بحث غیر موزوں متصور ہوگی علی الخصوص ایسی حالت میں جبکہ یہ امور اہم مسائل پر مشتمل ہوں اور آپ کو ان سے کوئی راست تعلق بھی نہ ہو اور صرف تقریر کے موضوع سے ان کی یہاں ضمنی ضرورت پیدا ہوئی ہو لہذا ہم اس پہلو سے اور مضمون کے تاریخی واقعات کی نتیجہ سے صرف نظر کر کے صرف اُس کی ادبیاتی تنقید پر اکتفا کریں گے۔

آپ نے منجانب کمیٹی قانونی راجہ مرلی منوہر آصف نواز و نت بہادر جو تقریر فرمائی تھی وہ ہدیہ ناظرین کی جاتی ہے۔ اس میں آپ نے قانون کی ضرورت اور اس کے فوائد۔ قانونی تعلیم اور اس کی اشاعت کے متعلق بحث کی ہے۔

تقریر سید محمد اکرم اللہ خاں

مرلی منوہر بہادر

میں اس وقت منجانب کمیٹی مرلی منوہر آصف نواز و نت بہادر کے ادا

شکر یہ کیلئے کھڑا کیا گیا ہوں پیش ازینکہ میں راجہ صاحب شکر ریہا داکر
 راجہ صاحب کی مختصر مگر شگفتہ پر مغز تقریر کی تائید کرتا ہوں جو انہوں
 نے مغزین ریاست کی اولاد کی قانونی تعلیم اور اس کے فوائد
 نتائج کی نسبت کی ہے۔ گو اس وقت تنگ وقت ہے علاوہ
 بریں طلسمی صاحب وکیل نے قانون کے ماتخذ اور اس کے فوائد
 کچھ تفصیلاً بیان کئے ہیں مگر میں اس وقت صرف اس بیان
 سے مرلی منوہر بہادر کی تقریر کی تائید کرتا ہوں کہ قانونی واقفیت
 وعلیت حاکم و محکوم کی عام ضرورت میں داخل ہے اور اس
 کے کس قدر فوائد ہیں۔ یہ امر مسلمہ ہے کہ ہر دولت و حکومت
 کا اصول مقصود علیہ طاقت و اقبال مندی ہے تو ہر قوم و
 ملت کا دلی منشا راحت و مسرت ہوگا اور طرفین کی کامیابی کا
 ذریعہ حکومت ہے اور حکومت بد جماعت حکام یا حاکم واحد کے
 مجموعی اختیارات کو کہتے ہیں اور جماعت حکام یا حاکم واحد
 اپنے مجموعی اختیارات سے بغرض تکمیل و تحصیل مقاصد جائیں
 جو جو تعمیلی احکامات ارکان ماتحت پر نافذ کرے بشرطیکہ ان
 احکامات کی تعمیل بالتعمیم ہو اور قوم و حکومت کے مباحثے کے
 طے و پاس شدہ ہوں تو وہ اصطلاح مروجہ میں قانون سے

تعبیر کیے جاتے ہیں اور ہر قانون ادا مردنواہی کا مجموعہ ہوتا ہے۔ اور قوم کو قانون کی واقفیت بدیں وجہ عام ضرورت مانی گئی ہے کہ قومی مقاصد یعنی راحت و مسرت کی تحصیل ترقی پر موقوف ہے اور ترقی ایسا جامع و بسیط لفظ ہے کہ جس میں وہ تمامی ابواب داخل ہیں جو قوم اور ملت کی بہبودی کے متعلق ہیں اور اس کے مفہوم میں تمامی کمالات عام ازینکہ علمی ہوں یا عملی حرفتی ہوں یا صنعتی داخل ہیں۔ اور جب کہ قوم نے علم و عمل۔ حرفت و صنعت میں اس قدر ترقی اور اس کے ذرائع کی توسیع دی کہ جہاں تک فطرت انسانی اس کی مقتضی ہو تو کہا جائے گا کہ قوم نے ترقی کی۔

ترقی کے دو ذرائع ہیں تعلیم و تربیت۔ آسودگی و آسودگی تعلیم و تربیت علمی اس وقت خارج از بحث ہے۔ آسودگی و امنیت تحفظ حقوق پر موقوف ہے اور ان حقوق کی عام ازینکہ متعلق بجان و مال ہوں یا عزت و آبرو و دوسری ہونگی متعلق بالحکومت متعلق بالتمدن۔ متعلق بالحکومت وہ حقوق ہیں جو قوم اور حکومت کی نسبت پیدا ہوتے ہیں۔ متعلق بالتمدن وہ حقوق ہیں جو قوم محکوم میں بوجہ مدنیت باہمی

پیدا ہوتے ہیں اور ان دونوں کی محافظت آزادی کے وجود و قوانین کی ذات پر موقوف ہے۔ الحاصل اس سے روشن ہوگا کہ قومی مقاصد کی تکمیل ترقی پر اور ترقی کی موقوف علیہ آسودگی و امنیت ہے جس کا رکن اعظم قانون مانا گیا ہے۔ پس بوجہات بالا ہر قوم پر دفعیت قانونی لازم ہے۔ چنانچہ رکن الملک بہادر نے پیش ازیں ایک مدرسہ قانونی قائم کیا تھا کچھ تو اس وجہ سے کہ رسالہ معنی دکن کے باعث سے جو یہاں کی رعایا میں مذاق قانونی پیدا ہوا اور جس کی وجہ ہر ہر گلی کوچہ میں قانونی کیسٹیاں قائم ہوئیں وہ مدرسہ ترقی پا نہیں سکا۔ اس کی موقوفی کا قوی باعث مہدی حسن فتح نواز جنگ ہوم سکریٹری کا رزلویشن ہے جس میں جوڈیشل امتحان کی ترغیب و تحریص کے باوصف جو رعایت کہ متعلمان قانون کے ساتھ مرعی چلی آرہی تھی اس کو سلب کیا گیا۔ اس سلب مراعت سے نہ صرف تحصیل قانون کے شوق میں کمی پیدا ہوئی بلکہ طلباء کی تعداد کم ہو جانے سے مدرسہ بھی قائم نہ رہ سکا اور اب پھر اس کے کھولے جانے کی طرف جو توجہ کی جا رہی ہے اور طلسمی صاحب لکچرار

مقرر کئے جاتے ہیں تو بشرطیکہ حکومت کی جانب سے کوئی ایسا اقدام عمل میں نہ آئے جو منافی بقائے مدرسہ ہو تو یقین ہے کہ کچھ نہ کچھ صورت ہو جائے گی۔ چنانچہ نظیر کے لئے سرسارار جنگ مرحوم موجد قانونی کی حکمت عملی اور طریقہ ترغیب و تحریص پیش کرتا ہوں اور اس قدر کہنے پر اکتفا کرتا ہوں کہ انہوں نے باوجود اس کے کہ یہ جانتے تھے کہ حکومت کسی کی معیشت کی ذمہ دار نہیں۔ ترغیب و تحریص کی غرض سے طلباء قانونی کے لئے انوس مقرر کئے اور حسن لیاقت پر عطاءے خدمت کا وعدہ بھی فرمایا جیسا کہ دفعہ (۷) دستور العمل اصلاح مصارف و نیز دیگر احکامات سے واضح اور ثابت ہے جس کے ایک گواہ مرلی منوہر بہادر بھی ہیں۔ پس تاوقتیکہ قوم کی تعلیم و تربیت اور اس کے دولہ اور شوق کی جانب حکومت کی توجہ نہ ہو ممکن نہیں کہ قوم میں لیاقت پیدا ہو۔“

۱۳۱۵ھ ہجری میں بعہد حضرت غفرال مکاں علیہ الرحمۃ بوجہ قحط و خشک سالی جبکہ باغراض سرکاری حکومت آصفیہ کو ایک کروڑ روپیہ کے قرض کی ضرورت لاحق ہوئی اور بذریعہ بنک استحصال

مبلغ مذکور در پیش ہوا تو اس کے متعلق اخبار مشیر دکن نے اپنی اشاعت مورخہ ۲۰ صفر ۱۳۵۲ھ میں جن خیالات کا اظہار کیا ہے وہ اور اسی

ضمن میں آپ نے بھی جو تقریر فرمائی دونوں درج ذیل ہیں۔
 اخبار مشیر دکن روزانہ مورخہ ۲۰ صفر ۱۳۵۲ھ ۲۱ جولائی ۱۸۹۶ء اور چار

”ہم حیدرآباد کی پبلک کاسٹریہ ادا کرتے ہیں کہ اُس نے ہماری شکل یہ باتوں کو میزانِ عقل پر تول کر کرڈروپیہ کے قرضہ کے متعلق بالاتفاق بینک کی معرفت قرضہ لینے سے اختلاف ظاہر کیا اور بہت جلد اس بات پر وہ آمادہ ہو گئی کہ ملک ہی سے اس قدر روپیہ مہیا کر کے گورنمنٹ کو بینک کے قرضہ سے مستغنی کر دیا جائے۔ پبلک کی اس آمادگی کا اظہار ان جاں نثارانہ اور عقیدتمندانہ تحریرات سے ہوتا ہے جو حضور نظام کے جاں نثار اور خیر خواہ لوگوں کی جانب سے وقتاً فوقتاً اس ناچیز اور خیر خواہ دولت آصفیہ اخبار میں چھپا کی ہیں۔

اور نیز پبلک کی جاں نثاری اور وفاداری و نمک حلائی کا ثبوت ان مختلف کمیٹیوں سے بھی ملتا ہے کہ جو اسی کرڈروپیہ کے قرضہ کے متعلق ہمارے ملک کے جمہدارِ مثنیہ لوگوں۔ جاگیرداروں۔ اور منصبداروں وغیرہ نے جدا جدا منہج کی ہیں اور جن کا ذکر خیر اس اخبار کے کالموں میں ہوتا رہا ہے۔

کل کے نمبر میں معزز ناظرین مہاراجہ پیشکار بہادر وزیر افواج کی وہ پرمغز ایسیج ملاحظہ فرما ہی چکے ہیں جو جناب ممدوح نے نظم جمعیت کے سرفروش اور ہاں نثار جمہداروں کے مجمع کے سامنے ارشاد فرمائے تھے۔ آج کے نمبر میں ہم ناظرین کی کچپی اور عوام الناس کی آگاہی کے لئے صاحبزادہ اکرم اللہ خاں صاحب کی وہ فصاحت آگیں تقریر درج کرتے ہیں کہ جس کو صاحبزادہ صاحب موصوف نے خیر اندیش اور وفادار جاگیرداروں اور منصبداروں کے گروہ کے سامنے ارشاد فرمایا تھا اور جس کو سن کر تمام جاگیردار اور منصبدار لوگ اپنا جان و مال اور اپنا دھن دولت اعلیٰ حضرت حضور نظام خلد اللہ ملکہ پر تصدق کرنے کے لئے بے اختیار اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔

ایسیج صاحبزادہ اکرم اللہ خاں صاحب

بہارہ جاگیرداراں و منصبداراں حضور نظام

کرڈر روپیہ کے متعلق خیر خواہانہ کارروائی و سرکاری خدمت گزاری کے لئے ایک جلسہ ۴ صفر سنہ جاریہ روز پنجشنبہ وقت ۴ بجے شام کے بمقام بلدہ مکان نواب رکن الملک خاندوراں منعقد ہوا۔ حامدین دولت و امراء سلطنت۔ جاگیردار منصبدار۔ جمہدار وغیرہ وغیرہ اس قدر

کثرت سے تشریف لائے تھے کہ مجلس کا مکان اجلاس کے لئے مکتفی نہ ہو لہذا آخر صحن میں کرسیاں ڈالی گئیں۔ نواب رکن الملک خاندوراں بہادر اور تمامی معزز ممبران مجلس نے نواب محمد اکرم اللہ خاں بہادر صاحبزادہ کو سرکاری خیر خواہی کے متعلق شگفتہ مضامین پر لکچر دینے کے لئے انتخاب کیا اور صاحبزادہ صاحب نے نہایت عمدہ اصول پر زبانی لکچر اس عہدگی سے دیا کہ تمام حضار مجلس کے سینوں میں اپنی حکومت اور اپنے ولی نعمت کی خیر خواہی کا ایک سچا محبت آمیز جوش و حزن ہو گیا اور سب کے سب جان و مال فدا کرنے پر آمادہ و مستعد ہو گئے۔ صاحبزادہ صاحب کی اس پیچ بہ نظر دلچسپی اختصار کے ساتھ درج ذیل کی جاتی ہے۔

صاحبو!

آج جس غرض کے لئے یہ کمیٹی منعقد ہوئی ہے وہ غرض یہ ہے کہ ملک اور والی ملک کی خیر خواہی کیجائے اور اپنی قوم و ملت کی سرخروئی حکومت کی پیشگاہ میں اور ہماری حکومت کی عظمت و وقعت دنیا کی حکومتوں کے سامنے ظاہر کیجائے۔ یقیناً میں کہتا ہوں کہ ہماری حکومت میں یہ پہلی کمیٹی اور یہ پہلا مبارک جلسہ ہوگا جو پنجاب رعایا حکومت کی خیر خواہی کے لئے اور حکومت پر اپنا خلوص اپنی اطاعت و جاں نثاری باضابطہ

اور مہذب طریق سے ثابت کرنے کی غرض سے قائم ہوا ہے اور اس کے ساتھ میں اس بات پر نازاں ہوں کہ ایسے مبارک جلسہ اور ایسی معزز کمیٹی میں مجھ کو خاص ہمارے مالک ملک اعلیٰ حضرت بندگان عالی دامت ملکہ و شمتہ اور ہماری خداداد حکومت کی خیر خواہی اور ہمساری قوم کو سرکاری خیر خواہی پر پرجوش ارادوں پر آمادہ کرنے کا موقع ملا جس کا مجھ کو فخر ہے اور اس کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

صاحبو!

ہر ایک حکومت۔ ہر ایک گورنمنٹ میں (عام ازینکہ محدود ہو یا غیر محدود۔ شخصی ہو یا جمہوری) عموماً رعایا کے دو درجے ہیں۔ ایک عام دوسرا خاص۔ عام تو عام ہیں مگر خاص میں گروہ نوبل داخل ہے جس کو اس شہر کے عرف میں امرا جاگیردار منصبدار۔ جمعدار وغیرہ کہتے ہیں چونکہ معزز طبقہ رعایا کا فرض منصبی اطاعت گزاری خیر خواہی ملک و دولت اور حفاظت شاہ و حکومت ہے لہذا اس معزز طبقہ کے ممبروں کا خطاب صاحب السیف و العلم ہے۔

پس ہر ایک حکومت کی بالنتعمیم عام رعایا بالتحصیص

معرز طبقہ رعایا کا منصب مفروضی ہوگا کہ اپنے حقوق و فرائض کی حفاظت کے لئے اپنی حکومت اپنے مالک ملک کی حفاظت کرے (چیز) اور حفاظت کے اقسام اصولاً تین ہیں۔ خارجی۔ داخلی۔ اتفاقی۔ مشترک حکیم آخر الزماں انگلستان نے بھی تسلیم کیا ہے (چیز) خارجی و داخلی وہ حفاظت ہیں کہ جس سے اندرونی و بیرونی مفاسدین و متمردين کا دفعہ متصور ہو۔ اور اتفاقی حفاظت وہ کہلائی جائے گی کہ جب حکومت کو کسی مشکلات کا (عام از نیکہ تدنی ہو یا قدرتی) سامنا ہو تو اس کا انتظام کیا جائے پس ہر ایک حکومت کی رعایا پر یہ واجب ہوگا کہ اقسام ثلاثہ کے متعلق بالاجماع اتفاق اور اپنی مجموعی قوت سے اپنی اپنی حکومت کی حفاظت کرے اور اس کے استحکام اور بچاؤ کے لئے تائید دے۔ چنانچہ عموماً یورپ کی رعایا خصوصاً برٹش حکومت کی رعایا اپنی اپنی حکومت کی حفاظت کے متعلق جس طرح موید اور جان و مال سے اپنی حکومت پر جاں نثار ہے حکومت کا بقا اس کے استحکام اس کا غلبہ طاقت بلکہ روز افزوں ترقی اس کا ثبوت قطعی موجود ہے۔

حفاظت خارجی و داخلی خارج از بحث ہے۔ حفاظت خارجی کی ہم کو ضرورت نہیں اس لئے کہ ہمارے نظام حکومت کے احسانات اور تائیدات نے برٹش گورنمنٹ اور ہماری حکومت میں ایسی مستحکم بنیاد کے باہمی تعلقات اور روابط پیدا کر دیئے ہیں کہ جس سے ہماری ہر دلعزیز برٹش گورنمنٹ ہماری حکومت کی ممنون اور محافظ و نگہبان ہے (چیرز) اور ہیگی (چیرز) کہ جس کے باعث ہم تو ہم بلکہ (۲۸) کروڑ رعایا و ہندوستان و خود مختار ریاستیں محفوظ و با امن ہیں (چیرز) اور ہم دو حکومتوں کے پُر امن ظل عافیت میں دواماً خوش و خرم رہیں گے۔ (چیرز)

حفاظت داخلی کی ضرورت بایں وجہ ہم کو نہیں کہ خود ہماری عادل حکومت نے ہماری راحت و آرام امن و آسائش کے لئے لکھو کھا روپیہ کے مصارف کی زیر باری سے ایسے عمدہ اصول اور اس روش سے انتظام فرمایا کہ جس سے اندرونی متمردين کا استیصال ہو گیا کہ جن کلام باقی تو باقی یا دہی نہوگا۔ ہاں حفاظت اتفاقی کی ضرورت نہ صرف ہم کو بلکہ ہر ایک مہذب و شائستہ قوم اور پر زور و پر قوت حکومت کو بھی

اکثر لائق ہوتی ہے جس کے لئے میں اس قدر طول بیانی سے
آپ حضرات کی تفسیح اوقات کا باعث ہوا۔

دیکھئے کہ اور اور حکومتوں میں رعایا پر اقسام اقسام
کے بار ڈالے گئے باوجود اس کے وہاں کی رعایا اپنی حکومت
کی کیسی سچی جاں نثار اور ہر وقت جان و مال سے حکومت
کو مدد دینے کے لئے موجود ہے۔ تھوڑا ہی عرصہ ہوا کہ یونان
اور روم سے جب مقابلہ پڑا اور اس مقابلہ میں یونان کی
حکومت کا خزانہ خالی اور حکومت دیوالیہ بن گئی تو وزیر عظم
کی اسپیج پر رعایا نے دو کروڑ روپیہ سے مدد دی اس سے
روشن ہوگا کہ یورپ کی رعایا اپنی اپنی حکومت کی کیسی
سچی خیر خواہ اور جاں نثار ہے۔ اب میں مختصر آئیہ بیان کرتا
ہوں کہ ہماری عادل حکومت اپنی محبوب رعایا کے امن و
آسائش کے لئے اپنا فرض شاہی کس فیاضی اور کس عنایت
سے ضرورت سے زاید ادا کر رہی ہے اور ہمارے مقدس
بادشاہ دام ملکہ کے تملقات اور عنایات خسروی کس طرح
آپ صاحبوں کے حال پر مبذول ہیں۔ دیکھئے کہ حکومت
نے اپنی محبوب رعایا کے حفظان حقوق و نفوس کے لئے

لکھو کھاروپہ کے مصارف سے وسیع سررشتہ عدالت اور
پچیس ہزار ملازم پولیس کا صیغہ قائم کیا جس سے
آپ کی جان و مال عزت و آبرو محفوظ ہے (چیز)۔ اور
سب لوگوں کے حفظ جان اور حفظ صحت کے لئے
نہ صرف وسیع سررشتہ طبابت و صفائی بلکہ چھ لاکھ سالانہ
کے نقصان کو گوراکر کے تالاب حسین ساگر و تالاب میر عالم
کا پانی آپ لوگوں کے استعمال کے لئے مخصوص کیا (چیز)۔
اور آپ کی نیز آپ کی اولاد کی تعلیم و تربیت کے لئے ایک
وسیع سررشتہ تعلیمات کھولا۔ اور ہمارے اعلیٰ حضرت دَامِ اَقْبَالُہ
نے اپنی شاہانہ فیاضی و قدما پروری سے ہمارے وہ حقوق
و اعزاز و مراتب اور معاش و جاگیرات و خطابات (جو
ہمارے بزرگوں نے جاں نثاریاں کر کے حاصل کئے تھے)
بلا تغیر و تبدل اب تک برابر نسلاً بعد نسلً بحال و جاری
قرار ہے ہیں (چیز) چنانچہ میرے دوست بانی
مجلس رکن الملک خاندوراں بہادر میر مجلس جاگیر داراں
جگلی۔ دولائی۔ ملکی۔ خاندورانی کے خطابات سے جو سرفراز
ہیں کیا۔ انہوں نے یا ہم نے کوئی نمایاں کام کیا تھا یا کوئی

جنگ یا ملک فتح کیا تھا جو ان خطابات کے مستحق ٹہرے نہیں
ہرگز نہیں۔ یہ صرف حضرت اقدس و اعلیٰ کی غلام نوازی شاہانہ
فیاضی اور مراحم خسروی بلحاظ خاندانی ہے (چیز) جو ہر ایک
غلام موروٹی کے لئے ہے (چیز)۔

چنانچہ ہمارے عادل بادشاہ کی عدل گستری رعایا پر پوری
اور عادلانہ طرز حکومت سے ایک کروڑ پچاس ہزار رعایا ہنایت
ہی خوش (چیز) بلکہ جان و مال سے حضرت جہاں پناہ کے
بقائے حکومت و استحکام دولت کے لئے نہ صرف دست دعا
ہیں بلکہ تصدق ہونے پر آمادہ و مستعد ہیں۔ (چیز) اور اپنی
اپنی خواہشات بذریعہ اڈریس ظاہر کر رہے ہیں۔ (چیز)۔
جب یہ ثابت ہوا اور سب لوگ مان گئے اور مقرر
ہیں کہ ہماری حکومت اور ہمارے ظل الشہ کی سرفرازی بے انتہا
ہے تو کیا وجہ ہے کہ ایسے وقت میں ہم غلامان شاہی
جاں نثاری کا دعویٰ تو کریں کیوں نہ جان و مال سے تصدق
ہو جائیں اور جان و مال سے حاضر ہیں تو اپنے پرچوش
ارادے ملک کی پیشگاہ میں کیوں نہ ظاہر کریں کہ دوسری
غیر قوم اور غیر حکومتوں کے بنک وغیرہ سے حکومت کی

انتظامی ضرورت کے لئے ایک معتد بہ رقم کا قرضہ لینا گو بہ نسبت و بمقابلہ اعلیٰ اعلیٰ حکومتوں کے کچھ کسر شان نہیں مگر بلحاظ ہماری حکومت درویش قدمیہ کے ہم جاں نثاران شاہی یہ مناسب سمجھتے ہیں کہ دوسری حکومتوں کی رعایا میں ماہل اس معاملہ کے متعلق ہم کو سرخروئی و فخر کا موقع نصیب ہو (جیز)

بعد اس تقریر کے دعائے ترقی عمر و اقبال مانگی گئی اور سب لوگ بڑے جوش سے آمادہ ہوئے کہ حضرت اقدس و اعلیٰ کی پیشگاہ میں اس مضمون کی عرضداشت گذرائیں کہ ہم جان و مال سے حاضر و تصدق و قربان ہیں۔“

آپ کے قلمی مسودوں میں سے ایک لکچر کا مسودہ ہمدست ہوا۔ لکچر بسیط ہے۔ حالیہ اصطلاح کے بموجب اس کو توسیعی لکچر کہا جاسکتا ہے۔ یہ تو معلوم نہ ہو سکا کہ کب اور کہاں آپ یہ لکچر پڑھنے والے تھے مگر تحریر سے پتہ چلتا ہے کہ کسی مہتمم بالشان موقع کے لئے عظیم پیمانہ پر تیاری کی جارہی تھی اس کا نام ”لکچر مفید القوم“ رکھا گیا ہے لکچر طویل ہے طوالت کے اندازہ کے لئے اتنا لکھنا کافی ہوگا کہ لکچر تقریباً ایک سو پچیس^{۲۵} ضمنی عنوانات پر مبنی ہے۔

جن اصولوں پر قوم کی حیات اور ترقی کا انحصار بتایا ہے ان پر

فاضلانہ بحث کی ہے۔ اکثر الفاظ قدیم علمی اصطلاحیں ہیں۔ بیان عالمانہ ہے اور مذاق فلسفیانہ قدیم علم اور فلسفہ کے ذریعہ ملک و ملت سے متعلق جدید مسائل سے مبصرانہ واقفیت حاصل کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ بادی النظر میں ایسی سخی غیر مربوط معلوم ہوگی مگر حقیقت یہ ہے کہ کوئی علم جو سلمہ ہو اور چاہے کسی زمانہ سے تعلق رکھتا ہو اگر کوئی شخص اس کا پورا ماہر ہو جائے تو اس میں ایک خاص سمجھ پیدا ہوجاتی ہے جس سے وہ کسی دوسرے علم کے مسئلوں پر سہولت کے ساتھ بصیرت حاصل کر سکتا ہے جب دوسرے علم کے مسائل کے سمجھنے میں سہولت ہوتی ہے تو اسی علم کے مختلف الوقت مسائل پر متقاربہ دلچسپی کا لحاظ کرتے ہوئے تعجیل کے ساتھ عبور حاصل ہو سکتا ہے۔ بنابر آں مذکورہ بالا کوشش نہ صرف غیر مربوط نہ متبی بلکہ بہت کچھ کامیاب ثابت ہوئی۔

نظیر میں جن قوموں کے واقعات پیش کئے ہیں ان کی تفصیل بھی نہایت وسیع ہے جس محنت و جانفشانی سے ایسی تفصیل کے لئے وسیع مطالعہ کے بعد یہ تاریخی مواد جمع کیا گیا ہوگا اس پر داد دیئے بغیر رہائیں جاسکتا۔ چنانچہ اس لکچر میں ابتداء اتحاد قوم کے اسباب اور مقاصد کی صراحت کرتے ہوئے جس کے ضمن میں قوم کی عام و خاص تعریف کی گئی ہے۔ محبت اور اس کے اسباب اتفاق کے اسباب اور قوم واحد کی

تعریف۔ ترقی کی تعریف اور اس کے شروطِ شائستگی کی عام اور خاص تعریف اور اس کے وہ اوصاف جو ترقی کے لئے لازمی ہیں۔ تعلیم اور اس کے اقسام۔ آسودگی و امن کی تعریف۔ حقوق کے اقسام۔ ان سب امور پر عالمانہ و فلسفیانہ بحث کرنے کے بعد آپ جس علمی نتیجہ پر پہنچ کر اس کو کلیہ قرار دیتے ہیں اب اس کی تائید میں تاریخِ اقوام سے وسیع پیمانہ پر عملی نظائر پیش کرنے کی طرف متوجہ ہوتے ہیں جس سے اس کلیہ کو خاص مرکزی اہمیت حاصل ہو جاتی ہے۔ یہاں تک تو مضمون کا رنگ علمی تھا یہاں سے وہ تاریخی روپ بدلتا ہے گویا مضمون کا چہرہ ختم ہوا۔ اب اس کے قلب کی ابتدا ہوتی ہے چنانچہ محولہ بالا نتیجہ کے متعلق آپ یوں تحریر فرماتے ہیں۔

”اس بحث سے روشن ہوگا کہ دولت و ثروت کا

مدار ترقی اور ترقی کا موقوف علیہ شائستگی اور شائستگی

تعلیم و تربیت اور آسودگی و امنیت پر منحصر ہے جس کے

متعلق قوم و حکومت کی توجہ و معاونت لازمی ہے۔ تاوقتیکہ

قوم میں اتفاق اور حکومت میں انتظام نہ ہو ممکن نہیں کہ قوم میں

ترقی اور حکومت میں اقبال مندی پیدا ہو۔ پس اتفاق متعلق

بالقوم و انتظام متعلق بالحکومت ہے۔“

تحریر بالا سے واضح ہے کہ آپ نے ترقی ملک و ملت کو دوام راؤ ان کی باہمی معاونت پر منحصر کیا ہے۔ ایک قومی اتفاق دوسرا حکومتی انتظام جس بنیادی اصول پر آپ نے مضمون کے باقی ماندہ حصہ کو تحریر فرمایا ہے اس کے متعلق ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا یہ منشا تھا کہ اتفاق قوم اور انتظام حکومت کی ایک ایک ایسی تاریخی نظیر پیش کیجائے جس میں سابقہ قوم یا حالیہ قوم کے سابقہ واقعات درج کئے جائیں۔ اس کے بعد آپ کا یہ مقصد تھا کہ اتفاق قوم اور انتظام حکومت کی باہمی معاونت کی نظیر میں کسی زندہ قوم کی موجودہ حالت سے بحث کریں مگر یہاں ایک نئی شکل یہ درپیش ہوئی کہ حکمرانی کے کئی طریقے رائج ہیں جو تین قسموں میں منقسم ہو سکتے ہیں۔ شاہی غیر محدود یعنی شخصی۔ شاہی محدود یعنی دستوری۔ اور جمہوری۔ اگر نظیر میں کسی ایک قوم اور حکومت کی مثال دیجاتی تو مضمون ناقص رہتا اس لئے اقسام حکومت کے اعتبار سے تین مختلف زندہ قوموں کی مثال دینے کا ارادہ ظاہر کیا۔

اتفاق قوم کی نظیر میں مثلاً پیش کرنے کے لئے کسی قوم کا انتخاب کرنے سے قبل اقوام عالم سے جو قومیں اس خصوص میں آپ کے حسب خیال قابل الذکر ہو سکتی تھیں۔ آپ نے ان کا پہلے اس طرح

”چنانچہ گزشتہ زمانے میں قوم یونان۔ ایران۔

روم۔ مصر۔ اور یہود خصوصاً قوم عرب اور زمانہ حال

میں عموماً یورپ خصوصاً فرانس و انگلینڈ۔“

ان میں سے عربی قوم کا انتخاب کر کے نظیر میں قوم عرب کے

تاریخی واقعات کا ایک پر مغز خلاصہ پیش کیا ہے۔ پہلے آپ نے

عربوں کے اُن اوصاف کا ذکر کیا جن کی بدولت ایام جاہلیت میں

وہ بات بات پر لڑا کرتے تھے اور بتا دیا کہ جہالت اور آتش خونی

سے نفاق اور جھگڑے پیدا ہوتے اور بڑھتے ہیں۔ اس کے بعد

آپ لکھتے ہیں کہ۔

”اصول توحید نے مختلف اقوام عرب کو ایک کر دیا۔

علم اور شائستگی سے اسباب نفاق مرتفع ہو گئے اور قوم

میں وہ اتفاق پیدا ہوا کہ پوری قوم گویا شخص واحد بن گئی۔“

اب قوم کی یہ حالت تھی کہ وہ اپنے اتحادی اصول اور اجتماعی

قوت سے جس کام کی طرف متوجہ ہوتی تھی اس میں محیر العقول ترقی

کر جاتی تھی چنانچہ ملکی فتوحات پر اتنی توجہ برسر میں اتنے ممالک

فتح کر لئے کہ رومی قوم تنہا تو کجا دیگر اقوام کے ساتھ مل کر بھی فتح نہیں

کر سکتی تھی جیسا کہ آپ نے بحوالہ تاریخ درّوی تحریر فرمایا ہے جب تحصیل علم و فن کی طرف یہ قوم متوجہ ہوئی تو نہ صرف علوم سابقہ میں کامل ہوئی بلکہ کمالات کو اپنی طرف سے مستزاد کیا۔ چنانچہ آپ نے مسٹر سڈلیو کا مقولہ نقل کیا ہے کہ

” بغداد۔ بصرہ۔ سمرقند۔ قرآن۔ مصر۔ فارس۔
 غرناطہ۔ قرطبہ۔ اصفہان۔ علوم و فنون۔ اور صنّاعی کے
 مرکز مانے جاتے تھے۔ یہاں کے باشندے علوم و فنون
 اور تمامی کمالات میں ایسی بازی لے گئے تھے کہ یورپ
 کے عیسوی عالم و شاعر جب تک ان سے تلمذ اور خوشہ
 چینی نہ کرتے تو ان کی لیاقت مسلم الثبوت نہ ہوتی۔“

یورپین مورخین کے مقولوں کو تائید میں پیش کر کے آپ نے
 اس حصہ کی دیکھپی کو دو بالا کر دیا ہے۔ اسی ضمن میں آپ نے تحریر
 فرمایا ہے کہ

” موجودہ یورپین قوموں کی ترقی اس وقت سے
 شروع ہوئی جب کہ ان قوموں نے عربوں سے علم و فن
 حاصل کر کے اپنے ملک و زبان میں ان علوم و فنون
 کو جاری کیا۔“

انتظام حکومت کی نظیر دینے کے پیشتر متہید میں آپ نے
حکومتی انتظام کی تعریف کی ہے آپ لکھتے ہیں کہ
”ترقی ملک و ملت کے لئے دوا امر کی ضرورت ہے۔“

اطمینان و امنیت - تعلیم و تربیت - اگر امر اول بناء انتظام
حکومت ہے تو امر دوم متعلق انتظام حکومت“
آخر میں آپ نے تحریر کیا ہے کہ۔

”ترکی سلفیت کی ترقی و تنزل کا تذکرہ نجما و نظیراً
پیش کیا جاتا ہے جس سے ظاہر ہوگا کہ دولت اور
حکومت قوم و ملت کی ترقی و اقبال مندی کا موقوف علیہ
لیاقت ہی لیاقت ہے۔“

تذکرہ میں ترکی سلطنت کے تاریخی واقعات ۶۹۹ء سے ۱۱۱۵ء
تک کچھ تفصیل کے ساتھ اور ۱۱۱۵ء سے ۱۲۲۳ء تک مجمل طور پر لکھے
ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ کس طرح یہ سلطنت پہلے پونے تین سو
برس تک رو بہ ترقی تھی - بطن مضمون میں حکومت کی ترقی اور تنزل
کے اسباب کی طرف موقع موقع سے اشارہ کیا ہے جس کے متعلق
ہم آئندہ تحریر کریں گے۔

جبکہ ترقی کا راز علم ہے اور حکومت کا فریضہ اہم تعلیم کا انتظام

جیسا کہ آپ تہید میں تحریر کر چکے ہیں تو آپ نے انتظام حکومت کی نظیر میں جو ترکی تالیخ پیش کی ہے اس میں اس زمانے کی تعلیم اور اس کے انتظام کا ذکر بھی خاص طور سے کیا ہے اور آپ نے لکھا ہے کہ۔

”کس طرح پہلے سلسلہ میں ایک وسیع مدرسہ ازہبن میں قائم کیا گیا اور مختلف اضلاع میں اس کی شاخیں کھول دی گئیں کم و بیش ایک صدی تک ہر سلطان نے اپنے زمانہ حکومت میں توسیع تعلیم کی طرف توجہ کی اور جدید مدرسے قائم فرمائے جس کا یہ نتیجہ نکلا کہ سلسلہ میں جبکہ ذیلی مدرسوں کی تعداد اضلاع ماتحت میں ایک تلو تک پہنچ گئی تھی ایک یونیورسٹی قائم ہوئی جس کے تحت بارہ وسیع مدرسے (کالج) تھے اور ہر کلیہ کے ساتھ ایک دارالافتاء بھی تھا مدرسوں میں صرف۔ نحو۔ منطق۔ تاریخ۔ علم کلام۔ فقہ۔ علم فصاحت و بلاغت۔ اقلیدس۔ ہیئت۔ ہندسہ۔ حدادی۔ فن جریب وغیرہ علوم و فنون کی تعلیم دی جاتی تھی“

مشہور پروفیسروں کے نام بھی لکھے ہیں اور یہ بھی لکھا ہے کہ ”فارغ التحصیل طلبہ کو حکومت کی طرف سے دانشمند کا

خطاب دیا جاتا تھا اور جو خدمتیں ان کو عطا کی جاتی تھیں
ان کو خدمات ارجمند کہتے تھے۔“

میرے خیال میں دانشمند ڈاکٹر کے مساوی ہے کیونکہ یہ دونوں
سندیں منہتی ہیں اور خدمات ارجمند ضرور عہدہ کی خدمتیں مراد ہوں گی۔
ہم اوپر تحریر کر چکے ہیں کہ ترکی سلطنت کے پانسو سالانہ تاریخی
واقعات کے ضمن میں آپ نے موقع موقع سے حکومت کی ترقی اور
تنزل کے اسباب کی طرف اشارہ کیا ہے مضمون کے آخر میں نتیجہ کے
طور پر ان کا خلاصہ پیش کرتے ہوئے خاتمہ پر اس طرح تحریر فرماتے ہیں
”اس مختصر تاریخی بیان سے روشن ہو گا کہ حاکم وقت

کی فراست شائستہ دہندہ عہدہ داروں کا وجود۔ سچے خیر خواہ
دولت کی داناتی و درایت۔ سرشتہ تعلیم کی توسیع۔ قوانین فہم
عام کی توشیح اور عمدہ اصول آئین سیاست اور قومی آزادی
وغیرہ کچھ ایسے اسباب تھے جن سے روز بروز قوم و ملت۔
دولت و حکومت کی ترقی و بہبودی مقصود تھی۔ جب زمانہ کے
انقلاب سے یہ سارے اسباب مکس و منقلب ہو گئے تو پھر
قوم و سلطنت میں تنزل و تزلزل ہوتے ہوتے خاص کر سلطنت
کی حالت جس کے سامنے سارے ممالک یورپ سر جھکاتے

قرآن مجید اور سلطان کو ہانکے پھارے ٹیگراف یورپ کھارتے
تھے کچھ ایسی متغیر و تبدیل ہو گئی تھی کہ جس کو خود رقیب یورپی
(زارنکلس) نے مرد بیار قرار دیا ہے تو مسٹر گلاؤسٹون یہ علاج
بتلا رہا ہے کہ سلطان مع قوم ترک اپنی گدی گٹھری بنجھالے
ابنائے باسفورس سے پرے ایشیائی حدود میں جاسکے اقرض
جن حکومتوں نے اصول متذکرہ صدر کی نسبت جہاں تک توجہ
کی اور جو حکومتیں اوصاف مابقی سے مستصفا ہیں وہ اصلی
درجہ کی دولت مند اور اقبال مند ہیں چنانچہ زمانہ سلفت میں اسلامی
سلطنتیں اور زمانہ حال میں یورپ کی حکومتیں۔

اتفاق قوم اور انتظام حکومت کی نظیر میں عرب اور ترکی کے
سابقہ تاریخی واقعات قلمبند کرنے کے بعد زندہ قوموں کی موجودہ حالت
کا مرقع پیش کرنے کے ارادہ کو آپ نے اس طرح ظاہر کیا ہے۔
”اس موقع پر مناسب سمجھتا ہوں کہ چند خاص حکومتوں
کے تاریخی واقعات خاص کر اُن کی بیدار مغزی و عرق ریزی
کا خاکہ بطور گوشوارہ کھینچ دیا جائے جس سے ظاہر ہو جائے
کہ انہوں نے ابواب متذکرہ صدر کے متعلق کہاں سے کہاں
تک توجہ کی ہے اور اس کی بدولت ملکی اور قومی ترقی کس

حد تک پہنچ گئی ہے منجملہ ان حکومتوں کے اس عمل پر صرف
 تین حکومتوں کا تذکرہ کیا جاتا ہے جس سے ایک حکومت
 شخصی ہوگی مثلاً ترک۔ دوسری جمہوری جیسے فرانس تیسری
 بڑش گورنمنٹ ہے جو ہم شخصی و ہم جمہوری و امرائی حکومت
 سے مرکب ہے۔“

تین حکومتوں کے تذکرہ کا تہیہ کر کے ترکی حکومت سے ابتداء
 فرماتے ہیں کیونکہ ترکی حکومت اُس زمانے میں شخصی تھی انتظام حکومت
 کے ضمن میں ترکی سلطنت کے حالات ۱۶۹۹ء سے ۱۸۳۹ء تک قلمبند
 کر چکے ہیں یہاں ۱۸۳۹ء سے ابتدا کی جاتی ہے اور مقصود یہ ہے کہ
 سلطان عبدالحمید خاں سلطان وقت تک اس سلطنت کے واقعات
 لکھے جائیں ۱۸۳۹ء سے سلطان عبدالحمید خاں تک پانچ سلاطین
 یکے بعد دیگر فرماں روا اے سلطنت عثمانیہ ہوئے ہیں۔ سلطان غازی
 محمود خاں ثانی۔ سلطان عبدالحمید خاں۔ سلطان عبدالعزیز خاں۔ سلطان
 مراد خاں اور سلطان عبدالحمید خاں۔ اس زمانے کی عام ترکی تاریخ
 تفصیل سے لکھنا آپ کا منشاء نہیں تھا چاہتے یہ تھے کہ ان سلاطین
 میں سے جس سلطان نے اپنے زمانے میں اصلاح قوم اور ترقی ملک کے
 لئے جو کچھ اقدامات کئے انہیں تفصیل سے بیان کریں اور اگر کسی سلطان

زمانہ میں ان امور سے متعلق کوئی کارروائی نہیں ہوئی تو اس کی وجہ
تحریر کر دی ہے۔ چنانچہ آپ لکھتے ہیں۔

”سلطان محمود خاں ثانی کا سب سے سالہ زمانہ بیرونی یورشوں
اور اندرونی شورشوں کے مقابلہ اور مقاومت میں گزرا اور تمام
اندرونی شورشوں کا جو مانع ترقی تھیں خاطر خواہ استیصال تو
کیا مگر سلطان کو اس قدر فرصت نہیں ملی کہ وہ اصلاح ملک
کی طرف متوجہ ہو سکتے اس کا سہرا سلطان عبدالحمید خاں
کے سر رہا۔“

جب ۱۲۵۵ھ میں سلطان عبدالحمید خاں نے زمام حکومت
اپنے ہاتھ میں لی تو بامین زمانہ پاکر اصلاح ملک کی طرف متوجہ ہوئے۔
ترکی سلطنت جس دستور و آئین پر قائم چلی آ رہی تھی وہ پرانا اور
فسودہ ہو کر بیکار ہو گیا تھا۔ سلطان نے اس کا کایا پلٹ دیا۔
دستور پر سلطنت کی بنیاد ڈالی اور سات وزارتیں۔ پانچ کونسلیں اور
تو کمیٹیاں قائم کیں۔ ان وزارتوں۔ کونسلوں اور کمیٹیوں کے نام
ان کے فرائض اور اختیارات وغیرہ نہایت شرح و بسط کے ساتھ
لکھے ہیں۔ اصلاح ملک سے فارغ ہو کر ۱۲۵۸ھ میں سلطان نے
اپنی توجہ توسیع تعلیم کی طرف مبذول فرمائی۔ چنانچہ آپ لکھتے ہیں۔

”سلطنت عثمانیہ میں (۱۵) ہزار ابتدائی اور اعداد

متوسط مدرسے تھے جن میں سے ایک دارالفنون بھی تھا اور پانچ خاص ایسے بڑے مدارس تھے جن کو کالج کہہ سکتے ہیں منجملہ ایک مدرسہ حربیہ باقی چار مدرسوں میں طلباء کو خدمات شاہی کے انتظام کے لئے تعلیم و تربیت دیا جاتی تھی۔“

ان بڑے مدرسوں کا نصاب تعلیم بھی دیا ہے کہ ”مدرسہ حربیہ میں علمی تعلیم۔ جبر و مقابلہ کامل۔ علم مثلث بالتحکیل۔ نقشہ کشی۔ پیمائش۔ حکمت۔ طبیعیات۔ علم حیوانات۔ فرانسیسی زبان۔ علم متافردہ۔ اور فنون حربیہ سے توپ کا لگانا۔ توار کا چلانا۔ سرنگیں۔ مورچا لین۔ دمدے وغیرہ بنانا۔ نشانہ بازی۔ برق اندازی گھوڑے کی سواری اور فوجی قواعد وغیرہ ابواب متعلقہ جنگی سکھا جاتے تھے۔ باقی چار مدرسوں میں علوم عربیہ کے صرف نحو۔ بیان۔ تاریخ۔ جغرافیہ۔ منطق۔ معانی۔ حساب۔ ہندسہ۔ علوم دینیہ۔ قوانین مالکداری۔ و دیگر قوانین متعلقہ انتظام سلطنت فارسی۔ فرانسیسی زبان۔ اور جملہ فنون ریاضی کی تعلیم ہوا

کرتی تھی۔“

یہ بھی لکھا ہے کہ۔

”متوسط اور خاص مدارس میں تقریباً تین ہزار اور

ابتدائی مدارس میں پانچ لاکھ طلبہ زیر تعلیم تھے“

اس کے علاوہ اخباروں کی تعداد بھی دی ہے کہ اس وقت تیرہ

اخبار شائع ہوتے تھے جن میں سے سات کے نام حسب ذیل لکھے ہیں

”تقویم الوقایع المملکیہ۔ جریدۃ الجوائد۔ الجوائب۔ ترجمان

الاحوال۔ تصویر الافکار۔ مجمع الفنون۔ جریدہ عسکری“

من حیث اسکل مجید یہ انتظام کے متعلق آخر میں آپ نے یہ

رائے لکھی ہے۔

”یہ تو کہا نہیں جاتا کہ انتظام مجید یہ نے قوم و حکومت کو اس

حد تک شائستہ کر دیا تھا جس کو انتہائی کہتے ہیں۔ بایک

اس کی مجوزہ اسکیم بلا تغیر و ترمیم ترقی کے مدارج طے کر نیکی

مکتفی ہوتی ہاں اتنا تو بلا تذبذب کہہ سکتے ہیں کہ سلطان

عبد الحمید خاں نے ترقی کے لئے ایک ایسی سیدمی لائن

کھول دی تھی کہ جس پر قوم و حکومت کا چوکراہ ڈال دیا جاتا

تو بلا تکلف اعلیٰ اعلیٰ مدارج طے کرتا ہوا ترقی کی اس

سطح پر برق کی طرح کوکٹا نکل جاتا جس کو انتہائی کہتے ہیں۔
مگر افسوس کہ حکام مابعد کی خود غرضی و خود رائی نے اُس
سیدھی سادھی لائن کو ایسا ناہموار بنا دیا جس پر دولت
عثمانیہ کا چوکڑا کر کے لگا۔

تحریر بالا کے سطور آخر سے صاف ظاہر ہے کہ سلاطین مابعد کے
زمانہ میں انتظامی رنگ ترقی کرنے کے بجائے بگڑتا ہے اور ایسا بگڑتا
ہے کہ سلطنت کی چول چول بولنے لگتی ہے چنانچہ آپ کی تحریر کے
موافق سلطان عبدالعزیز خاں اور سلطان مراد خاں کا زمانہ سلطنت
کے لئے اچھا نہیں گزرا اور سلطنت کا انتظام بگڑنے لگا جس کی وجہ
سے یہ دونوں سلطان یکے بعد دیگر معزول کئے گئے۔ ۱۲۹۳ء تک
سلطنت کی حالت ابتر ہوتی گئی۔ چنانچہ آپ لکھتے ہیں۔

”سلاطین سلطان عبدالحمید خاں دام ملکہ کو انہیں
لوگوں نے تخت موروثی پر تنکھن کیا جنہوں نے ان کے
چچا عبدالعزیز خاں اور بھائی مراد خاں کو معزول کیا تھا۔
معاذ اللہ وہ ایسا پر آشوب زمانہ تھا کہ ارکان سلطنت و
منتظامان دولت سے کوئی شخص ایسا نہیں جس پر یقین کیا
جاتا کہ ملک اور مالک کا خیر خواہ یا طرفدار ہو گا۔“

خزانہ میں گڑھا پر گیا تنخواہ نہ ملنے کی وجہ سے ساری فوج ناراض
 اور غارت گری میں مصروف ہو گئی۔ اب نہ تو کوئی قرضہ دیتا اور
 نہ کسی طرح کی امداد اور معاونت کرتا غیر مذہب رعایا نے ہر ایک
 مقام پر ایک ہنگامہ عظیم برپا کر دیا چو طرف سازشوں اور
 بغاوتوں کی گرم بازاری اور درونی و بیرونی جنگ و جدال کی
 ہر طرف ایسی بھرمار ہو گئی تھی کہ جس سے یہ پایا جاتا تھا کہ سلطنت
 کے آخری دن آگئے ہیں۔ طرہ براں ایک جانب سے چار
 باغی صوبے جنگ پر تے ہوئے تھے اور دوسری جانب قیب
 موردی (روس) کئی لاکھ فوج اور ایک ہزار
 توپخانے سے سرحدات ملک پر حملہ آور۔ ایک جانب
 سے اٹلی یا مغربی صوبوں پر دانت لگائے ہوئے اور دوسری
 جانب دیگر دول یورپ خود مملکت عثمانیہ کو اپنا ماتحتی صوبہ بنانے
 کے لئے رفتہ رفتہ قابو جو دریائے باسنورس پر تل رہے تھے
 اور ایسے ہوشربا وقت پر دول متحدہ سے کسی پر بھروسہ نہ
 تھا کہ مددگار ہوتی۔“

ایسے نازک زمانہ میں سلطان عبد الحمید خاں نے زمام سلطنت
 اپنے ہاتھ میں لی۔ یہ اسی سلطان کی مہمت شاہانہ۔ بیدار مغزی اور فراخ

حوصلگی کا نتیجہ تھا کہ سلطنت کو اندرونی شورشوں اور بیرونی یورشوں سے پاک کر کے اپنے باپ سلطان عبدالعزیز شاہ کی طرح اصلاح ملک و ملت کی طرف متوجہ ہوئے چنانچہ آپ نے لکھا ہے۔

”جب سلطان المعظم کو ان منعمات و مہلکات سے کہیں برات حاصل ہوئی تو اصلاح مملکت کی جانب رجوع ہوئے۔ مال و عدالت کا باقاعدہ انتظام۔ اشاعت قوانین رفاه عام۔ ترقی تجارت و صنعت و حرفت تعلیم و تربیت افواج بحروبر کا اہتمام کیلینیزان نادر الوجود اسباب کے بہم پہنچانے میں پوری پوری توجہ فرمائی جن پر ملکی و قومی دلتندی و بے ہودی حکومت کی طاقت و اقبال مندی مبنی ہوتی ہے“

چنانچہ اصلاح سلطنت کے ضمن میں آپ نے ترکی سلطنت کے نظم و نسق کو نہایت شرح و بسط کے ساتھ لکھا ہے۔ پہلے آئین حکومت کے تحت سلطان المعظم کے علاوہ ارباب صدر کی اس طرح صراحت کی ہے کہ گیارہ وزیر۔ پندرہ کونسلیں۔ چودہ کمیٹیاں تھیں۔ اس کے بعد انتظامی نقطہ نظر سے افسران اعلیٰ اور ارباب صدر کی تفصیل اُن کے فرائض اور اختیارات کے متعلق آپ لکھتے ہیں۔

”اُن کا یہ طرز حکومت ہے کہ سلطنت کے انتظامی خدا

اور نظمِ مملکت کے عاملانہ ضلع جات و شہر سررشتوں پر منقسم ہیں۔ سررشتہ مال بشمول جنگلات و معدنیات۔ سررشتہ عدالت سررشتہ خارجہ۔ سررشتہ داخلہ۔ سررشتہ جنگی۔ سررشتہ بحری۔ سررشتہ تعمیرات و تجارت۔ سررشتہ تعلیمات۔ سررشتہ اوقاف و امور مذہبی۔ سررشتہ صرف خاص۔ ہر ایک سررشتہ کا افسر اعلیٰ (جو تمامی کاروبار متعلقہ کا ذمہ دار ہوتا ہے) وزیر سررشتہ کے نام سے موسوم ہے تو ان جملہ سررشتوں اور افسروں کا ٹکراؤ اعلیٰ افسر وزیر اعظم ہوتا ہے۔ وزیر اعظم شاہی عاملانہ اختیارات کو بذمہ داری خود نیا بہتہ استعمال کرتا ہے تو شیخ الاسلام جو مذہب کا پیشوا و امام ہوتا ہے شاہی اختیارات وضع آئین و قوانین کے نفاذ کا ذمہ دار ذریعہ مانا گیا ہے اور چونکہ وزیر اعظم ملکی انتظامات و شاہی احکامات و اقتدارات کے نفاذ کا ذمہ دار ذریعہ اور سلطان و عہدہ داروں کا درمیانی معزز واسطہ ہے لہذا نائب سلطان کے خطاب سے بھی مخاطب کیا جاتا ہے۔ اور اُس کے اختیارات زیر فرمان سلطان جملہ معاملات متعلقہ سلطنت و حکمرانی کو خواہ وہ کسی قسم کے کیوں نہ ہوں حاوی ہوتے ہیں۔ اور بہت شنائے وزارت خارجی و وزارت

فوجی اور نیز پانچ صوبوں کے (جو بوجہ مصلح ملکی و پبلک
خوفناک وجوہات کی بناء پر خاص زیر نگرانی سلطان اعظم
ہیں) باقی تمام وزارتیں وغیرہ وزیر اعظم کے تحت حکومت
وزیر نگرانی سمجھی جاتی ہیں۔ ہر ایک وزارت کے لئے ایک
مجلس شوریٰ قائم ہے جس میں لائق و فائق سائنٹ معزز ممبر ہوتے
ہیں۔ وزارتِ عظمیٰ کے متعلق مجلس خاص ہے جس میں
گیارہ^{۱۱} وزیر ایک میر مجلس اور ایک شیخ الاسلام ہوتا ہے۔
مجلس شوریٰ اپنے اپنے وزیر متعلقہ کو اور مجلس خاص وزیر اعظم
کو انتظامی کاروبار میں ایک مفید و معتد بہ مدد دیا کرتی ہے۔
ہر ایک وزارت کے اقتداری انتظامی کاروبار
کی عموماً دو قسمیں ہوتی ہیں۔ ایک خفیہ۔ دوسرے ثقیلہ۔
خفیہ تو خود وزیر سررشتہ متعلقہ یا اُن کے مشیر (مددگار)
کی رائے سے اور ثقیلہ باجلاس مجلس متعلقہ و باتفاق آراء
نافذ ہو کر اطلاعاً اس کا ثنی وزیر اعظم کی خدمت میں بھجوا دیا
جاتا ہے۔ اگر کسی مقدمہ مرجعہ کی نسبت ارکان مجلس اور وزیر
متعلقہ کی رائے میں تضاد و تناد واقع ہو تو وزیر اعظم کی خدمت
میں پیش کیا جاتا ہے پھر وزیر اعظم جس رائے سے اتفاق

قراوے وہی واجب التعمیل ہوتی ہے۔

وزارتِ علم کے تمامی علمائے معاملات جو وزیر

اعظم کی پیشی میں رجوع ہوتے ہیں دو قسم پر منقسم ہیں۔

اقتداری۔ غیر اقتداری۔ اقتداری بوساطتِ وزارتِ الارا

وزیرِ اعظم کی پیشی میں۔ اور جو غیر اقتداری ہیں اصالتہ وزیر

اعظم کی معرفت سے بارگاہِ سلطانی میں پیش ہو جاتے

ہیں۔ وزیرِ اعظم اقتداری مقدمات کو عام از نیکیہ ابتدائی ہوں

یا دورانی بطور خود طے کر دیتا ہے۔ اور جب کبھی وزراء

متعلقہ کی رائے سے وزیرِ اعظم کی رائے مخالف پڑ جائے

تو بابتارہ سلطانی مجلسِ خاص یا خود بارگاہِ سلطانی سے

اُس کی اصلاح و ترمیم ہو جاتی ہے۔ خارج الاقتداری

مقدمات کو وزیرِ اعظم بعد غور کامل اپنی رائے کے ساتھ

پیشگاہِ سلطانی میں پیش کر دیتا ہے تو بعد درج منشور

سلطانی یا توفی الفور مسترد یا بامثال امر سلطانی مجلسِ خاص

میں پیش ہو جاتے ہیں۔ پھر باتفاق مجلس جو منظور سلطانی

ہو وہی واجب النفاذ و شایانِ تعمیل ہے۔ اس مجلسِ خاص

میں سلطانِ اعظم بحیثیتِ میزبان اُس وقت رونقِ افسردہ

ہوتے ہیں جبکہ ایسے سنگین و سنگ اندرونی مقدمات
 متعلقہ سلطنت پیش ہوں جن کا حل و عقد خاص سلطان
 کی ذات سے متعلق ہو یا بمقابلہ سلطنت ہائے غیر ایسی
 دستاویزوں اور ہمدانوں کے مرتب کرنیکی ضرورت پڑے جن
 کا تعلق سفارت و تجارت و سرحدی معاملات سے ہوا
 کرتا ہے۔ گوبادی النظر میں عموماً تمام وزراء خصوصاً وزیر
 اعظم کو باعتبار اس کے عہدہ جلیلہ کے نہایت وسیع اقتدار حاصل
 ہے مگر سلطان عبدالحمید خاں خود اپنی فلسفی حکمت اور
 مدبرانہ طرز حکومت سے اُن کی زمام اختیار کو اپنے قبضہ
 اقتدار میں اس حدی سے لئے ہوئے ہیں جس سے اُن
 (وزراء) کا وجود بمنزلہ اُن کلوں کے ہے جن کی قوت
 محرکہ خود بدولت (عبدالحمید خاں) ہی ہیں۔“

صدر میں آپ کے مضمون کی جو عبارت نقل کی گئی ہے وہ طویل
 ہے مگر بلا لحاظ طوالت تمام و کمال درج کی گئی ہے کیونکہ اس تحریر سے
 عثمانیہ حکومت کے مروجہ دستور (کانسٹی ٹیوشن) کا پورا علم ہو جاتا ہے۔
 اس دستور کا جو حصہ خاص طور سے لائق غور ہے وہ حسب ذیل ہے۔
 ”باستثناء وزارت خارجہ و وزارت فوجی اور نیز پانچ

صوبوں کے (جو بوجہ مصالح ملکی و پولیٹیکل خوفناک وجوہات کی بنا پر خاص زیر نگرانی سلطان اعظم ہیں) باقی تمام وزراء وغیرہ وزیر اعظم کے تحت حکومت وزیر نگرانی سمجھی جاتی ہیں۔“

ان دو وزارتوں اور پانچ صوبوں کے معاملات میں وزیر متعلقہ اور وزیر اعظم کو تصفیہ کرنیکا کوئی اختیار عطا نہ کر کے استثنائی صورت دستور میں قائم کی ہے۔ اس سے اگر ایک طرف ان وزارتوں اور صوبوں کی اہمیت معلوم ہوتی ہے تو دوسری طرف سلطان اعظم کی قابلیت اور بیدار مغزی۔ فراست اور دور اندیشی بھی نمایاں طور سے واضح ہو جاتی ہے۔ وزارت خارجہ اور وزارت فوجی کی اہمیت تو خود ظاہر ہے مگر پانچ صوبوں کی اہمیت کے وجہ تحریر کر دیئے گئے ہیں۔ مصالح ملکی اور پولیٹیکل وجوہات کے علاوہ خوفناک وجوہات کے الفاظ سے ان پانچوں صوبوں کی خصوصیت کو اور جامع کر دیا ہے ان صوبوں کا نام تحریر نہیں فرمایا تاکہ ان کا موقع محل معلوم ہو کر ان کے حالات پر زیادہ روشنی پڑتی۔ تیور بتاتے ہیں کہ یہ صوبے ضرور سرحدی اور غیر مذہب والوں سے آباد ہونے چاہئیں۔ خوفناک وجوہات کا امکانی مفہوم جو ایسی زبردست اہمیت رکھتا ہو کہ دستور میں اس کو استثنائی صورت

دی جائے ہی ہو سکتا ہے کہ یہ صوبے شورشوں کا گھر اور سازشوں کا معدن ہوں گے۔

سلطان کی بیدار مغزی اُن کے اصلاحات سے خود ظاہر ہے۔ اور وہی دماغ بہتر اصلاح کر سکتا ہے جس میں قوت کار اور انتظامی قابلیت بدرجہ اتم ہو جب ایسی زبردست ہستی تخت سلطنت پر متمکن ہوتی ہے تو اُس کی فریس نگاہیں اپنی خاص نگرانی کے لئے اُن شعبوں کو چُن لیتی ہیں جن پر سلطنت کا بقا منحصر ہو یا جن سے سلطنت کو خطرہ کا اندیشہ ہو یہی وجہ ہے کہ ان دو وزارتوں اور پانچ صوبوں کو دستور سے متشنی کیا اور یہ استثناء صاحب حکومت کی بیدار مغزی کی دلیل ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ قابل ہستی چاہے حاکم ہو یا محکوم اپنی قابلیت کی بدولت نمایاں اور نام آور ہوئے بغیر رہ نہیں سکتی۔

حکومت عثمانیہ کے دستور کا خلاصہ تہمید کے طور پر لکھنے کے بعد سررشتہ جات کے انتظامی امور بیان کرنے کی طرف متوجہ ہوتے ہیں مگر سررشتوں کے انتخاب اور اُن کے متعلقہ امور کی تفصیل میں مضمون کے مرکزی کلیہ کا آپ نے پورا پورا لحاظ رکھا ہے۔ یہ مرکزی کلیہ قبل ازیں اس تنقید کے دوران میں نقل کیا جا چکا ہے۔ یہاں اُس کا لب لباب پیش کیا جاتا ہے کلیہ کا خلاصہ یہ ہے کہ قوم اور ملک کی دولت اور

اقبال مادی ترقی پر منحصر ہے اور ترقی کا انحصار تعلیم و تربیت اسودگی و امنیت پر ہے۔ تعلیم و تربیت اگر قوم سے متعلق ہے تو اسودگی اور امنیت سلطنت کے انتظام اور استحکام پر منحصر ہے اور ان ہر دو کی باہمی معاونت سے ملک کی ترقی حاصل ہوتی ہے۔

آپ نے لکھا ہے کہ سلطنت عثمانیہ کے انتظامی امور دس سررشتوں پر منقسم ہیں۔ سررشتہ مال۔ سررشتہ عدالت۔ سررشتہ خارجہ۔ سررشتہ داخلہ۔ سررشتہ جنگی۔ سررشتہ بحری۔ سررشتہ تعمیرات و تجارت۔ سررشتہ تعلیمات۔ سررشتہ اوقاف و امور مذہبی۔ سررشتہ صرف خاص۔ مگر آپ نے ان سب سررشتوں کے انتظامی امور سے بحث نہیں کی بلکہ تفصیل کے لئے صرف انہیں سررشتوں کا انتخاب کیا جن میں کلیہ صدر کے موافق ترقی کے لئے حکومت اور قوم کی باہمی معاونت لازمی ہے۔

سررشتہ مال کی تفصیل نہایت بسیط ہے لکھا ہے کہ۔

”قلمرو عثمانیہ اکتیس ولایتوں پر منقسم ہے اور ہر ایک

ولایت میں دو صوبے اور ہر صوبے میں چار ضلع اور ہر

ضلع میں آٹھ تعلقات اور ہر تعلقہ میں متعدد دیہات و قریب جا

ہوتے ہیں۔ ہر ایک ولایت پر ایک والی (گورنر جنرل) اور ہر

ایک صوبہ پر ایک متصرف (گورنر) اور ہر ضلع پر ایک قائم مقام

(کلکٹر) اور ہر تعلقہ پر ایک مدیر (تحصیلدار) اور ہر بڑے قریہ پر ایک مختار مقرر ہے۔ والی (گورنر جنرل) خاص زیر فرمان سلطان ہوتا ہے تو متصرف تمام مقام مدیر اور مختار تحت حکومت والی سمجھے جاتے ہیں۔

اس کے بعد آپ اُن امور پر تحقیقی نظر ڈالتے ہیں جو کلیہ کا پورا پورا مصداق بنتے ہیں چنانچہ آپ لکھتے ہیں کہ:-

”صینہ مال کی خوبی و خوش نصیبی مخصوص زراعت کی روز افزونی اور زراعت کی روز افزونی مزارعین کی ضروریات کی تکمیل پر موقوف ہے۔ اور اُن ضروریات کی دو قسمیں ہیں۔ ایک وہ کہ جس کی تکمیل حکومت سے متعلق ہے مثلاً صینہ آبپاشی و تعمیرات وغیرہ۔ دوسری وہ جو مزارعین کی ذات سے متعلق ہے مثلاً اجناس متعلقہ زراعت کے تخم۔ نقدی رقم۔ اسباب و آلات کثادزدی۔ ذاتی محنت و جفاکشی۔“

نتیجہ اور مثال کے طور پر ترکی مزارعین کے متعلق لکھا ہے۔

”سلطان عبدالحمید خاں دام اقبال نے مزارعین کی اُن ضروریات کو پورا کرنے کے علاوہ جن کا پورا کرنا اُن کے ذمہ تھا مثلاً آبپاشی وغیرہ۔ خاص مزارعین کی ذاتی ضروریات

کی تکمیل کیلئے زیر نگرانی و زیر مال نہ صرف ایک زراعتی بینک
 قائم کیا جس کی (۹۵) شاخیں اور (۲۳۸) انجمنیں تھیں بلکہ
 زراعتی کالج بھی قائم کیا کہ جس کی شاخیں ممالک عثمانیہ کے
 ہر ایک ولایت و ضلع کے صدر مقام میں فن زراعت کی تعلیم
 دے رہی ہیں۔

زراعتی بینک نے من ابتدائے ۱۸۸۳ء لغایت ۱۸۸۶ء اپنے
 موجودہ سرمایہ (۳۵) کروڑ (۵۰) لاکھ پیاستہ سے جس قدر
 مزارعین وغیرہ کو مدد دی اس کی تعداد (۱۲) کروڑ (۱۷) لاکھ
 (۷۰) ہزار پیاستہ تھی۔

سررشتہ مال و صیغہ معدنیات و جنگلات کے عہدہ
 انتظام کے لئے مکتب الملکیہ مکتب الزراعت - مکتب
 معدنیات و جنگلات زیر نگرانی وزارت مال قائم کئے گئے
 مکتب الملکیہ مکتب الزراعت سررشتہ مال کے لئے اور
 معدنیات و جنگلات سررشتہ ہائے متعلقہ کے لئے لائق و
 فائق افسران اسٹاف بہم پہنچاتے ہیں۔ پس لائق و فائق عہدہ
 داروں نے اپنی قوت دماغی سے زراعتی بینک کو اور مدارس نے
 اپنی اہلیں و رانی و قوت تعلیمی سے مزارعین وغیرہ کو کچھ ایسی

مدد دی جس کی وجہ سے دس ہی سال کے عرصہ میں
 خاص صیغہ زراعت میں اس قدر ترقی ہوئی کہ نہ صرف عیشہ
 کی آمدنی میں تقریباً چھ لاکھ پونڈ (یک کروڑ ۲۰ لاکھ روپیہ
 کھدائی کی افزائش ہوئی بلکہ خراج اور افتادہ زمین کا سالانہ لگان پانچ لاکھ
 پونڈ (یک کروڑ روپیہ) ہو گیا۔ اور صیغہ معدنیات و جنگلات کی
 آمدنی (جس کا وجود اس کے پیشتر معدوم تھا) پانچ لاکھ بیس لاکھ
 ہزار چار سو بائیس پونڈ (یک کروڑ اٹھارہ لاکھ اڑتالیس ہزار
 چار سو چالیس روپیہ کھدار) ہو گئی۔

سرشت تجارت کے ضمن میں پہلے تجارت کی ترقی کے متعلق اس طرح
 حکیمانہ بحث کی ہے کہ۔

”صنعت و تجارت۔۔۔ اس کی ترقی کے لئے عموماً
 ٹکس کا انصاف، تفریح، پیشہ وروں کی آزادی، حفظ حقوق و
 ونفوس، آسان تر سلسلہ خط و کتابت (ڈاکخانہ جات تار
 برقی) بے خطر وسائل آمد و رفت (ریلوے لائن اور جہازوں کی
 کمپنیاں) خصوصاً علم و فن منطلقہ کی تعلیم و تربیت اور رقی
 امداد و معاونت وغیرہ اسباب ششہ لازم و ملزوم ہیں۔ اول الذکر
 اسباب غمہ صرف موید ترقی تو آخر الذکر اثنین ہم موجب

ترقی دہم باعث بقا و تسلسل مانے گئے ہیں۔

اس ضمن میں سلطان المعظم نے جو انتظامات فرمائے اور ان سے قوم اور سلطنت کو جو فائدے حاصل ہوئے اس کا اس طرح ذکر کیا ہے۔

”سلطان عبد الحمید خاں اُن اسباب اول الذکر کو بہم پہنچانے کے علاوہ جن کا بہم پہنچانا بنظر تکمیل دیگر اغراض حکومت اُن کے ذمہ تھا مخصوص ترقی تجارت و صنعت کے لئے زیر نگینی وزیر پبلک و کس علوم و فنون متعلقہ کی اشاعت اور اہل تہجد و غیرہ کی امداد و معاونت کے لئے ہر ایک محل و مقام پر تجارتی و صنعتی کلج اور بیس کرڈ پونڈ کے معتد بہ سرمایہ سے ایک زبردست بنک بھی کھول دیا۔ اس سے یہ نتیجہ مترتب ہوا کہ چھ ہی سال میں تعلیم یافتہ پیشہ دروں کی تعداد اس قدر بڑھ گئی اور صنعتی کارخانہ جات اس قدر قائم ہو گئے کہ اُن کا سالانہ ٹکنس ساٹھ لاکھ چالیس ہزار پونڈ ہو گیا۔ تجارتی ترقی کا اندازہ نہ صرف اس سے ہو سکتا ہے کہ ایک سینتیس چیمبر ز آف کامرس (ایوان یا مجلس تجارت) قائم ہو گئے کہ جن کے دونوں کاروبار کی تکمیل کے متعلق ایک ہزار ایک سو آٹھ جہازوں کی کمپنیاں سامندوسامی و سرگرم ہیں بلکہ اس سے بھی ممکن ہے کہ ملکی پیداوار

اور صنعت و حرفت کے ضمن میں ایک سارے بچپن کے روڈ بہتر لاکھ چار ہزار
دو سو پونڈ کا مال برآمد ہوتا ہے۔“

آخر میں سلطان المعظم کے اصلاحات اور اسکیم کے متعلق تحریر کیا ہے۔

”واجب التعظیم بیدار مغز سلطان عبد الحمید خاں کی

مجوزہ اسکیم کی نسبت یہ امید قائم کرنا بے عمل نہ ہو گا کہ اگر اس

اسکیم کا سلسلہ بلا تغیر و تبدل اپنی موجودہ خوبیوں سے محفوظ

و مسلسل جاری رہے تو عجب نہیں کہ سلطان کے ظل عافیت

میں صنعت و تجارت کا صیفہ روز افزوں ترقی کے ساتھ

وہ دلفریب فروغ و فتوح حاصل کر لے جو آج کل اُن کی

ہم سایہ و ہم پایہ حکومتوں کے صیفہ تجارت کو نصیب ہے۔“

سررشتہ مودلت عامہ کے تحت عدالت اور پولیس سے بحث

کی ہے۔ پہلے صیفہ عدالت کے ضمن میں مفصلاتی عدالتوں کی تفصیل

دی ہے کہ

”ہر تعلقہ میں ابتدائی عدالت دیوانی و فوجداری اور

ہر ضلع میں متوسط عدالتیں اور ہر صوبہ میں صدر عدالتیں قائم

ہوئیں اور عدالت عالیہ جس کو محکمۃ التیمیر یا دوسرے الفاظ

میں ہائیکورٹ کہتے ہیں خاص قسطنطنیہ میں قائم ہے ہر ایک

مقدمہ کا مرافعہ عدالت ابتداء سے ضلع میں۔ ضلع سے عدالت
صوبہ میں۔ عدالت صوبہ سے عدالت گورنری میں۔ اور عدالت
گورنری سے عدالت عالیہ میں۔ اور اس سے وزیر عدالت کے
اجلاس تک برابر ہوا کرتا ہے جس کی نگہبانی یا تو خود چنگاہ
سلطانی میں ہوتی ہے یا مجلس باب العالی میں جہاں تمامی
وزراء بحیثیت ممبر و وزیر اعظم میر مجلس ہوتا ہے۔ یہاں کا حکم حکم
قطعی یا حکم مختتم سمجھا جاتا ہے۔“

عدالتی عہدوں کے واسطے قابل اشخاص حاصل کرنے کی غرض سے
وزارت عدالت کے تحت ڈیوڈر سے قائم تھے یکتب المحقوق (کلیہ)
قانونی (مکتب نواب (کلیہ قضاۃ)۔

کلیہ ترقی ملک و ملت میں تعلیم کو آپ نے جزا لانیفک قرار دیا ہے۔
چنانچہ ترکی کی سابقہ پچھد سالہ تاریخ میں جس کا قبل ازیں ذکر ہو چکا
ہے آپ نے ترکی تعلیم کے متعلق مورخانہ انداز سے نہایت ہی بصیرت
افروز مقالہ حوالہ قلم کیا ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ ترکی کی حالیہ تاریخ کے
ضمن میں صیغہ تعلیمات کے متعلق بمقابلہ دیگر صیغہ جات کے ہر ممکنہ تفصیل
دی ہے جس کا ہم ایک اجمالی خلاصہ ذیل میں پیش کرتے ہیں۔

آپ کی تحریر سے واضح ہے کہ سلطنت عثمانیہ میں تعلیم کی دو قسمیں

تھیں ایک تعلیم عام دوسری تعلیم خاص۔ تعلیم عام میں کئی مدارج ہیں۔ تعلیم ابتدائی۔ تعلیم ثانوی۔ تعلیم فوقانی۔ تعلیم اعلیٰ۔ اور ان تعلیمی مدارج کا لحاظ کرتے ہوئے جو مدرسے قائم کئے گئے تھے ان کے نام حسب ذیل ہیں۔

مکاتب ابتدایہ۔ مکاتب رشدیہ۔ مکاتب ابدادیہ۔ مکاتب اعلیٰ۔

ان میں سے ہر مکتب کے علی نصاب اور مدت کی صراحت کی ہے۔ تعلیم اعلیٰ کی دو قسمیں بتائی ہیں۔ تعلیم علمی۔ تعلیم فنی۔ تعلیم علمی کی پھر دو قسمیں لکھی ہیں۔ تعلیم ادبیات۔ تعلیم سائنس۔ اور ان دونوں کے نصاب بھی لکھے ہیں۔ فنی تعلیم کے تحت حسب ذیل کالجوں کے نام ہیں۔

مکتب زراعت (کلیہ زراعت) مکتب الصناعت (کلیہ صنعت)

مکتب التجارت (کلیہ تجارت) مکتب الطبابت (کلیہ طبابت) مکتب الزہدہ

(کلیہ انجینری) ہر ایک کالج کا نصاب مدت تعلیم اور کامیاب طلباء کے تعزرات یا برسرکار ہونے کے طریقے تحریر کئے ہیں۔

تعلیم خاص سے مراد ایسی تعلیم ہے جس سے سلطنت کے مختلف شعبوں میں تعلیم یافتہ عمدہ دار ہدست ہو سکیں۔ تعلیم خاص کے تحت حسب ذیل کالجوں کے نام تحریر کئے ہیں۔

(۱) مکتب ملکیہ شاہانہ (کلیہ سیول سروس)

(۲) مکتب معدنیات و جنگلات (کلیہ معدنیات و جنگلات)

(۳) مکتب الحقوق (کلیہ قانون)

(۴) مکتب النواب (کلیہ قضاۃ)

(۵) مکتب تعلیم اعلیٰ سفارت (کلیہ سفارت)

(۶) مکتب بحریہ (کلیہ بحریہ)

(۷) مکتب حربیہ (کلیہ حربیہ)

(۸) مکتب لسان (کلیہ اسناد)

(۹) مکتب تار برقی (کلیہ تار برقی)

ان میں سے ہر کالج کے قیام کی تاریخ اُس کا تعلیمی نصاب اور مدت تعلیم اور طلباء کی تعداد وغیرہ کے متعلق آپ نے تفصیل سے لکھا ہے۔

سلطان عبدالحمید خاں نے عام و خاص تعلیم کے انتظام تک ہی اکتفا نہیں فرمایا بلکہ باصدار منشور تمام امرا و اعزہ اور اقرباء حکومت کو پابند کیا کہ سات برس کے سن سے وہ اپنی اولاد کو تعلیم دینا شروع کر لیا چنانچہ آپ لکھتے ہیں۔

”دستِ امجدیہ بذریعہ خط شریف (منشور شاہی) یہ حکم شرف

صدور لایا کہ امرا و اعزہ حکومت اپنی اولاد کو سات برس

کی عمر میں ہر محلہ کے ابتدائی مدارس میں داخل کریں جس کی

مدت تعلیم دو برس ہے جب یہاں کی تعلیم سے فراغت

ہو جاتی ہے تو تعلیم رشدیہ شروع ہو جاتی ہے جس کی مدت تین برس ہے اور یہ تعلیم مڈل کے برابر ہے۔ اور اس کے بعد تعلیم ابدادیہ جس کی مدت تعلیم دو برس اور یہ تعلیم انٹرنس کے برابر ہے۔ بالآخر جب امراء زاوے ان مدارس و مدارس سے فارغ ہو گئے تو ان فنی و علمی خاص کالجوں میں سے جس کالج میں رجحان و میلان ہو اُس میں شریک ہو جانے اور پانچ برس زیر تعلیم رہتے ہیں۔ ماشاء اللہ جب یہاں سے بھی بازی لے گئے اور سارٹیفکیٹ حاصل کر لئے تو بمصارف حکومت دوسرے ترقی یافتہ ممالک میں مجبوراتے جاتے ہیں تاکہ وہاں جا کر ان ممالک کا حال برائے العین مشاہدہ کر کے طریقہ حکمرانی کو دریافت کر کے یہاں اور وہاں جو کچھ تفاوت ہو اس کو خوب سمجھیں سوچیں تاکہ جب انہیں حکمرانی کرنی پڑے تو کارآمد ہوں اور ان اسباب مابہ الارتقا کی رپورٹ اپنی حکومت کی وزارت متعلقہ میں دیں جن کا وجود اپنی دولت و سلطنت میں نہایا ہو غرض تین سال کے بعد ہر ایک علم و فن کے ذخیرے اور تجربے کو لئے لوائے اپنے ملک کی طرف عود کرتے ہیں اور جس صیغہ و سررشتہ کی لیاقت اور تجربہ حاصل ہوتا ہے

اُس کی متعلقہ کونسل میں امتحاناً شریک ہوتے ہیں اور پھر
 یہاں کے رِگ ڈسنگ دیکھتے بھالتے ہیں۔ اور جب کچیس^{۲۵}
 برس پر آ جاتے ہیں تو رائے دینے کی اجازت ملتی ہے۔
 بالآخر برس بھر کے امتحان و تجربہ و تجربہ کے بعد بڑے بڑے
 خدمات پر مامور و متہد ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ مکتبِ حربیہ سے
 چھ سو^(۶۰۰) کے قریب۔ مکتبِ سلطانہ سے ایک سو سے زائد
 مکتبِ ملکیہ سے زائد از تین سو^(۳۰۰) اور مکتبِ احمقوں سے
 تین سو کے قریب و مکتبِ تعلیمِ اعلیٰ سفارت سے پچھتر^(۷۵)
 و مکتبِ الہندسہ سے چھ سو^(۶۰۰)۔ مکتبِ بحریہ سے ایک سو پچھتر^(۱۷۵)
 مکتبِ الطبابت سے دو سو چھانوے^(۲۹۶) اور ازادے وغیرہ

خدمات متعلقہ پر ۱۸۹۲ء میں مامور ہوئے ہیں“

اس کے بعد ترکی حالیہ تاریخ ختم ہو جاتی ہے ترکی تاریخ ہی نہیں بلکہ
 مسودہ بھی ختم ہو کر مضمون ادھورا رہ جاتا ہے۔ یوں تو مضمون نگاری کے
 کئی طریقے ہیں اور ہر طریقہ مضمون کی نوعیت اور مضمون نگاری کی طبیعت
 پر منحصر ہے مگر مضمون نگاری کا عام اصول جو قدیم الا یام سے چلا آ رہا
 ہے اور اب بھی رائج ہے اور وسیع المطالب مضمون میں یہی طریقہ مستحسن بھی
 معلوم ہوتا ہے اُس کے بموجب مضمون کے تین حصے ہوتے ہیں چہرہ۔ قلب

اور خاتمہ چہرے یا قلب سے مضمون کا مقصد کتنا ہی مترشح کیوں نہ ہو اس کا حقیقی اور جامع اظہار خاتمہ ہی سے تعلق رکھتا ہے۔ آپ کے مضمون میں جب کہ قلب ہی نامکمل رہا تو نہ خاتمہ لکھنے کی نوبت آئی اور نہ حقیقی مقصد معلوم ہونے کا امکان باقی رہا۔

افسوس ہے کہ جس مضمون کے چہرے میں یہ علمی عظمت ہو اور جس کے قلب میں ایسی تاریخی وسعت وہ بالآخر ناتمام پایا گیا۔ مگر مضمون کے علمی ذوق اور تاریخی دلچسپی کو دیکھ کر جو مسرت حاصل ہوتی ہے وہ اس کے ناقص رہنے کے افسوس سے کہیں زیادہ ہے۔

علمی ترقی کا لحاظ کرتے ہوئے آج کل قوم اور قومیت کے الفاظ ایسے عام ہو گئے ہیں کہ ہر کان اس سے آشنا اور ہر شخص اس کے مفہوم سے کچھ نہ کچھ آگاہ ہے مگر آپ کا لکچر ”مفید القوم“ ۱۳۱۵ھ یعنی آج سے (۴۰) برس پیشتر کا لکھا ہوا ہے۔

یہ وہ زمانہ تھا کہ نبی۔ اے خال خال نظر آتے تھے میٹر کی ویلیٹ کا طوطی بول رہا تھا۔ مڈل پاس خاص عزت و وقعت کی نظر سے دیکھا جاتا تھا۔ ایسے زمانہ میں اور ایسا شخص۔ ایسا مضمون۔ اور اس پمانہ پر لکھتا ہے جس کے لئے اس کے پاس علمی سرمایہ میں کچھ تو قدیم فلسفہ ہے اور کچھ جدید اور قدیم تاریخیں و ان کے ترجمے۔ ہاں ہمہ جو کچھ لکھا ہے گویا اس کی وہ

قدر و قیمت نہیں جیسا کہ اُس زمانے میں تھی جب کہ یہ لکھا گیا تھا۔ مگر اب بھی اس کی اضافی حیثیت اور اس کی علمی اصطلاحوں اور قدیم فلسفیانہ مذاق کی رعایت ملحوظ خاطر رکھ کر پڑھا جائے تو مفاد اور دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔ اس تنقید کے بعد آپ کا لکچر ”مفید القوم“ بحسنہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
راز باہست بے محرم اسرار کجا
حضرات

آپ صاحبوں پر غالباً کوکشن ہوگا کہ قومی اتحاد و اتفاق کی علت غائی کیا ہے اور اس سے ملک اور اہل ملک کو کہاں تک تمتع و انتفاع حاصل ہے۔
اس میں کچھ شک نہیں کہ قومی اتحاد و اتفاق وہ شے ہے جس سے نہ صرف تحفظ حقوق و نفوس متصور ہے بلکہ ملک و ملت کی سرسبزی و شادابی دولت مندی و اقبال مندی اُس کے وجود پر موقوف و منحصر ہے۔

گو اس بحث کے متعلق محققین سلف نے بڑی بڑی تشریحات کیں مگر میں بوجہ اس کے کہ کہیں طویل کلامی نہ ہو

اُس سے صرف نظر کر کے اس موقع پر صرف انہیں اقوال پر استدلال کرتا ہوں جن پر اُن کا اجماع و اتفاق ہو چکا ہے۔ قبل ازینکہ قومی اتحاد و اتفاق اور اُس کے اسباب اور اُس کے حدود بیان کئے جائیں اس محل پر مناسب یہ سمجھا جاتا ہے کہ قوم کی تعریف کی جائے۔

جانتے کہ قوم لفظاً مفرد معنایاً جمع ہے جس کا اطلاق باعتبار تعین و غیر تعین افراد قلیل و کثیر پر ہوا کرتا ہے بصورت اولیٰ خاص ہو جاتا ہے و بصورت ثانی عام۔

گو کہ اس کا استعمال بلحاظ نسل و خاندان۔ مذہب و ملت۔ پیشہ و کسب ہوا کرتا ہے مثلاً مغل۔ پٹھان۔ شیخ۔ سید۔ برہمن۔ چھتری۔ ویش شودر بلحاظ نسل و خاندان۔ سنی۔ شیعہ۔ مقلد۔ غیر مقلد۔ وشنو سارتھ۔ رامانوج۔ بھاگوت۔ برعایت مذہب و ملت۔ اہل سیف۔ اہل صنعت و حرفت وغیرہ بلحاظ پیشہ و کسب ہر ایک ایک قوم بھی جاتی ہے۔

اور کبھی تمامی ملکی باشندے بلا رعایت مذہب و ملت و بے امارہ نسل و خاندان باعتبار اتحاد اراضی مسکونہ و ملک بالاستیعاب قوم سے تعبیر کئے جاتے ہیں چنانچہ افغانی۔

خراسانی۔ ایرانی۔ ہندوستانی۔ عرب یورپین وغیرہ وغیرہ۔

مگر بیدار مغز عظیم الشان شاہ ہندوستان محمد جلال الدین اکبر کا طرز عمل جس کو مدبران یورپ نے اپنا ایک بڑا مفید و با اعزاز قانونچہ ٹھہرایا ہے۔ صاف صاف بتلا رہا ہے کہ اُس نے باعتبار اتحاد حکومت بلارحایت مذہب و ملت و بے اعارہ نسل و خاندان لفظ قوم میں اُن تمام اشخاص کو داخل کیا ہے کہ جن کا ملک مسکو نہ ایک ہی نہ ہو بلکہ وہ ایک حکومت کے محکوم ہوں عام از نیکہ مسلمان ہوں یا ہنود۔ عرب ہوں یا یہود۔ پس عرواً باعتبار اتحاد ملک خصوصاً باعتبار اتحاد حکومت ایک قوم سمجھی جاتی ہے۔ جب قوم کی تعریف معلوم ہو چکی تو اب یہ دیکھنا چاہیے کہ اتحاد و اتفاق عموماً کن اسباب سے پیدا ہوتا ہے اور کس حد تک ہونا چاہئے کہ جس سے قوم قوم واحد کی مصداق ہو۔ پیش از نیکہ اُس کے اسباب مجملأ بتادئے جائیں یہ کہہ دینا مناسب سمجھتا ہوں کہ محبت جس کا مبدا و انس ہے من حیث الحقیقت کیا شے ہے اور اس کا تعلق کس چیز سے ہے۔

اس بحث کے متعلق محققین و مدبرین سلف نے بہت

کچھ تحقیقات کی۔ کوئی کہتا ہے کہ محبت بالطبع ہے اور کوئی
اُس کے سراین کا قائل ہے اور ہر ایک اپنے دعوے کے
ثبوت میں اقوال مستدلہ پیش کرتا ہے مگر غور کیا جاتا ہے تو
دونوں کا حاصل ایک ہی پایا جاتا ہے۔ چونکہ انسان کی اصل
فطرت میں استعداد کمال بالقوہ موجود ہے تو بالطبع وہ محتاج
اس امر کا ہو گا کہ اُسے بالفعل حاصل کرے اور اس کا حصول
بلا امداد و اعانت احد الطرفين محال و ممتنع الوقوع ہے اور
امداد بلا اجتماع غیر ممکن۔ اور اجتماع مخصوص تالیف پر موقوف۔
لہذا ہر فرد انسان اپنی تکمیل کے متعلق بالطبع محتاج و شاق
اجتماع ہے پس اس خواہش اجتماع کا نام محبت ہے۔
اور محبت عموماً افراد انسان میں بالاسباب پیدا ہوتی ہے۔
اور یہ اسباب بنظر مقاصد انسان جو تمدن سے پیدا ہوتے
ہیں چار ہیں۔ لذت محض۔ نفع محض۔ خیر محض یا میرتب
ان تینوں سے۔

گویہ اسباب من حیث التفرید و الترتیب انسان کی
باہمی محبت کے باعث ہوتے ہیں مگر قومی اتفاق کے متعلق
عموماً اتحاد اصل و خاندان۔ مذہب و ملت۔ ملک و زبان خصوصاً

اتحاد مقاصد و اغراض ایک بڑا معین مانا گیا ہے۔ اور ہر ایک قوم اُس وقت قوم واحد یا متفقہ کی مصداق ہوگی جب کہ اُس کے افراد میں باہمی محبت و الفت اس حد تک قوی ہو جو ایک دوسرے کی راحت و مسرت اور بچ و الم میں عام اندیکہ اخلاقی ہوں یا طبعی۔ قدرتی ہوں یا تمدنی شریک ہو (جس کو ہمدردی کہتے ہیں) اور اس ہمدردی کی وجہ سے ہر ایک قول و فعل عام از نیکیہ متعلق بجلب منفعت ہو یا دفع مضرت متفق علیہ عمل میں لاوے۔ چنانچہ اس کو واجب التحکیم ابو الفتح گیلانی و حکیم حامی برگزیدہ دانشمندان ہندوستان اور مسٹر بنتم حکیم آخر الزماں بنگلستان نے بھی تسلیم کیا ہے۔

جب اس سے اتحاد و اتفاق کے اسباب اُس کی حد اور قوم واحد کی تعریف روشن ہو چکی تو یہ امر قابل ملاحظہ ہے کہ قوم کو کن ابواب میں اتفاق کرنا چاہئے جس سے قوم کی بہبودی و اقبال مندی راحت و مسرت مستور ہو سکے۔ ہر چند کہ اس بحث کے متعلق محققوں نے بڑی بڑی ہو شکافیاں کیں کوئی کچھ کہتا ہو اور کوئی کچھ بتلاتا ہے مگر اس موقع پر میں وہی ابواب ماہہ الاتفاق بیان کرتا ہوں جو سلسلہ واجب التحکیم

۱۴۶
ابو الفتح گیلانی ہے وہ یہ ہیں ترقی۔ محافظت۔

اب ملاحظہ طلب یہ امر ہے کہ ترقی و محافظت کیا ہیں
اور کن شرائط و لوازم پر موقوف و مشروط ہیں اور ان دونوں اصول
کی نسبت قوم کو کیا کرنا ہوگا اور حکومت کے کیفرائض ہوں گے۔
چونکہ یہاں اس قدر گنجائش نہیں کہ ترقی و محافظت کے عام
لوازم اور قوم و سلطنت کے عام فرائض کی تفصیل سے طوالت
دی جائے لہذا صرف اس قدر کہہ دینا کافی ہوگا کہ واجب التعمیم
محققوں نے لفظ ترقی جو استعمال کیا ہے وہ ایک ایسا جامع
و بسیط لفظ ہے کہ جس میں وہ جملہ ابواب داخل ہیں جو قومی
دولت و ثروت اور سلطنت کی طاقت و اقبال کے باعث
ہیں اور اس کے مفہوم میں وہ تمامی کمالات عام ازینکہ
علمی ہوں یا عملی۔ حرفتی ہوں یا صنعتی داخل ہیں اور جب
قوم علم و عمل و حرفت و صنعت اور اس کے لازمی ذرائع کو
اس قدر توسیع دے کہ جہاں تک عقل سلیم اس کی مقتضی
و موید ہو تو کہا جائے گا کہ قوم نے ترقی کی۔

ترقی مخصوص دو شرط پر مشروط ہے۔ شایستگی۔
انتظام۔ شایستگی کے مفہوم میں نہ صرف وہ اوصاف محدود

متعلقہ ترقی بلکہ وہ اوصاف غیر محدودہ بھی داخل ہیں جن پر
فضیلتِ انسانی موقوف و مکفول ہے۔ اور فضیلتِ انسانی اس
قوائے قیاسیہ کی تہذیب پر محمول ہے جس کا وقوع و وجود
ہر نفسِ انسانی میں بالقوہ موجود و مقطور ہے اور وہ یہ ہیں۔
قوة عقلی۔ قوة غضبی۔ قوة شہوی۔

قوة عقلی کو نفسِ ملکی۔ اور قوة غضبی و شہوی کو قوائے
حیوانی بھی کہتے ہیں

قوتِ اول الذکر مبدائے فکر و تمیز اور قوائے مابعد الذکر
مقتضی تلمذ و تسلط۔ ترغیب و غیرہ ہیں۔

قوة عقلی کی تہذیب سے فضیلتِ معتدلہ حکمت اور
قوة غضبی و شہوی کی تہذیب سے فضائلِ معتدلہ عفت و
شجاعت۔ اور ان فضائلِ ثلاثہ کی ترکیب و امتزاج سے اور۔
ایک صفتِ مجموعی بھی پیدا ہوتی ہے جس کو عدالت کہتے
ہیں۔ علم و عمل مستلزم حکمت اور حکمت مستلزم عفت و شجاعت
اور عدالت ہے۔

پس باعتبارِ قوائے ثلاثہ کہ درحقیقت نفسِ الامری
افعالِ ارادی ہیں ہر شخص یا ہر قوم تین قسم پر منقسم ہوگی۔ عال۔

غافل۔ جاہل۔

عاقلاً و شائستہ وہ شخص یا وہ قوم مانی جائے گی کہ جب اُس کے افراد نہ صرف قوائے حیوانی کو مطیع و مغلوب نفسِ ناملقہ کریں بلکہ ان قوائے ثلاثہ کی تہذیب و اعتدال سے جو لازمی صفات مترتب ہوں حاصل کریں۔ اور غافل و ناہذب وہ شخص یا وہ قوم بھیجی جائے گی کہ باوجود قوائے حیوانی کے بسا با عقل سے قدمِ باہر نہ رکھے لیکن توجہ عقلی اُس درجہ کی تہذیب سے قاصر ہے کہ جس پر فضیلتِ حکمت منحصر ہے۔ اور جو شخص یا قوم مغلوب قوائے حیوانی ہو جس سے قوۃ عقلی مفقود یا مغلوب ہو جائے تو وہ جاہل (وحشی) قرار دی جائے گی۔

اس میں کچھ شک نہیں کہ شائستگی دراصل تہذیب قوائے ثلاثہ ہے مگر متعین فنِ سیاست نے شائستگی میں صرف وہی اوصاف داخل کئے ہیں جو ترقی اور اس کے بقا و قیام کے متعلق لازمی ہیں وہ یہ ہیں۔ ذکاوت۔ ذہانت۔ سرعتِ فہم۔ حسنِ تحقل۔ فکرِ محنت۔ اولوالعزمی۔ عاقبت اندیشی۔ کفایتِ شعاری۔ یہ سارے اوصاف توجہ عقلی کی

تہذیب پر منحصر اور اس کے متعلق علم و عمل مستلزم۔ اور علم و عمل کے لئے دوا امر لازم و ملزوم ہیں۔ تعلیم و تربیت۔ آسودگی و امنیت۔

تعلیم و تربیت کی تین قسمیں ہیں بدنی۔ نفسانی۔ مدنی۔
تعلیم بدنی میں حفظِ صحت۔ اور جسمانی طاقت و قوت تعلیم نفسانی میں تہذیب و اخلاق۔ اور تعلیم مدنی میں نظامِ حال ملت و دولت اور نظم امور معاش و جمعیت داخل ہے۔

آسودگی و امنیت تحفظِ حقوق پر موقوف ہے اور ان حقوق کی عام ازینکہ متعلق بجان و مال ہوں یا عزت و آبرو و دوستیں ہیں متعلق باحکومت متعلق بالتمدن۔

متعلق باحکومت وہ حقوق ہیں جو قوم و حکومت کی نسبت ہوا کرتے ہیں۔ اور متعلق بالتمدن وہ حقوق ہیں جو رعایا میں با یکدیگر پیدا ہوتے ہیں پس ان دونوں امر کا وجود انتظام سے اور انتظامِ حکومت سے وابستہ ہے۔

اس بحث سے روشن ہوگا کہ دولت و ثروت کا مدار ترقی اور ترقی کا موقوف علیہ شائستگی اور شائستگی تعلیم و تربیت اور آسودگی و امنیت پر منحصر ہے جس کے متعلق قوم و حکومت کی توجہ و معاہد

لازمی ہے۔ تاوقتیکہ قوم میں اتفاق اور حکومت میں انتظام نہ ہو ممکن نہیں کہ قوم میں ترقی اور حکومت میں اقبال مندی پیدا ہو۔ پس اتفاق متعلق بالقوم و انتظام متعلق بالحکومت ہے۔ جب اتفاق متعلق بالقوم ہے تو قوم پر واجب ہوگا کہ شایستگی کے متعلق بالاجماع اتفاق کرے اور اپنی مجموعی قوت سے علوم و فنون اور صنایعوں کی تکمیل و تحفیل و اشاعت میں ہمہ تن مصروف ہو جائے۔ جس قوم نے شایستگی اور ترقی کی نسبت بالاجماع اتفاق کیا اور علوم و فنون کے اکتساب و اشاعت میں کوشش کی نسبت اور اقوام کے بڑی دستہ رہی چنانچہ گزشتہ زمانے میں عموماً قوم یونان۔ ایران۔ روم۔ مصر اور یہود۔ خصوصاً قوم عرب اور زمانہ حال میں عموماً یورپ خصوصاً فرانس و انگلنڈ۔

اگرچہ قوم عرب سبوحیت و بہمیت کی وجہ ایسی مغلوب النفس تھی کہ جس سے حق و باطل میں امتیاز نہیں کر سکتی بات بات پر اوجھتی خانہ جنگیاں برپا کرتی اور اکثر جان پر کھیل جانے کو ایک دل لگی سمجھ گئی تھی۔ چنانچہ اونٹ کی چرائی گھوڑے کی روک ٹوک پر ایسے باہمی تنازعات

برپا ہوئے کہ جن کا سلسلہ ایک صدی تک نسلاً بعد نسل
 جاری رہا اور ایک لاکھ کئی ہزار جاہل تکف ہو گئیں۔
 مزید برآں جس نے اپنی شمشیر خوں ریز کو آب دی
 ساتھ ہی تجربہ اسے گرجتہ سخت اور اجل کے مارے پر
 ایک وار چلا دیا جو سامنے ہو گیا۔ اس پر طعنت خاص تو یہ
 کہ جس تماشائی نے مظلوم و مقتول کی لاش کو دیکھا بجائے
 افسوس قاتل کے ہاتھ کی صفائی پر مرجھا و جٹا کا نعرا
 مارا غرض یہ ساری بُرائی اور بیرحمی اُن کی ذات میں تو موجو
 تھی مگر تھا کیا کہ بہ نسبت دوسری اقوام کے تیز۔ چالاک۔
 بدن کے قوی۔ دل کے مضبوط۔ محنتی۔ جفاکش۔ بہادر اور
 جنگجوئی میں ایسے مشاق کہ کوئی قوم سربر نہیں ہو سکتی
 تھی۔ حیثیت و عصبیت کا یہ عالم تھا کہ جب کسی بہادر قوم
 یا ملک کا نام آتا تو اُن کا رو نگٹا رو نگٹا کھڑا ہو جاتا اسی حیثیت
 کا سبب تھا کہ قریب گیارہ صدی تک اپنے رقیب ویران
 پہاڑی جزیرہ نما ملک میں خود مختار و مطلق العنان رہی۔
 جب ہمارے رسول امیں باعث ایجاد تکوین محمد آرم
 حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہو

تو آپ کی بعثت سراپا خیر و برکت سے نہ صرف اُس قوم کی عظمت کی قلعی کھل گئی اور حق و باطل میں امتیاز پیدا ہو گیا بلکہ آپ کی حکمت بالغہ کی بدولت ان کا جہل و نفاق علم و اتفاق سے۔ ان کی وحشت اور بربریت۔ اہمیت و انسانیت سے تبدیل ہو گئی اور وہ سارے رسم و رواج آبائی و حرکات و سکنات جہلائی جو ہزار ہا سال سے اس قوم میں مدون و متدایر تھے کا عدم ہو گئے۔ اور پھر تو ان میں وہ باہمی تالیف و مدارات اور صلح پسندی پیدا ہو گئی کہ اگر ساری قوم کو شخص واحد سے نسبت دی جائے تو غالباً مبالغہ نہ ہوگا۔ بالآخر اس قوم میں دو امر پر اتفاق ہوا ترقی علم و فن و فتوحات ملک و مدن۔

امراول (علم و فن) کے متعلق اس قدر کہہ دینا کافی ہوگا کہ منجملہ قبائل متعددہ کے کسی نے تو صنّاعی۔ دستکاری۔ کشا و زری اور تجارت پیشگی میں اور کسی نے ریاضی۔ طبیعی۔ فلسفی۔ کیسیائی وغیرہ علوم میں روز افزوں ترقی کی داد ہی نہ دی بلکہ بہت سارے علوم و فنون جن کو اس زمانے کی قومیں اپنی محترقات سمجھتی ہیں وہ انھیں کی ایجادیں ہیں

جن سے علاوہ علوم و فنون بالا اسباب تمدن۔ طرز معاشرت۔
انتظام مدن اور آئین سیاست میں نہ صرف اہل فرنگ بلکہ
سارے جہان کی استناد و ادب آموز بن گئی۔ چنانچہ
مسٹر سڈلیو مورخ فرائض نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے جس کا
ملخص یہ ہے کہ۔

”قوم عرب ایسی فاتح الاقوام تھی کہ جس پر کوئی قوم
غالب نہ ہوئی بلکہ ساری سلطنتیں سر جھکاتی تھیں جس زمانے
میں یہ قوم ایک بڑے استقلال و استقامت کی حالت میں
تھی اُس زمانے میں اور اور قدیم سلطنتیں ایک بڑے تزلزل
و انتشار کی حالت میں تھیں۔ اور جب اس قوم میں ایک نبی
محمد عربی (صلی اللہ علیہ وسلم) مبعوث ہوئے تو آپ نے تمام اقوام کو
قوم واحد بنا دیا جس سے سب کے سب کا مسلک ایک ہو گیا۔
پھر تو اس قوم نے اپنی مملکت کے پیر کچھ ایسے
پھیلائے کہ اسپین کے دریا ئے تاج کی
دریا ئے قانج تک جا پہنچی اور اپنے مدن اور سیاست
کی خوبی کے جھنڈے اُونچے اُونچے میناروں پر گاڑ دیئے۔
اور ان کی بیدار مغزی سارے کمالات انسانی میں ساری

وطاری ہو گئی جس سے اُن کی متاعیوں اُن کی ایجادوں کا
 شہرہ یورپ تک پہنچ گیا۔ اُن کی عمارتوں کے آثار سے معلوم
 ہوتا ہے کہ وہ بڑے بڑے کاریگر اور صنّاع تھے۔ جس وقت
 طبِ کیمیاء، زراعت، فلاحت، تاریخِ طبیعی اور سارے
 علومِ طبیعیات ان کے ہاتھ آ گئے تو انہوں نے اور کمالات
 کو مستزاد کر دیا۔ حالانکہ بخلاف علومِ عقلیہ ایسے علوم و فنون
 کے اکتساب میں انہیں توجہ نہ تھی تاہم من ابتدائے قرن
 ہفتم لغاتہ قرن یازدہم ایسی چھان بین کی جس سے ان
 میں از سر نو ایک عجیب و غریب روح پیدا ہو گئی بغداد و بصرہ۔ قمر
 قردان۔ مصر۔ فارس۔ غرناطہ۔ قرطبہ۔ صنفیان علوم و فنون
 اور صناعی کے مرکز بن جاتے تھے جہاں کہیں کمالات علمی
 و فنی و صناعی پھیلے ان ہی شہروں سے پھیلے۔ اور یہاں
 کے باشندے علوم و فنون اور تمامی کمالات میں ایسی بازی
 لے گئے تھے کہ یورپ کے عیسوی عالم و شاعر جب تک اُن
 سے تلمذ اور خوشہ چینی نہ کرتے تو ان کی لیاقت مسلم الثبوت
 نہ ہوتی۔ یہ وہ زمانہ تھا جس میں یورپ کی قوموں کو جہل کی
 ظلمت سے علم کے اُجالے میں آنا اور دریائے وحشت سے

پار اترنا غیر ممکن الوقوع تھا۔

غرض قوم عرب کی علمی ترقیاں جہاں تک ہمیں معلوم ہیں گویا عرب کی اُس اصلی فضیلت کا ایک شمع ہے جس کا آج تک ہمیں علم ہی نہیں۔ اور علوم و فنون اور دیگر کمالات جو یورپ کی قوموں نے حاصل کئے قوم عرب سے ہی حاصل کئے۔ اور اب بھی قوم عرب ہمارے سارے فضائل و کمال کا سرچشمہ ہے۔ اور جن کمالات کو ہم سمجھتے تھے کہ یہ دوسری اقوام کے ایجادات ہوں گے اب ہمیں ان کی کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ دراصل اُن کے موجد و مخترع اہل عرب ہی ہیں اور تمامی کمالات علمی۔ عملی۔ فنونی۔ صناعی۔ دست کاری۔ طرز تمدن۔ طریقہ معاشرت۔ آئین سیاست میں وہ ہمارے معلم اور ہم ان کے متعلم ہیں۔“

مسٹر تہری ساکن اسکاٹلنڈ نے اپنے پکھر میں لکھا ہے کہ۔

”جس طرح آفتاب اپنی منیا بخش چمک و مک سے تمام عالم پر روشن ہے اور جس سے کسی فرد بشر کو انکار و ایا نہیں۔ علیٰ ہذا اقوام عرب کی تعجب خیز علمی و فنونی ترقی

اور حیرت انگیز فتوحات و کشور کشانی بھی سارے عالم پر ظاہر ہے جس سے کوئی منصف مزاج یورپین منکر نہیں ہو سکتا اور نہ اس سے بھی کسی کو اسخار ہے کہ قوم عرب کی علمی و فنی شجاعتیں ممالک یورپ کو ظلمت جہل سے اُجالے میں لائیں جس سے یورپ کی مختلف قومیں اپنے نام مثل ستاروں کے آسمان پر لکھ رہی ہیں۔ تہذیب و شائستگی میں بھی دنیا کی تمام قوموں کی سر تاج ہے۔ چونکہ قوم عرب کی علمی و فنی ترقیات اور ملکی فتوحات کے ثبوت میں متعدد تواریخ موجود ہیں جن کی تنکرات کی ضرورت نہیں لہذا قوم عرب کے طرز تمدن اُن کے اخلاق و عادات اُن کی بیدار مغزی اُن کی سیاست و انتظام ملکی بیان کیا جاتا ہوں جس کو دوسروں نے لکھا ہی نہیں مگر لکھا بھی ہے تو ایسے مجمل و مہمل طور پر جس سے صاف و صریح تعصب و نا انصافی مترشح ہوتی ہے۔“

اس کے بعد منصف کچھ ار نے تقریباً سو صفحہ میں قوم عرب کے عام اخلاق و عادات کا تذکرہ کیا ہے۔ مگر میں اس موقع پر صرف اُس فقرے کو گوش گزار کرتا ہوں۔

جہاں کچھ ارنے قوم عرب کے آئین سیاست عدل و نصفت
پر امتتام کیا ہے۔

وہوہذا

”قوم عرب کو اوصاف ماسبق میں ایسا تو غل و تفوق
حاصل تھا کہ اہل یورپ کو نصیب ہی نہیں۔ اُن کے اخلاق
و مروت اُن کی فیاضی اُن کی قومی ہمدردی اُن کے عدل و نصفت۔
اُن کے آئین سیاست مصر و اسپین کی سرسبزی سے روشن ہو گئے
جس کو انہوں نے کیسی خراب و خستہ حالت میں پایا اور پھر
کس اعلیٰ درجہ کی سرسبزی و شادابی اور آبادی کا مرکز بنادیا۔
ملک مصر کا محاصل اُن کے رسول کے جانشین دوم کے
زمانہ میں چودہ ملین دینار تک پہنچ گیا تھا جس کے ستر کروڑ
فرنکا (یعنی فرانک جو فرانس کا ایک نقوی سکہ ہے۔ م)
ہوتے تھے۔ اور منجملہ رقم مذکورہ انیس کروڑ پندرہ لاکھ فرانک
خزانہ عامرہ میں داخل ہوتے تھے۔ اور اسپین کا محاصل
(۸۰) کروڑ (۱۳) لاکھ فرانک تھا جس میں سے بد منہائی
مخارج نظم مملکت برٹش کروڑ دو لاکھ فرانک خزانہ عامرہ میں
جمع ہوتے تھے۔ اور ۱۵۱۷ء یعنی سلطان سلیم اول شاہ ترکی کی

فہمیابی کے زمانہ سے اب تک شاہان ترک سے ہر سلطان نے اپنے عہد حکومت میں مصر کی سرسبزی و شادابی کے متعلق بڑی بڑی ترسیہیں کیں اور داغی قوتیں صرف کیں۔ مگر (۵ء) لاکھ پونڈ سے (جوسات کروڑ پچاس لاکھ روپیہ کے مساوی ہونا لکھا ہے جس سے ظاہر ہے کہ اس زمانہ میں پونڈ کا نرخ دس روپیہ کھد ارتھا) ایک پائی کی بھی افزائش نہیں پائی جاتی حالانکہ زمانہ ابتداء میں اس کا محاصل چار گونہ بڑھا ہوا تھا۔

ملک اسپین میں ۱۷۰۰ء سے اب تک جس کو تین صدی سے زیادہ عرصہ ہوتا ہے مختلف خاندانی حکام فرارزوا رہے اور ہر ایک نے اپنے عہد حکومت میں مالی ملکی محاصل کے متعلق بڑی بڑی کوششیں کیں اور کر رہے ہیں بہت سارے مضافات اس میں ضم کر دیے گئے اور اقسام کی جائداد کے ٹکس ٹھرائے گئے اور جواہرات کے معدنیات برآمد بھی ہوئے تو بھی اس کا محاصل پچاس کروڑ فرانک ہی رہا۔ بخلاف اس کے عہد اسلام میں تو کوئی ٹکس کا قاعدہ تھا نہ معدن نکلے تھے تاہم اس کا محاصل بہ نسبت زمانہ حال کے

دو حصہ مزید قریب تھا۔“

امردوم (قوم عرب کے فتوحات ملک و مدن) کے متعلق اس قدر کہہ دینے پر اکتفا کرتا ہوں کہ ان کی علمی و تمدنی ترقیاں جس طرح تعجب خیز ہیں علیٰ ہذا ان کی ملکی فتوحات بھی حیرت انگیز ہیں۔ اور وہ یہ ہیں کہ انہوں نے علاوہ مقبوضہ موردی کے اپنی سلطنت کو قریب دو ہزار فرسخ کی توسیع دی اور ان کے فتوحات و کشور کشائی کا سلسلہ تیسری صدی تک جاری رہا جس سے نہ صرف دمشق سے پورے شمال کی سرحد اور ایشیائی کوچک و قسطنطنیہ۔ دمانہ۔ اندلس۔ وسط فرانس بلکہ مشرقی جانب ایران سے ہندوستان تک ان کے ممالک محروسہ میں داخل ہو گئے اور سلطنت اسلامیہ قائم ہو گئی۔ چنانچہ شیخ احمد زرافعی مصری نے قرۃ العیون (جس کو فرانسیسی زبان سے ترجمہ کیا ہے) میں اور وزیر اعظم فرانس نے تاریخ دروی میں لکھا ہے کہ۔

”مسلمانوں نے آٹھ سال کی مدت میں جتنے ملکوں پر فتح فاش پائی رومی تو رومی بلکہ متعدد قومیں بھی کیوں نہ ہوں اگر متفق ہو جاتیں تو بھی ممکن نہ تھا کہ اس مدت قلیل میں اتنے

مالک کثیر کامیاب ہو جاتیں۔“

اور ایک مورخ فرانس نے بحوالہ تاریخ ابن خلدون لکھا ہے کہ۔

”ان کی ملکی فتوحات کا موازنہ اس سے ہو سکتا ہے کہ اہل اسلام ایک صدی میں اس قدر غیر محدود ممالک پر قابض ہو گئے تھے کہ جن کا حاصل ایک پدم چالیں کروڑ سکے فرائض تھا جس کو فرانک کہتے ہیں۔“

یورپ کی اقوام قبل ازینکہ مہذب اور شائستہ ہوں ظلم و جہل کی تاریکی میں ایسی مبتلا رہیں کہ اُن کی رہنمائی متعسر الوقوع تھی چنانچہ اس کی تصدیق کے لئے خود انہی کی تاریخیں جو اس وقت ہماری پیشی میں موجود ہیں کافی ودافی ہیں۔ جس زمانہ میں قوم عرب سارے علوم و فنون سے فارغ ہو گئی تھی تو اُس زمانے میں قوم یورپ الف ابجد سے بھی واقف نہ تھی جس زمانے میں وہاں تہذیب و شائستگی کا آفتاب رو بہ نصف النہار تھا تو اُس زمانہ میں جہل و نفاق کی تاریکی نے قوم یورپ کو ڈھانک لیا تھا جب وہاں سکے عدل و انصاف رائج ہو گیا تھا

تویہاں ظلم و ستم کا بازار نمونہ حشر و کھلا رہا تھا۔ چنانچہ صرف
سحر کے دہم و گمان پر تین لاکھ اکیس ہزار جانیں تلف ہوئیں
جس سے کئی ہزار آدمی زندہ درگور اور کئی ہزار نذر نار و وقف
قید و قتال ہو گئے۔

سنہ ۱۰۹۰ء میں پطرس نامی ایک عیسوی پادری نے
برنباؤ جوٹ و دولوہ مذہبی بعزم تسخیر بیت المقدس جنگ و
جہاد کی بنیاد قائم کی جس میں بہت سارے فرانس اور اٹلی
والے صلیب پرستوں نے پادری صاحب کی تحریک پر
متفق العناں ہو کر بدفعات اہل اسلام کے مقابل میں بڑی
بڑی یورشیں برپا کیں جس کا آخری نتیجہ ہوا کہ سنہ ۱۰۹۹ء تک
چالیس لاکھ سے زیادہ عیسائی مارے گئے۔

اس میں کچھ شک نہیں کہ مجاہدین مصر حرمہ القدر
ایک سو اسی سال تک فریقین میں بڑی بڑی حملہ آوری معرکہ
آرائی رہی۔ مگر اس عرض مدت میں اہل یورپ عرب کے
ہاتھوں ایسے زیرِ مشق رہے جس سے قواعد فوج کشی و
معرکہ آرائی اور بہت سارے علوم و فنون ایجاد و اختراعی
میں بڑے بڑے تجربات حاصل کر لئے۔ چونکہ ان کا ستارہ

اوج اقبال پر تھا اس لئے اٹلی۔ فرانس۔ جرمن۔ انجلیٹڈ۔

ہم یہ بات قرار پائی کہ مثل اہل اسلام اپنے ملک میں بھی علوم و فنون شایع کریں۔ پس اسی بنیاد پر ۱۲۳۷ء میں انہوں نے اپنے ملک میں سوسائٹیوں قائم کیں اور ہر ایک سوسائٹی سے ہزار ہا طالب علم سوسائٹی کے اخراجات سے مصر۔ قباد و مشق۔ بصرہ۔ قرطبہ۔ غرناطہ کے مدارس میں داخل ہونے اور کمالات علمی حاصل کرنے اور اپنی زبان میں ترجمہ کرنے اور اپنے ملکوں میں مدارس کھولنے لگے حتیٰ کہ انہیں علوم و فنون ایجاد و اکتسابی کے قیاس و اساس پر اپنی قوت وجود۔ زور طبیعت اور ذہن و ذکاوت سے اور اور ایجادات و مخترعات کے بھی موجد و مشاہیر مشاق و ماہرین گئے حتیٰ کہ آج روئے زمین پر کوئی اُن کا ہسیم و عدیل نہیں رہا۔

اس مختصر تاریخی بیان سے روشن ہو گا کہ اقوام متذکرہ صدر پیش ازینکہ مہذب ہوئیں دریائے توحش میں ایسی متلاطم تھیں کہ جن کا پُرانا زمانہ نامکمل تھا۔ جب زمانے نے اتفاق کا رنگ ڈھنگ بھایا ملک میں رفاہ و امنیت قوم میں تعلیم و تربیت اور علوم و فنون کی اشاعت ہونے لگی تو قوم نے تمدن و تنعم میں جو

حیرت انگیز ترقیاں حاصل کیں اسی اتفاق و یک دلی کے
اصول ترقی پر مصداق ہے۔ ۷

دولت ہمہ ز اتفاق خیزد
بیدولتی از نفاق خیزد

جب اس سے قومی فرضیہ متعلقہ ترقی (اتفاق) مع فوائد
و نتائج کما فیہی روشن ہو چکا تو اب اس امر کی ضرورت
ہوئی کہ وہ دوسری شرط متعلقہ ترقی بیان کی جائے جس کا
تعلق حکومت سے ہے وہ کیا ہے انتظام ہے۔

پیش ازینکہ انتظام کی تعریف بتلا دی جائے اس
امر کا اظہار کر دینا مناسب سمجھا جاتا ہے کہ قوم محکوم کی ترقی
حکومت کی بہبودی و اقبال مندی کے لئے کس درجہ تک
مفید مانی گئی ہے اور اس کے متعلق حکومت کس طرح موید
ہوتی ہے۔

اس کے متعلق ممبر بلکیشن نے بابتجاج ہو جس
لکھا ہے کہ۔

”یہ امر من مسلمات سے ہو گا کہ ہر دولت و حکومت کا
اصل مقصود اقبال و استقامت ہے تو ہر قوم و ملت کا دلی

نشا، راحت و مسرت ہوگا۔ پس طرفین کے مقاصد کی تکمیل کے لئے قومی ترقی لازمی ہے اور ترقی کا لازمہ حکومت ہے۔ مثلاً حکومت جس سے مرا و جماعت حکام یا حاکم واحد کے مجموعی اختیارات ہیں بمنزلہ ایک کل کے ہے تو قومی شاہیگی مثل اس قوت محرکہ کے ہوگی جس سے وہ کل بخوبی چل سکے۔ پس قومی شاہیگی قومی ترقی کے دو سبب ہیں۔ اطمینان و امنیت۔ تعلیم و تربیت۔

سبب اول نباء حکومت میں داخل ہے اور سبب ثانی گو نباء حکومت میں داخل نہیں مگر چونکہ قوم و حکومت کے اغراض و مقاصد کے لئے اس کا وجود مستلزم و مستلزم ہے لہذا متعلق بالکومت والا تنظیم ہے۔ اور انتظام اس عملی تدبیر اور کارروائی کو کہتے ہیں جو قوم و حکومت کے اغراض و مقاصد کی تکمیل کے لئے موضوع ہو مگر عند الحقیقہ اس کی جامع و مانع یہ تعریف قرار پائی ہے کہ گروہ محکوم میں نہ صرف موجودہ محال و مصالح رہیں بلکہ وہ مصالح و محاسن بھی پیدا ہو جائیں جو قوم و حکومت کے اغراض و مقاصد کے لئے درکار ہوں پس ہر مہذب حکومت یا ہر انتظام سیاست گروہ محکوم کی ترقی کیلئے

من وجہ الاثنین مفید و موثر ہے۔

بوجہ تعلیم و تربیت (جس کا اثر قوائے ظاہری و باطنی پر

ہوتا ہے) تہذیب و شائستگی کا ذریعہ ہے۔ اور

بوجہ تنظیم و تحفظ (جس کا اثر معاملاتِ دنیہ پر ہوتا ہے)

اطمینان و امنیت کا واسطہ ہے۔

وجہ اولیٰ کے متعلق نہ صرف سرشتہ اشاعت موضوع بلکہ سرشتہ تعلیم

بھی مفتوح ہے سرشتہ اول لٰذکر ان جرایم و مستقائم کے انسداد کا باعث

ہے جس کا تعلق بالا ریشکاب یا بالفعل ہو تو سرشتہ آخر لٰذکر

آن قبل الخ کے دفتیہ کا باعث ہوگا جس کا تعلق بالاستعداد

یا بالبقوۃ ہو جس سے عقل۔ اخلاق۔ عمل اور کارگزاری کی تکمیل

ہوتی ہے اور ان ہر دو سرشتہ حالت کی ترکیب و اعتدال سے

وہ اوصاف پیدا ہوتے ہیں جو شائستگی کے لئے مخصوص ہیں۔

وجہ ثانی کے لئے جوامر خاص طور پر لازم ہے وہ

اشاعت قوانین رفاہ ہے۔ قوانین رفاہ عام میں نہ صرف

وہ تمامی قوانین جو قوم محکوم کے باہمی حقوق اور ان حقوق کے

حدود کے متعلق ہوں بلکہ یہ بھی داخل ہے کہ قوم و حکومت کے

باہمی حقوق اور اُس کے حدود کے متعلق ہوں۔

اس میں کچھ شک و شبہ نہیں کہ انتظام سیاست قوم و حکومت کے مقاصد و اغراض کی تکمیل کا واسطہ اور تمدن و ترقی کا بڑا ذریعہ مانا گیا ہے۔ مگر تا وقتیکہ خود حکومت میں اتنی قابلیت اس امر کی نہ ہو کہ اپنے مقاصد اور قومی اغراض کو بخوبی سمجھ سکے اور رعایا کی موجودہ لیاقتوں کے ذریعہ سے اپنے عمدہ مقاصد کو انجام دے سکے اور اگر وہ محکوم میں اقل درجہ مختلف اوصاف کی اس قدر شائستگی و لیاقت پیدا کر دیے جو طرفین کے اغراض کے لئے ممکن ہو تو ممکن نہیں کہ قوم و حکومت میں ترقی و اقبال مندی پیدا ہو۔

پس اس موقع پر ترکی سلطنت کی ترقی و تنزل کا تذکرہ بنما و نظیراً پیش کیا جاتا ہے جس سے کالبد نظر ظاہر و متبہا در ہو جائے کہ دولت و حکومت قوم و ملت کی ترقی و اقبال مندی کا موقوف علیہ لیاقت ہی لیاقت ہے۔ تا وقتیکہ حکومت کی توجہ اس امر خاص پر مبذول و متمشی نہ ہو ممکن نہیں کہ طرفین میں ترقی و تنعم اور تسلط پیدا ہو۔

ترکی سلطنت

حکومت ترکی کی کوئی ایسی تاریخیں اور تفصیلی حالات

ہمدست نہیں ہوئے۔ جن سے اُس کی ترقی و تنزل کی حقیقت و ماہیت منکشف ہوتی۔ مگر صیب افندی ترکی کے روزنامچہ (حالات السلاطین) سے جس کا ترجمہ حکیم محمد باقر مصری نے کیا ہے معلوم ہوا کہ ۱۶۹۹ء میں غازی عثمان خاں فاتح اول نے اپنی اولوالعزمی سے سلطنت کی بنیاد قائم کی اور اُس مقدس سلطان کے ستائیس سالہ عہد حکومت سے ۱۷۵۷ء تک جس میں یکے بعد دیگرے پچھ سلطنتیں تبدیل ہوئیں حالت سلطنت جیسی کچھ تھی تھی۔ کمالا نخی۔ مگر اس عرض مدت میں ان مقدس و تبرک سلاطین کو خاٹت داخلی و خارجی کی نسبت ایسی سرگرمی و سرکہ آرائی رہی کہ جس سے قوم و حکومت کی تہذیب و شائستگی کی جانب توجہ کرنے کا پورا پورا موقع نہ ملا۔ تاہم ۱۷۶۷ء میں سلطان غازی ارخاں نے جو سلاطین عثمانیہ کے دوسرے سلسلہ میں ہے۔ پیاس تعلیم و تہذیب قوم با انتخاب داؤد قیصری شارح قصص الحکم۔ و علاء الدین شاح و قایہ وغیرہ مقام ازہنق میں ایک نہایت وسیع مدرسہ قائم کیا جس کی شاخیں بعض بعض اضلاع میں دوڑ گئیں۔ علیٰ ہذا اُس کے جانشینان مابعد سلطان غازی مراد خاں و بایزید خاں و سلطان

سیمان و محمد خاں اول و مراد خاں ثانی نے اپنے اپنے عہد حکومت میں مختلف مقامات پر مدارس کھول دیئے تھے۔ مگر سلطان غازی فاتح محمد خاں ثانی نے ۷۵۵ھ کے اخیر میں تختِ موردی پر جلوس فرما ہو کر بغلہ ہی عہدہ داران پر فہم و فراست و منتلمان سراپا درایت نہ صرف انتظامِ ملکی و قوتِ فوجی کو آراستہ و پیراستہ کر دیا بلکہ سرشتِ تعلیمات کو بھی بہت کچھ توسیع و ترقی دی۔ چنانچہ ۸۶۱ھ میں تعداداً ایک سو علی و فنونی مدرسے اضلاع ماتحت میں کھولے گئے۔ صرف و نحو۔ منطق۔ علمِ کلام۔ فقہ۔ علمِ فصاحت و بلاغت۔ اقلیدس۔ ہیئت۔ ہندسہ۔ حدادی۔ فنِ جریب و غیرہ علم و فن مایعقل بہ الملک والمدن سکھائے جاتے تھے۔ اور پھر ۸۷۵ھ میں ایک ایسی بڑی عظیم الشان یونیورسٹی قائم ہوئی جس کے ماتحت بارہ کالج اور ہر ایک کالج کے ساتھ جداگانہ بورڈنگ (دارالاقامہ) بھی موجود تھا جس کے مدرس علاء الدین طوسی۔ خواجہ زاہد۔ تاج العبد الکیم۔ محمد بن مصطفیٰ۔ احمد بن عمر شیرازی وغیرہ بڑے علماء و فضلاء تھے۔ چونکہ سلطان فاتح محمد خاں ثانی ایک عاقل مدبر۔ عدل گستر۔ ہنر پرور سلطان تھا لہذا بعد فراغِ علوم و

فنون خطابات دانشمند و خدمات ارجمند سرسراز و متاد فرمایا کرتا تھا۔ اور اس سلطان عظیم الشان کے بعد اس کے جانشین سلطان بایزید خاں ثانی اور سلطان یادرسلیمان خاں بھی اپنے چل سالہ عہد حکومت میں باتباع محمد خاں ثانی ابواب معرۃ القدر میں میں بہت ساعی و سرگرم رہے۔

گو کہ یہ بات تسلیم کی جاتی ہے کہ ۵۵۰ء عہد فیض مہد سلطان محمد خاں ثانی سے ۹۲۶ء رماذیمینت جتنامہ سلطان یادرسلیم خاں تک سررشتہ تعلیمات کی وسعت۔ علوم و فنون کی اشاعت۔ طلباء کے ہجوم و کثرت کو نہایت خلوتو تھا مگر ملکی و قومی ترقی کے متعلق صرف اس قدر کسر تھی کہ نہ تو قومی آزاد نہ احکام شرع کی پوری پابندی اور نہ حفظان حقوق و نفوس کی ہی بابت کوئی قانون یا کوئی دستور العمل تھا۔ نہ حکومت شائستہ اور مہذب تھی نہ لیاقت شاعر متظان دولت کا وجود تھا جس سے عامہ رعایا کو با امن اطمینان نصیب ہوتا۔ خرید و برائے عامہ رعایا و برابری جابرانہ حکومتوں میں مبتلا تھی۔ ایک حکومت علمائی۔ دوسری حکومت لعرائی۔ تیسری حکومت شاہی۔ اور ان تینوں کے احکام و آراء باہمی ایسے مخالف و متضاد تھے کہ جس سے

نہ صرف رعایا برائے ادبیں گریاں دتلاں تھی بلکہ خود سلطان قوت
عموماً علما و امرا خصوصاً سپاہ داران فوج یگیچری کی قوت جبروتی
کے دباؤ سے از حد مجبور و حیران و پریشان تھے۔ لہذا قوم و حکومت
کو کوئی مفید و موثر ترقی نصیب نہیں ہوئی۔

(مولانا شبلی نعمانی نے اپنے سفرنامہ روم و مصر و شام کے
صفحہ ۹۷) میں فوج یگیچری کے متعلق تحریر کیا ہے کہ

”ترکوں کی تاریخ میں یگیچ چری کا لفظ نہایت اہمیت
لفظ ہے۔ سلطان آرخاں نے جو سلطانین ترک میں دوسرا
تحت نشین تھا ۶۳۳ھ میں حکم دیا کہ اس سے جو
ہر سال کثرت سے گرفتار ہو کر آتے تھے ایک خاص تعداد
منتخب ہو کر ایک فوج طیار ہو۔ حاجی بکتاش نے جو سلطان کا
مرشد تھا اس فوج کا نام یگیچ چری رکھا جس کے معنی
ترکی زبان میں فوج جدید کے ہیں۔ فتوحات کی کثرت سے
اس فوج کی تعداد میں معتد بہ اضافہ ہوتا گیا یہاں تک کہ دو
تین نسل کے بعد یہی فوج حکومت کی دست و بازو بن گئی۔ یہ
عجیب بات ہے کہ اگرچہ یہ گرفتاران جنگ عموماً عیسائی نسل سے
ہوتے تھے اور فوج میں داخل ہو کر بھی مدتوں اپنے قدیم

مذہب پر قائم رہتے تھے تاہم ترکی حکومت کے ساتھ ان کو یہ اخلاص تھا کہ خود ترکوں کو اس سے زیادہ نہیں ہو سکتا تھا۔ ترکوں نے جو ایک مدت تک یورپ کو اپنا صید گاہ بنا رکھا تھا وہ ان ہی جاں بازوں کی بدولت تھا۔ ۱۸۲۶ء میں جب سلطان محمود نے یورپ کے اصول پر فوج کو مرتب کرنا چاہا تو ان لوگوں نے بغاوت کی۔ سلطان نے ایک جدید فوج پہلے سے تیار کر رکھی تھی۔ اہل شہر نے بھی شاہی جدید فوج کا ساتھ دیا۔ غرض خاص قسطنطنیہ میں ایک سخت معرکہ ہوا۔ اینک چری فوج بالکل برباد ہو گئی اس کے ساتھ شاہی فوج کو بھی سخت نقصان پہنچا اور وزیر اعظم اور شیخ الاسلام جان سے مارے گئے۔ (مولف)

جب سلطان خازی سلیمان خاں صاحب قران ۱۹۲۶ء میں رونق افروز مسند شاہی ہوئے تو موافعات ترقی پر غور کر کے علی الفور اندرونی باغیوں کا انسداد اور علماء و امرا کی قوت جبروتی کا اغطاء کر دیا جو نہ صرف ملکی و قومی تہذیب و ترقی کے مانع قوی بھی جاتی تھی بلکہ جس کے مقابل خاص سلطان الوقت کی قوت دھمکرائی، بیچ مانی جاتی تھی۔ پھر تو

سلطان نے خاص دارالامارہ میں ایک مجلس شوریٰ جس کو
 فی زمانہ کونسل کہتے ہیں قائم کی جس کے ممبر تقریباً ایک سو
 مدبرین و مشاہرین و اکابرین وقت سے کم نہ تھے۔ ان کا فرض
 منصبی یہ تھا کہ انتظام مملکت و غیرہ کے مسائل کا حل و عقد
 اور نیز ان رسائل و ذرائع کے ہم پہنچانے پر وقتاً فوقتاً مصروف
 رہیں جن پر حکومت کا استحکام و اقبال مندی اور ملکی و قومی
 ترقی و دولت مندی منحصر ہو۔ چنانچہ ایک ہی قرن میں اسی
 کونسل کی بدولت علوم و فنون کی اشاعت کا اہتمام۔ مال و
 عدالت کا عمدہ انتظام۔ اعلاء قوانین رفاہ عام۔ رعایا برابری
 آزادی۔ افواج بروجر کے قواعد کی ترتیب۔ دآراستگی وغیرہ
 وغیرہ امور متعلقہ ماہ الامدین میں تعجب خیز ترقیاں و کارستانیاں
 دکھائی دیں۔ پھر تو قوم و ملت دولت و حکومت نے آٹافاناً
 ایسی کچھ حیرت انگیز ترقی کی کہ جس کی یادگار صفحہ روزگار سے
 کبھی محکوک و مشکوک ہوئی ہے نہ ہوگی۔ غرض ملک و ملت کی
 یہ حالت تھی تو مالک ملک کی وہ شان و شوکت کہ کوئی یورپین
 بادشاہ صاحبقران کو مخاطب نہیں کر سکتا تھا بلکہ اُس کے وزیر
 ابراہیم پاشا کی اخوت کو غنیمت اور مایہ فخر و سعادت سمجھتا تھا۔

چنانچہ مٹرہنری نے اسی سلطان صاحبقران کی عظمت و شان کی تعریف کی ہے کہ ”سلطان آف ٹرکی ازاے لائن آف ہرڈومینین اینڈ اے ییگر آف یورپ“ یعنی سلطان ترکی اپنے ممالک کا برادر یورپ کا شیر ہے۔

الحاصل ۱۶۹۹ء عہد فادی سلطان عثمان خاں فاتح اول سے ہلالِ اقبال اسلام مرئی ہو کر ۱۷۴۳ء عہدِ خجستہ عہد فادی سلطان سلیمان خاں صاحبقران تک بدر ہو گیا اور ۱۷۴۳ء میں وفاتِ صاحبقران سے ۱۷۵۵ء آخر عہد سلطان فادی مصطفیٰ خاں ثانی تک جس میں مرۃ بعد اخر اذکرۃ بعد اولیٰ گیارہ سلاطین عظام کی سلطنتیں قائم ہوئی تھیں۔ قوم و ملت۔ دولت و حکومت کی ترقی کی حالت جیوں تیوں رہی۔ اگرچہ اس عرصہ مدت (ایک سو اکتالیس سال) میں کوئی ایک دہ سالہ زمانہ ایسا نہیں گزرا کہ جس میں اندرونی بغاوتیں اور بیرونی یورشیں اور تنزل و تنزل کی علامتیں نہ پیدا ہوئی ہوں مگر چونکہ ترقی یافتہ مہذب ملک و قوم کا ایک بیک اعلیٰ سے اسفل کی طرف رجوع ہونا ایک ایسا امر ہے جس کا وقوع محال دہی لیکن دشوار ضرور ہوگا۔ لہذا تنزل و تنزل کے

آثار ایسے ظاہر نہیں ہوئے جس سے قوم تباہ اور ملک
برباد ہوتا۔

جب سلطان مصطفیٰ خاں ثانی کے جانشین سلطان
احمد خاں ثالث شاہ اللہ میں مندرائے حکومت ہوئے تو
باغیوں کی قوت برقرار رہنے سے اہل شوریٰ کے اقتدارات
محدود ہی نہیں ہوئے بلکہ بجائے اہل شوریٰ قاطبۂ ایسے
اشخاص منتخب کئے گئے جو ان کے مسلک کے موید تھے۔
غرض لائق و فائق سچے خیر خواہ حکام۔ ناصح دولت خواہ اور
بیدار منہر اہل انتظام جاں نثار عمائدین دولت۔ جانباز امر
سلطنت خاندانین و وظیفہ یاب اور جلا وطن۔ اور نا اہل نا قا
اندیش انتظامی خدمات اور صوبہ جات پر مامور کئے گئے۔
چنانچہ خلیل نامی سپاہی جو باغیوں کا سردار تھا وزیر بن گیا
اور خلیل نے اپنے یونانی دوست کو جو پیشہ کا قصاب تھا
مالدیویہ کی صوبہ داری پر مقرر کیا پھر تجدید حکام کی بن آئی۔
خلیل آفندی نے با تفاق حکام جدید بخیل اس کے کہ کہیں
امراء قدیم اور ان کی نوخیز اور لائق اولاد اپنے غیر مترقب
مناصب و مراتب میں ذلیل و دست انداز نہ ہو جائے تحفیف

سررشتہ تعلیمات نہ صرف طریقہ امداد و عطائے خدمات و خطابات
 یک نخت موقوف کر دیا بلکہ خلافاً لشرع و بائکھس قانون نامہ
 مرتبہ صاحبقران نئے نئے آئین و احکام کھڑے کر کے حقوق ذاتی
 اور رعایا کی آزادی میں ایک بہت بڑا رخسہ ڈال دیا۔ شدہ شدہ
 ان لوگوں کی پارٹی نے کچھ ایسی تعزیت پائی جس سے
 سلطان کا عزل و نصب ان ہی کے ہاتھ رہا۔

جب نظامے دولت کی یہ بدخواہی مٹی تو بقول ”جو
 کھڑا کعبہ بر خیزد کجا ماند مسلمان“ امراءے دولت میں تخت
 و تاج سلطانی کی خواہش پیدا ہو گئی اور افسران فوج یں گ چری
 ان دیہات و تعلقات و اضلاع کے خود مختار حاکم بن گئے
 جو فوجی تنخواہ کے متعلق تھے۔ اور ماتحت کا ہر ایک صوبہ براہ
 یعنی و عناد جا دہ اطاعت و انقیاد سے منحرف ہونے لگا اور
 بقائے دولت جہاں تک ممکن تھا فوج کشی کر کے بہت سارے
 صوبہ جات پر تصرف ہو گئے۔

الغرض من ابتداء ۱۱۵۰ھ لغایۃ ۱۲۲۲ھ آخر عہد
 سلطان مصطفیٰ خاں راج کچھ ایسی درونی یورشیں اور شورشیں
 برپا ہوئیں جن سے قوم اور ملک خزانہ اور رعیت کو سخت

اس مختصر تاریخی بیان سے روشن ہوگا کہ حاکم وقت

کی فراست شایستہ و مہذب عہدہ داروں کا وجود۔ سچے
خیر خواہان دولت کی داناتی و درایت پر رشتہ تعلیم کی توسیع۔
قوانین رفاہ کی توشیح اور عمدہ اصول آئین سیاست اور قومی
آزادی وغیرہ کچھ ایسے اسباب تھے جس سے روز بروز قوم
ولت۔ دولت و حکومت کی ترقی و بہبودی متصور تھی۔

جب زمانہ کے انقلاب سے یہ سارے اسباب
معکوس و منقلب ہو گئے تو پھر قوم و سلطنت میں تنازع و تزلزل
ہوتے ہوئے خاص کر سلطنت کی حالت جس کے سامنے
سارے ممالک یورپ سر جھکتے تھے کانپتے اور سلطان کو
ہانکے پکارے ٹیگراف یورپ کہا کرتے تھے کچھ ایسی متغیر
و تبدیل ہو گئی تھی کہ جس کو خود رقیب موروٹی (زارنکلس)
نے مرد بیا قرار دیا ہے تو مٹر گلاؤسٹون یہ علاج تیار ہا ہی
کہ ”سلطان مع قوم ترک اپنی گدی کٹھری سنبھالے انباے
باسفورس سے پرے ایشیائی حدود میں جا بکھے۔“

الغرض جن حکومتوں نے اصول متذکرہ صدر کی

نسبت جہاں تک توجہ کی اور جو حکومتیں اوصاف ماضی سے متصف ہیں وہ اعلیٰ درجہ کی دولت مند اور اقبال مند ہیں چنانچہ زمانہ سلف میں اسلامی سلطنتیں اور زمانہ حال میں یورپ کی حکومتیں۔

اس موقع پر مناسب سمجھتا ہوں کہ چند خاص حکومتوں کے تاریخی واقعات خاص کر ان کی بیدار مغزی و عرق ریزی کا خاکہ بطور گوشوارہ کھینچ دیا جائے جس سے ظاہر ہو جائے کہ انہوں نے ابواب متذکرہ صدر کے متعلق کہاں سے کہاں تک توجہ کی ہے اور اس کی بدولت ملکی اور قومی ترقی کس حد تک پہنچ گئی ہے۔ منجملہ ان حکومتوں کے اس محل پر صرف تین حکومتوں کا تذکرہ کیا جاتا ہے جن میں سے ایک حکومت شخصی ہوگی مثلاً ترکہ دوسری جمہوری جیسے فرانس تیسری برٹش گورنمنٹ ہے جو ہم شخصی وہم جمہوری و امرائی حکومت سے مرکب ہے۔“

حکومت ترکہ

”ترکی سلطنت کی تاریخی حالت خاص کر اس کی ترقی اور

پھر پستی و کمزوری کی کیفیت ۱۲۲۳ء آخر عہد سلطان مصطفیٰ علی
 رابع تک جیسی کچھ تھی اُس کا تذکرہ تو ہو چکا۔ اب میں سلطان
 غازی محمود خاں ثانی۔ و سلطان عبد المجید خاں و سلطان
 عبدالعزیز خاں اور نیز قریباً اُسے موجودہ سلطان المعظم سلطان
 عبد الحمید خاں دام ملکہ و حشمتہ کے عہد حکومت کی اس انتظامی
 کیفیت اور اُس توجہ اور بیدار مغزی کی حالت بیان کرتا
 ہوں جس سے حکومت روز بروز رو بہ ترقی ہے۔

گو سلاطین مابین جنہوں نے من ابتداء ۱۲۲۳ء سے
 لغایت ۱۲۹۳ء تک بعد دیگرے مندرائے حکومت ہو کر
 اپنے اپنے عہد حکومت میں اصلاح مملکت کی جانب
 جس قدر التفات فرمائی نہ مجرد لائق تحسین بلکہ قابل قدر دانی
 خاص سمجھے جاتے ہیں مگر چونکہ ان مقدس سلاطین کو بیرونی
 یورشوں اور اندرونی شورشوں سے یا امن زمانہ کسی قدر نصیب
 نہیں ہوا جس میں انہیں پوری پوری اصلاح مملکت کا باطنی
 موقع ملتا۔ لہذا اُن کی سعی و عرق ریزی کا کوئی معتد بہ نتیجہ
 ظاہر نہیں ہوا۔ تاہم سلطان غازی محمود خاں ثانی نے اپنے
 تین سالہ عہد حکومت میں اندرونی بناوتوں اور باغیوں کا

انسداد اور ان سارے نقائص کا استیصال کر دیا جو مانع الترقی تھے۔

جب ۱۲۵۵ھ میں سلطان غازی عبدالعزیز خاں وزنگ آراء حکومت ہوئے تو علی الفور موجودہ انتظام کا کیا لپیٹ دیا جو بلحاظ اقتضائے وقت و حالات قوم و ملت بالکل نامناسب و ناموزوں تھا اور پھر انتظاماً للحکومت سات وزارتیں - پانچ کونسلیں - اور نو کمیٹیاں قائم کیں۔

وہ ہوندا

وزارتِ عظمیٰ - وزارتِ مال - وزارتِ خارجہ - وزارتِ فوج - وزارتِ داخلہ - وزارتِ اوقاف و امور مذہبی - وزارتِ تجارت۔

وزارتِ عظمیٰ جس کو صدارتِ عظمیٰ بھی کہتے ہیں۔ وزیر اعظم کی وزارت تھی۔ یہ وزیر نائب السلطان ہوتا تھا اس کے اختیارات جملہ معاملات متعلقہ سلطنت کو خواہ وہ کسی قسم کے کیوں نہ ہوں حاوی تھے۔ اور تمام وزارتیں ملکی - مالی - خارجی - داخلی - فوجی - تجارتی وغیرہ خاصۃً وزارتِ مال و وزارتِ خارجہ اُس کے تحت حکومت تھے سلطان وقت نہ تو کوئی

معاملہ متعلقہ سلطنت بلا واسطہ وزیر اعظم ملے کر سکتا نہ بلا
توسل اُس کے کوئی معاملہ حضوری میں پیش ہو سکتا تھا۔

وزیر اعظم کی ایک خاص ذاتی کونسل بھی تھی جو
عند الضرورت اُس کونسل کے ممبروں کو فراہم کر کے اُن سے
استشارہ کرتا تھا اور جس قدر ملازم سلطنت ہوں اُن کا عمل
ونصب اُسی کے اختیار میں تھا۔ اُس کی حکمرانی کا مقام
بابِ عالی کے نام سے مشہور ہے اور وہ ایک بڑا عالیشان
محل ہے جس کو ترکی زبان میں پاشا قیوسی کہتے ہیں۔ اور
اس قصرِ عالی میں وزیر اعظم کی ذاتی کونسل بھی ہوتی تھی
جس میں وہ حکام جن کو وزارت سے تعلق ہو اور وزیرِ معائنات
خارجہ بھی شریک رہتے۔ پس بابِ عالی وزیر اعظم کا دار الحکومت
اور حکومت کے مجلی احکام کا مرکز تھا۔ اور کبھی اس میں خود
حضرت سلطان بھی تشریف لاتے تھے تاکہ فصلِ معاملات
اور کونسل کے مباحثات کا ملاحظہ کریں اور نیز ایسے مقدمات
و معاملات کا فیصلہ اپنے روبرو کراویں جن کا انفصال حسب
ضابطہ سلطان کی پیگاہ میں ہونا ضروری ہوتا تھا۔ علاوہ بریں
سال میں ایک مرتبہ حسبِ معمول بغرضِ منتجع تشریف لاتے

اور طے شدہ معاملات و منفصلہ مقدمات کی نتیجہ و ملاحظہ کے بعد وزیر اعظم و وزرائے سلطنت و مفتلمان دولت کی جانب مخاطب ہو کر ان سے باتیں کرتے تھے جس سے کارگزاروں کی دل افزائی ہوتی اور انہیں اس سے بہتر خیر خواہی کے کام کرنے کی ترغیب ہوتی تھی۔

وزیر اعظم کے چند مشیر (مددگار) بھی ذی رتبہ عاملین دولت سے تھے جن کا یہ کام تھا کہ ان تمامی موجودہ مقدمات و معاملات کو مرتب اور ان کا خلاصہ کر رکھتے جو وزیر اعظم کی حضور میں پیش ہونے کے لائق ہوتے۔ اور جو مقدمات وزیر اعظم کے حکم سے فیصلہ ہوتے ان کی تین قسمیں تھیں۔

(۱) وہ مقدمات جن کو وزیر اعظم پہلے بطور خود پیش کیا شاہی میں پیش کرنے کے بعد ان کا انفصال کر دیتا۔

(۲) وہ مقدمات جو اول مشیروں کی کونسل میں پیش ہوتے۔ جب یہاں ان کی نسبت کوئی رائے قرار پاتی تو دیکھا جاتا کہ آیا یہ مقدمات پیشگاہ سلطانی میں پیش ہونے کے قابل ہیں کہ نہیں بصورت اولیٰ پیشگاہ سلطانی میں پیش ہو جائے اور بصورت ثانی خود وزیر اعظم حسب ضابطہ فیصلہ کر دیتا تھا۔

(۳) وہ مقدمات جن کو وزیرِ اعظم بلا مشورہ بذلتِ خود فیصل کر دیتا تھا۔
 وزارتِ عظمیٰ کے علاوہ باقی تمام وزارتیں ایسی تھیں جن میں ایک
 وزیر اور ایک یا دو میسر (مددگار) اور چند افسرانِ فوج بحیثیت
 آنریری اسٹنٹ بقدر ضرورت ہوتے تھے۔ اور باستثناء وزارت
 خارجہ اور جس قدر وزارت تھے ان سب کے پاس ایک یا
 دو کونسلر ہوتی تھیں جن میں ایک شخص افسر کونسل اور باقی
 ممبر وکاتب وغیرہ ہوتے تھے۔ ان کونسلوں کا یہ کام تھا کہ جب
 کوئی سنگین مقدمات متدائر ہوں تو وزیر متعلقہ کے حکم سے
 ان میں بعد فکر و غور جو رائے قرار پائے اُس کو قلمبند کر کے
 وزیر متعلقہ کے پاس بھیج دیں۔ اور وزیر متعلقہ اُس مقدمہ کو
 جب کہ وہ اُس کا اقتداری ہوتا خود فیصل کر دیتا ورنہ وزیرِ اعظم
 کی خدمت میں پیش کر دیتا تھا۔ وزیرِ اعظم اُس مقدمہ کو
 جس صینہ سے متعلق پاتا اُس صینہ کی مجلس میں بغرض غور بھیج دیتا
 مثلاً کسی وزارت کے صینہ سے اگر حساب کا مقدمہ آجاتا تو مجلس
 محاسبی میں روانہ کر دیا جاتا اور مجلس موصوفہ مقدمہ کے ہر ایک
 پہلو پر نظر ڈال کر بصورتِ صحت اپنی اتفاق رائے سے اُس
 وزیر کو اطلاع دیتی جس سے اُس مقدمہ کا تعلق ہوتا۔ اور اگر کچھ

اُس کے متعلق فریب، دغا، یا جلسازی یا بددیانتی پاتی تو فوراً
اُس مقدمہ کو تفویض محکمہ فوجداری کر دیتی تھی۔

کونسلوں کا بیان

(۱) پہلی کونسل خاص (جس کو فی زمانہ کونسل آف
اسٹیٹ اور مجلس باپ عالی بھی کہتے ہیں) اس میں کمیشن
ممبر تھے، منجملہ اُن کے بارہ عاملین دولت تھے اور ایک
شیخ الاسلام باقی جملہ وزراء سلطنت اس کونسل کا صدر انجمن
خود وزیر اعظم تھا۔

اس کونسل کا انعقاد قانوناً ہفتہ میں دو بار ہوتا تھا
مگر جب کوئی امر ضروری پیش ہوتا تو وزیر اعظم مقتدر تھا کہ
جب چاہتا کونسل غیر معمولی منعقد کر سکتا۔ اس کونسل میں
بڑے بڑے معاملات متعلقہ سلطنت پیش ہوتے اور اُن کی
نسبت مباحثہ ہو کر جوابات بہ غلبہ آراء، قرار پاتی تو یا پیشگاہ
حضرت سلطانی میں بغرض منظوری جنبہ پیش ہوتی یا خود
وزیر اعظم اس کا نفاذ کر دیتا تھا جو سنگین معاملات اس کونسل
میں پیش ہوتے تھے اُن کے منجملہ ایک معاملہ محفل سلطنت

بھی تھا جو ہر سال قواعد داخل و خارج کے تقرر کے لئے
پیش ہوتا تھا۔

(۲) دوسری کونسل قانونی (وضع آئین قوانین جس کو
انگریزی زبان میں بحیلیٹو کہتے ہیں) اس میں عائدین
دولت و اراکین سلطنت سے چوبیس^{۲۴} ممبر ہوتے تھے اور ایک
وہ ممبر جس کو وزارت کا مرتبہ ہو میر مجلس ہوتا تھا۔ اس کونسل
کی چار شاخیں تھیں۔

ایک^۱ میں خاص امور ملکیہ متعلقہ سیاست سے بحث
ہوتی تھی۔

دوسری^۲ میں قوانین جدیدہ کی تہذیب کی نسبت اور جو
مشکلات قانونی معنے کے سمجھنے میں واقع ہوتیں اُن کی
تشریحات کی جاتی تھیں۔

تیسری^۳ وہ شاخ جس میں مینزلہ ممبروں کے چھ^۶ عالم
متبحر اور ایک اُن پر افسر ہوتا تھا۔ اور یہ صرف احکام شریعہ
کے نکات اور تعلیقات کی تحقیق کرتی تھی۔

چوتھی^۴ کا یہ کام تھا کہ اگر کوئی سرکاری ملازم ملزم
و مرتکب ہو جائے تو اُس کی نسبت بغور و تعمق حکم دیتی جس کی

تعمیل خود سلطان کے حکم سے ہوتی تھی۔ جب کوئی سنگین معاملہ یا وضع آئین و قوانین کا کام پیش ہو جاتا تو یہ چاروں شاہیں بالاتفاق ایک کونسل ہو کر باہم غور کرتی تھیں۔

(۳) تیسری کونسل معارف العمومیہ کے نام سے

مشہور تھی جس کو انگریزی میں ایجوکیشنل کہتے ہیں۔ اس میں بارہ ممبر اور ایک میر مجلس ہوتا تھا۔ اس کونسل کے ذمہ صرف یہ کام تھا کہ سررشتہ تعلیمات کا انتظام۔ امور ضروریہ کی نگرانی۔ اور ترقی کے ذرائع بہم پہنچانے میں سعی کرتی رہے۔

(۴) چوتھی کونسل معاملہ جنگی۔ اس میں عمائدین دولت

اور عہدہ داران فوج سے پندرہ ممبر تھے جن میں سے ایک معزز صدر انجمن ہوتا تھا۔ اس کونسل کا یہ کام تھا کہ جو مہمات جنگی ہوں ان کی نسبت فکر کرے اور لشکر کی دردی کی آرائی۔ آلات محاربہ کی درستگی۔ اور جملہ امور متعلقہ محاربہ کی نگرانی کرے۔

اس کونسل کے تحت دو کمیٹیاں تھیں۔ ایک خاص

توپ خانہ کے انتظام کے لئے۔ دوسری مہمات محاربہ بحری کے لئے۔ اول الذکر میں ساٹھ اراکین تھے اور ایک

صدر انجمن۔ اس کا کام علاوہ انتظام توپ خانہ نگہداشت
میگزین اور قلعجات کی درستی و بندوبست تھا۔ آخر الذکر
کمیٹی کے گیارہ ممبر تھے۔ یہ کمیٹی خاص بحری معاملات اور ان
قلعجات کا انتظام کرتی تھی جو ساحلوں پر واقع ہیں۔

(۵) پانچویں کونسل۔ مینوپیل کونسل۔ اس میں اٹھارہ
ممبر غیر لازم اور میرٹھیں لازم سلطنت ہوتا تھا۔ اس کونسل کے
تحت پانچ کمیٹیاں تھیں جن میں چھ چھ ممبر اور ایک صدر انجمن
ہوتا تھا۔ ان کا یہ کام تھا کہ سڑکوں کی صفائی و ابواب متعلقہ
حفظِ صحت کی نگرانی کیا کرے۔

کمیٹیاں

(۱) پہلی کمیٹی محاسبی اس میں بارہ ممبر اور ایک میرٹھیں تھا۔
اس کمیٹی کا کام یہ تھا کہ جس قدر سررشتہ جات سلطنت کے
ہوتے ان کے حسابات کی جانچ پڑتال کرتی اور جب کسی
سررشتہ کے حسابات میں غلطی قریب یاد غا بادی ظاہر
ہوتی معاً تفویض فوجداری کردیتی تھی۔

(۲) دوسری کمیٹی اصلاحِ مصارف کی تھی جس کے

بارہ میر اور ایک میر مجلس ہوتا تھا۔ اس کا یہ کام تھا کہ نہ صرف بجائے قواعد داخل و مخارج سلطنت کے مصارف پر غور کرے بلکہ اُس کی دانست میں جب کوئی مصارف بیجا ہوں تو معاً روک دیتی اور اس کی رپورٹ باپ عالی میں مع دلائل پیش کرتی۔ اگر کسی عہدہ دار نے بیجا مصارف کئے ہوں تو یہ مقتدر تھی کہ بعد تحقیقات و ثبوت رقم صرف شدہ عہدہ دار کی تنخواہ سے وضع و مجرا کر لیتی۔

(۳) تیسری کمیٹی تنقیح۔ اس کے امراء سلطنت و عمائدین دولت سے ایسے چالیس ممبر ہوتے تھے جو اعلیٰ درجہ کے لائق و فائق اور دیانت و شرافت میں مشہور ہوتے۔ اس کمیٹی کا یہ کام تھا کہ۔

قوانین سلطنت و احکامات شاہی کی تعمیل حالت دیکھتی رہے۔

عہدہ داروں کی رفتار کردار اُن کے اطوار اور طرز انصاف و عمل کو دیکھتی بجا لیتی رہے۔

یہ کہ عہدہ داروں کے انتخاب و تعزیر میں اپنی رائے ظاہر کرے۔ اور نیز موجودہ مامور شدہ عہدہ داروں کی

نسبت یہ دکھیتی رہے کہ وہ جس خدمت پر مامور کئے گئے
ہیں آیا وہ اس لائق ہیں کہ خدمت مفوضہ کا کام بخوبی انجام
دے سکیں

یہ کہ رعایا داہل معاملہ کی شکایت یا کسی مخبری
کے ذریعہ سے کسی عہدہ دار کی شکایت پہنچے یا سن پائے
تو اس کی نسبت بدر تحقیقات بصورت ثبوت سزا کی تجویز
کرے جس کی تعمیل بعد منظوری باب العالی ہوتی تھی۔ یا جس
عہدہ دار کی دیانت۔ کارگزاری۔ خیر خواہی ثابت ہو تو اس
کو عطاءے تمغہ مجیدہ۔ خطاب۔ انعام ترقی اعزاز و خدمت
کے لئے سفارش کرے۔ اس کمیٹی کے انعقاد سے نہ صرف
قوانین سلطنت و احکامات سلطانی کی تعمیل بہت ٹھیک
ٹھیک ہوتی تھی بلکہ ہر ایک عہدہ دار دیانت و خیر خواہی سے
کار گزار و نیک نام رہتا تھا۔ اور عامہ رعایا اپنے واجبی حقوق
کی حفاظت سے از حد مطمئن رہتی تھی۔

(۴) انتظامی کمیٹی۔ اس میں گیارہ ممبر اور ایک میر مجلس

منجملہ ملازمان سلطنت ہوتا تھا۔ اس میں دو عیسائی دو روہن کشک
دو یہودی ممبر بھی ہوتے تھے۔ اس کا یہ کام تھا کہ مذاہب

مختلفہ کی رو سے مقدمات فوجداری کا تصفیہ کرے جس کی وجہ سے غیر مذہب رعایا سلطان عبد المجید خاں کی حکومت سے نہایت خوش تھی۔

(۵) کمیٹی تحقیقات اس کے ڈس ممبر تھے اور ایک میز مجلس۔ ممبروں میں تین غیر مذہب رعایا کے لوگ بھی شریک ہوتے تھے۔ اس کا یہ کام تھا کہ مسلمان اور غیر مسلمان رعایا میں جو تنازع ناشی ہوں ان کا تصفیہ کیا کرے۔

(۶) کمیٹی معدنیات۔ اس میں سولہ ممبر اور ایک میز مجلس امراء سلطنت سے ہوتا تھا اس کا کام یہ تھا کہ جو معادن معلوم ہوں ان کی نگرانی اور جو نامعلوم ہوں ان کی تلاش کرے۔

(۷) کمیٹی تعمیرات۔ اس کے سات ممبر اور ایک افسر ہوتا تھا اس کا کام یہ تھا کہ سڑکوں اور پلوں اور سرکاری عمارتوں کی نگرانی کرتی رہے جو خاص دارالامارہ میں واقع ہیں۔

(۸) کمیٹی صرف خاص۔ اس کے ڈس ممبر اور ایک میز مجلس منجملہ عا مدین سلطنت ہوتا تھا اور یہ خاص سلطان کے مصارف کے انتظام کے لئے تھی۔

(۹) کمیٹی تجارت۔ یکمیٹی وزیر بحرانی وزیر تجارت خاص میں
 صیغہ تجارت کے انتظام کے لئے قائم کی گئی تھی جو دار الخلافہ میں
 واقع ہے۔ اس قسم کی تجارتی انتظامی کمیٹیاں وزیر تجارت کے تحت
 کل ممالک عثمانیہ میں (۶۲) ہیں۔

جب سلطان عبدالعزیز خاں مرحوم وزارت کے صیغہ کی اصلاح
 اور جدید انتظامی کونسلوں اور کمیٹیوں کے قیام سے فارغ ہوئے تو
 ملکی اور مالی انتظام کے لئے سلطنت کو ولایتوں میں۔ ولایت کو بخو
 (صوبوں) میں۔ سختی کو قضاؤں (اضلاع) میں۔ قضا کو ناحیوں
 (تھیلوں) میں۔ اور ناحیہ کو قریوں (دیہاتوں) میں تقسیم کیا۔

ولایت کے صدر مقام پر ایک حاکم والی (گورنر جنرل) او
 بخو قوں کے صدر مقام پر ایک افسر متصرف (گورنر)۔ اور ہر قضا پر ایک
 عہدہ دار قائم مقام (کلکٹر) اور ہر ناحیہ پر ایک مدیر (تھیلدار) اور
 ہر قریہ پر ایک مختار مقرر فرمایا۔

مختار مدیر کا۔ مدیر قائم مقام کا۔ قائم مقام متصرف کا۔
 متصرف والی کا تحت سمجھا جاتا ہے۔ والی باعتبار
 اپنی اصلی خدمت کے وزیر مال کا محکوم ہے۔ لیکن بعض
 اُن خدمات متعلقہ کے لحاظ سے ہر اُس وزیر کا

ماتحت سمجھا جاتا ہے جس سے اُس کے خدمات کا تعلق تام ہوتا ہے۔ والی ہر ایک کاروبار میں سلطنت کا مطیع و منقاد ہوتا ہے اور جو قوانین و احکام سلطنت بجانب وزراء سے سرشتہ جات متعلقہ جاری ہوتے ہیں بلا عذران کی تعمیل کر دیتا ہے۔ تحصیل محصل۔ اجماع و درستی افواج۔ حفاظت و بندوبست سرحدات۔ مال و عدالت و پولیس و صفائی کا انتظام۔ ماتحتی شتر عدالت و مال و غیرہ کے حکام کے فیصلہ جات کا مراجعہ و افسران ماتحت کے نیک و بد اعمال کی جزا و سزا۔ امور متعلقہ سلطنت کی ذمہ داری۔ زراعت تجارت صنعت و حرفت تعلیم و تربیت کی ترقی سکڑوں اور پلوں کی تعمیر و ترمیم وغیرہ ابواب انتظامی متعلقہ ولایت اس کے فرائض منصبی میں داخل ہیں۔

والی کے ماتحت دو کونسلیں ہوتی تھیں۔ ایک انتظامی دوسری تجارتی۔ انتظامی کونسل کو پراڈشل (مجلس صوبہ) بھی کہتے تھے اور اس میں سترہ ممبر ہوتے تھے۔ اس کا میر مجلس خود والی ہوتا تھا۔ اس کونسل کا کام یہ تھا کہ جو مقدمات خاص سکنائے سلطنت کے مابین واقع ہوں اور جو مصالح خاص ولایت کے متعلق ہوں ان میں منکر و تامل کرتی رہے اور والی کے

فرائض منصبی میں مدد دیتی رہے۔

تجارتی کونسل کے اکیس^{۲۱} ممبر ہوتے تھے۔ یہ اُن مقدّمات کا انفعّال کرتی تھی جو خاص رعایا کے مابین تجارتی تعلقات سے پیدا ہوتے تھے۔ اور زراعت تجارت صنعت و حرفت کی ترقی کے اسباب پر فکر کرتی رہتی تھی۔

متصرف (گورنر) کو اُس کے منتخب (صوبہ) میں ایسے اختیارات حاصل تھے جیسے والی (گورنر جنرل) کو اُس کی ولایت میں۔ متصرف کے ماتحت بھی تجارتی و انتظامی دُور کونسلیں ہوتی تھیں جن کا یہ کام تھا کہ منتخب کے خاص مقدّمات اور امن و آسائش عامہ رعایا۔ زراعت۔ تجارت۔ صنعت و حرفت کی ترقی کے اسباب و ذرائع کے ہم پہنچانے کے متعلق خوض کیا کرے۔

قائم مقام (کلکٹر) کو بھی اس کے مفوضہ اضلاع میں ایسے اختیارات حاصل تھے جیسے متصرف کو اُس کے صوبے میں۔ اس کے زیرِ حکم بھی انتظامی و تجارتی دُور کمیٹیاں ہوتی تھیں۔

بڑے شہر میں ایک مختار ہوتا تھا

جس کو خود سکان انتخاب کرتے تھے۔ اور ایکٹ
 کمیٹی خفیف جرائم اور خفیف مقدمات دیوانی کے انفصال
 کے لئے مقرر تھی جب کوئی سنگین جرم واقع ہوتا تو صرف
 فریقین کے اظہارات اور ثبوت قلمبند کر کے فیض تجویز آخر
 قائم مقام (کلکٹر) یا مشرف (گورنر) یا خود والی (گورنر جنرل)
 کے حکم سے اُس عدالت میں کمیٹ کر دیتے تھے جو اُس کی
 سماعت کی مجاز ہوتی تھی۔

جب سلطان عبدالحمید خاں نے نظم و نسق مملکت
 سے فراغت حاصل کی تو ۱۲۵۵ھ میں رعایا کی تعلیم و تربیت
 تہذیب و شائستگی کے لئے سررشتہ تعلیمات کو زیادہ سوت
 دی۔ چنانچہ ان کے عہد حکومت میں پندرہ ہزار ابتدائی
 مدارس اور اٹھارہ متوسط جن میں سے ایک دارالفنون بھی
 تھا اور پانچ خاص ایسے بڑے مدارس تھے جن کو کلچ
 کہہ سکتے ہیں مہملہ ان کے ایک مدرسہ حرمیہ۔ باقی چار ایسے
 مدارس تھے جن میں طلباء کو خدمات شاہی کے انتظام کے
 لئے تعلیم دی جاتی تھی۔

مدرسہ حرمیہ میں علمی تعلیم، جبر و مقابلہ کامل مسلم مثلث

باسکیں نقشہ کشی۔ پائش۔ حکمت۔ طبیعیات۔ علم حیوانات۔
 فرانسیسی زبان۔ علم مناظرہ اور فنون حربیہ سے توپ کا لگانا۔ تلوار
 کا چلانا۔ سنگیں مورچالیں۔ دمدے وغیرہ کا بنانا۔ نشانہ بازی۔
 برقی اندازی۔ گھوڑے کی سواری اور فوجی قواعد وغیرہ ابواب
 متعلقہ جنگی سکھائے جاتے تھے اور باقی چار مدارس میں
 علوم عربیہ کے صرف و نحو۔ انشاء۔ بیان۔ تاریخ۔ جغرافیہ۔
 متعلق۔ معانی۔ حساب۔ ہندسہ۔ علوم دینیہ۔ قوانین بالکزاری
 ودیگر قوانین متعلقہ انتظام سلطنت۔ فارسی۔ فرانسیسی زبان۔
 اور جہ فنون ریاضی کی تعلیم ہو کرتی تھی اور ان متوسط و فاضل
 مدارس میں تقریباً تین ہزار اور ابتدائی مدارس میں پانچ لاکھ
 طلباء زیر تعلیم تھے۔

جب ملک میں رفاہ و امنیت اور تعلیم و تربیت کے
 آثار پیدا ہوئے تو پھر تو حامد رعایا میں علمی مذاق پھیلا اور چند
 خاص علمی مجسے قائم ہوئے جن میں علوم عقاید۔ ریاضیات
 ہندسہ۔ جغرافیہ۔ تاریخ وغیرہ کے متعلق لکچر دیا جاتا اور مباحث
 ہوا کرتے تھے اور تیرہ اخبار مختلف زبانوں میں شائع ہوتے
 تھے جن میں سے یہ سات اخبار نامی گرامی تھے۔

تقریم الوقایع المملکیہ۔ جریڈۃ الجہاد۔ التجائب۔ ترجمان الاحوال۔
تصویر الافکار مجمع الفنون۔ جریڈۃ عسکری۔

فی الواقع سلطان عبدالمجید خاں کی بیدار مغزی اور باطنی اصلاحی نظام نے قوم و حکومت کو نہ صرف جہل و پستی کے قعر عمیق سے ترقی و شانگی کی ابتدائی سطح پر پہنچا دیا بلکہ سلطنت کو با اعتبار قوت مالی و تہذیب و شانگی ایسی کچھ رونق دی کہ یورپ کی سلطنتوں میں محبوب ہو گئی اور ہند نامہ مرستہ ۱۸۴۰ء میں یورپ کی سلطنتوں میں اس کا بھی شمول ہو گیا۔

گویہ تو کہا نہیں جاتا کہ انتظام مجیدیہ نے قوم و حکومت کو اُس حد تک شائستہ کر دیا تھا جس کو انتہائی کہتے ہیں یا یہ کہ اسکی مجوزہ ایکم بلا تغیر و ترمیم ترقی کے مدارج کے طے کر نیکو مکتفی ہوتی رہا اتنا تو بلا مذہب کہہ سکتے ہیں کہ سلطان عبدالمجید خاں نے ترقی کھیلنے ایک ایسی سیدی لائن کھول دی تھی کہ جس پر قوم و حکومت کا چکر وہ ڈال دیا جاتا تو بلا تکلف اعلیٰ اعلیٰ مدارج طے کرتا ہوا ترقی کی اُس سطح پر برق کی طرح کڑکٹا نخل جاتا جس کو انتہائی کہتے ہیں مگر انوس کے حکام با بعد کی خود غرضی و خود رانی نے اُس سیدی ساوی لائن کو ایسا تار ہمار بنا دیا جس پر دولت عثمانیہ کا چکر اڑا کر رانے لگا۔ یعنی سلطان عبدالمجید خاں (جن کے وجہ و مبارک کی ضرورت

حکومت کے اغراض کی تکمیل کے لئے لازمی تھی) دفعہ ۱۲۱ء
 میں نوجوان راہی روضہ رضواں ہوئے اور ان کے بھائی سلطان
 عبدالعزیز خاں مستد آرائے حکومت ہوئے۔ اس میں کچھ
 شک نہیں کہ انہوں نے عبید یا نظام کو بلا تغیر و ترمیم بحال و
 برقرار رکھا اور یورپ کے دول مقام سے ارتباط و اتحاد
 کی بنیاد کو از حد مستحکم کیا مگر چونکہ حدودِ مروت پاشا و ذرا اور
 جنرل اغناٹیف سفیر روس کی فیلسوفی اور غارت گر چال بازیوں
 ناواقف تھے اس لئے ان کا آخر زمانہ ایسا اتر ہو گیا جس سے
 حکومت کی کل جو سیدھی چل رہی تھی الٹی چلنے لگی۔ پھر تو ادھر
 رعایا میں فساد برپا ہوا اور صوبوں نے بغاوت اختیار کی اور
 ادھر سلطان کی فضول خرچیوں سے اٹھارہ کروڑ پونڈ کا
 قرضہ ہو گیا جس سے خزانہ خالی اور گورنٹ دیرالید بن گئی۔ پایاں کار
 ۱۸۶۶ء میں سلطان عبدالعزیز خاں کو اپنے کئے پر پتھانا پڑا
 اور تاج تخت موردی پر بصد حسرت و یاس الوداع پڑھنا
 پڑا۔ ۱۸۶۷ء میں سلطان عبدالحمید خاں دام ملکہ کو انہیں لوگوں
 نے تخت موردی پر تھکن کیا جنہوں نے ان کے چچا (عبدالعزیز خاں)
 اور بھائی (مرا و خاں) کو معزول کیا تھا۔

معاذ اللہ وہ ایسا پر آشوب زمانہ تھا کہ ارکان سلطنت
 و منتظمان دولت سے کوئی شخص ایسا نہیں جس پر یقین کیا جاتا
 کہ ملک اور مالک ملک کا خیر خواہ یا طرفدار ہوگا۔ خزانہ میں گڑب
 پڑ گیا۔ تنخواہ نہ ملنے کی وجہ سے ساری فوج ناراض اور غارتگری
 میں مصروف ہو گئی۔ اب تو کوئی قرضہ دیتا نہ کسی طرح کی امداد
 اور معاونت ہی کرتا۔ غیر مذہب رعایا نے ہر ایک مقام پر ایک
 ہنگامہ عظیم برپا کر دیا۔ چو طرف سازشوں اور بنیادوں کی ایسی
 گرم بازاری اور درونی و بیرونی جنگ و جدال کی ہر طرف
 ایسی بھرمار ہو گئی تھی کہ جس سے یہ پایا جاتا تھا کہ سلطنت کے
 آخری دن آگئے ہیں۔ طرہ براں ایک جانب سے چارباغی
 صوبے جنگ پر تلے ہوئے تھے اور دوسری جانب تقیب
 موردنی (روس) کئی لاکھ فوج اور ایک ہزار توپخانے سے
 سرحدات ملک پر حملہ آور ایک جانب سے اسٹریٹ مغربی صوبوں
 پر دانت لگائے ہوئے تو دوسری جانب دیگر دول یورپ
 خود مملکت عثمانیہ کو اپنا ماتحتی صوبہ بنانے کے لئے رفتہ رفتہ
 قابو جو دریا ئے باسنورس پر تل رہے تھے۔ ایسے ہوشربا
 وقت پر دول متحدہ سے کسی پر بھروسہ نہ تھا کہ مددگار ہوتی۔

پس جس سلطنت میں ایسے ایسے مخمصات و مشکلات خارجی و داخلی حادث ہوں اور والی ملک نہ تو امور سلطنت سے واقف نہ رموز مملکت سے آگاہ نہ اس کا کوئی یار و مددگار نہ مشیر و خیر خواہ تو کیا ایسا بادشاہ اور اس کی دولت بجز سلطان عبدالحمید خاں اور اس کی سلطنت کے ابتداء عالم سے آج تک کامیاب ہوا ہے نہیں ہرگز نہیں۔

الحق انہیں سلطان عبدالحمید خاں کی بہادری فراخ موصلی اور شاہانہ سمیت تھی کہ انہوں نے اپنی خداداد بیدار مغزی جو ہر ذاتی اور مائید یزدانی سے یکہ و تنہا ایسے ثقیل و سنگین واردات کو جھیل لیا کہ جن کا ادنیٰ سا اثر کیوں نہ ہوتا اگر کسی یورپ کی پُر زور و پُر قوت حکومت پر پڑ جاتا تو پھر خاتمہ ہی خاتمہ تھا۔

جب دنیا کے حیرت بخش کارخانہ اور تمدن کے دورسلسل کے عجائب خانہ پر موز خانہ نظر ڈالی جاتی ہے تو یہ مستفاد ہوتا ہے کہ اگر کسی حکومت کو گو وہ کیسی ہی شایستہ و مہذب اور پُر زور و پُر قوت کیوں نہ ہو کوئی قدرتی یا تمدنی آفت و مصیبت کا سامنا ہو جائے تو اس کی ساری قوت و مکر

جہات سے منقطع ہو کر اسی یک جہت میں قائم ہو جاتی ہے جس میں بالفعل اُن آفات کا سامنا ہوا ہے۔ پھر تو ملکی مہلج کا کیا ذکر مذکور بلکہ محاسن موجودہ کا بقا و قیام اگر محال نہ ہی پر مشکل تو ضرور ہوگا۔ چنانچہ ۱۸۷۰ء میں فرانس کو تین لاکھ جرمنی فوج سے ایک ہی ایک سمت بمقام سیدان مقابلہ پڑا تو فرانس کے اندرونی انتظامات کا خاکہ بھر گیا۔ قحط۔ قزاقی۔ بغاوت۔ غارت گری وغیرہ انواع و اقسام کے استقام حادث ہو گئے جس کی اصلاح میں کالمچھ سال کی سیعاد عارض ہو گئی۔ حالانکہ اُس کی مالی قوت اور انتظامی حالت ایسی لائق اطمینان تھی کہ جس کی نظیر نہیں مل سکتی اور اندرونی انتظامی کل کی قوت محرکہ دراصل قوت جمہوریہ تھی اور بیرونی انتظامی ہمت کا بیڑا خود امپیرر اور وزرائے صیغہ جنگ نے اٹھایا تھا۔ جب فرانس کی سی مہذب و متعلم قدیم ریاست میں ایک بیرونی حملہ آوری کی وجہ سے صد ہا اندرونی آفات پیدا ہو گئے تو اب شاباش کیوں نہ کہے کہ ترک باوجود یکہ ہزار ہا اندرونی آفات میں گمراہ ہوا تھا اور اس کے مقابل میں مختلف مقامات و سرحدات پر کئی لاکھ فوج میدان جنگ میں جمع آئے

کارزار مسلح و مقابل ہو گئی تھی تو سلطان عبدالحمید خاں بذات
 واحد و بہ ثبات استقلال تمام اُدھر خارجی و داخلی متمدنوں و
 مخالفین کے دفعیہ میں ایسے ڈٹ کر مصروف رہے جس سے
 اُن کے پھٹکے چھوٹ گئے اور ادھر اندرونی انتظامات میں
 ایسے سرگرم رہے کہ سرسبز تفرقہ واقع نہ ہوا اور وقتاً فوقتاً
 صلح و امن قائم ہوتا گیا جب یہ حال تھا تو اب ہم اس سلطان محمد ^{الشان}
 کی بہادری پیدا مرغزی اور اولوالعزیز کو دوسرے سلطانِ زمان کیوں ترجیح ^{دے سکتے} ہیں
 فی الواقع سلطان عبدالحمید خاں کی کامیابی کی نظیر
 نہ صرف موجودہ سلطنتوں میں بلکہ تاریخوں میں بھی نایاب ہے۔
 اور یہ خداداد دانائی۔ فرزانگی۔ بیدار مرغزی۔ بلند پروازی۔
 ذاتی لیاقت۔ ذہانت۔ ذکاوت۔ فراست اور شجاعت
 و اقبال خاص سلطان عبدالحمید خاں کے لئے ملک المنان
 نے مخصوص فرمایا جس کی تصدیق آئے پاک ذالک فَهْوَ لِلّٰہِ
 یَوْمَئِذٍ مِّنْ یَّشَآءُ سے ثابت و متحقق رہے۔

جب سلطان المعظم کو ان نعمتات و مہمکات سے
 کہیں برأت حاصل ہوئی تو اصلاح مملکت کی جانب رجوع
 ہوئے۔ مال و عدالت کا باقاعدہ انتظام کیا۔ اشاعت

قوانین رفاہ عام۔ ترقی تجارت و صنعت و حرفت تعلیم و تربیت۔
 افواج بحروبر کا اہتمام کیسا نیز ان نادار الوجود اسباب کے ہم
 پہنچانے میں پوری پوری توجہ فرمائی۔ جن پر ملکی و قومی دولت مند
 و بہبودی حکومت کی طاقت و اقبال مندی مبنی ہوتی ہے۔
 ملکی انتظام میں نہ صرف وہی روش اختیار کی جس کو ان
 کے دانشمند باب (سلطان عبدالحمید خاں مرحوم) نے اختیار
 کی تھی بلکہ اس میں بہت کچھ رد و فروع دیا۔ مثلاً آٹھ
 وزیروں کی جگہ گیارہ وزیر اور پانچ کونسلوں کی جگہ پندرہ
 کونسلیں اور نو کمیٹیوں کی جگہ چودہ کمیٹیاں بڑھا دی گئیں۔

ان کا یہ طرز انتظام حکومت ہے کہ سلطنت کے
 انتظامی خدمات اور نظم مملکت کے عاملانہ ضلجات و ش
 سرشتوں پر منقسم ہیں۔ سررشتہ مال شہول جنگلات معدنیات۔
 سررشتہ عدالت۔ سررشتہ خارجہ۔ سررشتہ داخلہ۔ سررشتہ
 جنگلی۔ سررشتہ بحری۔ سررشتہ تعمیرات و تجارت۔ سررشتہ
 تعلیمات۔ سررشتہ اوقاف و امور مذہبی۔ سررشتہ صرف خالص
 ہر ایک سررشتہ کا افسر اعلیٰ (جو مقامی کاروبار متعلقہ
 کا ذمہ دار ہوتا ہے) وزیر سررشتہ کے نام سے موسوم ہے۔

ان جلد سررشتوں اور افسروں کا نگہاں کار اعلیٰ افسر وزیر اعظم ہوتا ہے۔ وزیر اعظم شاہی علما، اختیارات کو بندہ داری خود نیابتاً استعمال کرتا ہے تو شیخ الاسلام جو مذہب کا پیشوا دام ہوتا ہے شاہی اختیارات وضع آئین قوانین کے نفاذ کا ذمہ دار ذریعہ مانا گیا ہے اور چونکہ وزیر اعظم ملکی انتظامات و مسائل احکامات و اقتدار کے نفاذ کا ذمہ دار ذریعہ اور سلطان اور عہد داران کا درمیانی معزز واسطہ ہے۔ لہذا نائب سلطان کے خطاب سے بھی مخاطب کیا جاتا ہے۔ اور اس کے اختیارات زیر فرمان سلطان جملہ معاملات متعلقہ سلطنت و حکمرانی کو خواہ وہ کسی قسم کے کیوں نہ ہوں حاوی ہوتے ہیں۔ اور باستثناء وزارت خارجی و وزارت فوجی اور نیز پانچ صوبوں کے (جو بوجہ مصالح ملکی و پولیٹیکل خوفناک و جوہات کی بنا پر خاص زیر نگرانی سلطان معظم ہیں) باقی تمام وزارتیں وغیرہ وزیر اعظم کے تحت حکومت اور زیر نگرانی سمجھی جاتی ہیں۔

ہر ایک وزارت کے متعلق ایک مجلس شوریٰ قائم ہے جس میں لائق و فائق سات معزز ممبر ہوتے ہیں و زارِ علمی کے

مستقل مجلس خاص ہے جس میں گیارہ وزراء ایک وزیر مجلس اور ایک شیخ الاسلام ہوتا ہے۔ مجلس شوریٰ اپنے اپنے وزیر متعلقہ کو اور مجلس خاص وزیر اعظم کو انتظامی کاروبار میں ایک مفید و معتد بہ مدد دیا کرتی ہے۔

ہر ایک وزارت کے اقتداری انتظامی کاروبار کی عموماً دو قسمیں ہوتی ہیں۔ ایک خفیفہ۔ دوسری ثقیلہ۔ خفیفہ تو خود وزیر سررشتہ متعلقہ یا اُن کے مشیر (مددگار) کی رائے سے اور ثقیلہ باجلاس مجلس متعلقہ باتفاق آراء نافذ ہو کر اطلاقاً اُس کا مشنی وزیر اعظم کی خدمت میں مجوایا جاتا ہے۔ اگر کسی مقدمہ مرحومہ کی نسبت ارکان مجلس اور وزیر متعلقہ کی رائے میں تضاد و تناد واقع ہو تو وزیر اعظم کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے۔ پھر وزیر اعظم جس رائے سے اتفاق فرمادے وہی واجب التعمیل ہوتی ہے۔ وزارت عظمیٰ کے تمامی عالمانہ معاملات جو وزیر اعظم کی پیشی میں رجوع ہوتے ہیں دو قسم پر منقسم ہیں۔ اقتداری۔ غیر اقتداری۔

اقتداری بوساطت و زراحت الاراء وزیر اعظم کی پیشی میں اور بوجہ اقتداری ہیں اصالۃً وزیر اعظم کی معرفت سے

بارگاہِ سلطانی میں پیش ہو جاتے ہیں۔ وزیر اعظم اقتداری مقدمات کو عام ازینکہ ابتدائی ہوں یا دورانی بطور خود طے کر دیتا ہے۔ اور جب کمی وزرائے متعلقہ کی رائے سے وزیر اعظم کی رائے مخالف پڑ جائے تو بادشاہ سلطانی مجلس خاص یا خود بارگاہِ سلطانی سے اُس کی اصلاح و ترمیم ہو جاتی ہے۔

خارج الاقتداری مقدمات کو وزیر اعظم بعد غور کامل اپنی رائے کے ساتھ پیشگاہِ سلطانی میں پیش کر دیتا ہے تو بعد درج منشور سلطانی یا توفی الفور مسترد یا بمقتال امر سلطانی مجلس خاص میں پیش ہو جاتے ہیں۔ پھر باتفاق مجلس جو منظور سلطانی ہو وہی واجب النفاذ و شایانِ تعمیل ہے۔

اس مجلس خاص میں سلطان اعظم بحیثیتِ میرِ مجلس اُس وقت رونق افروز ہوتے ہیں جبکہ ایسے سنگین و سرگ اندرونی مقدمات متعلقہ سلطنت پیش ہوں جن کا حل و عقد خاص سلطان کی ذات سے متعلق ہو یا بمقابلہ سلطنت ہائے غیر ایسی دستاویزوں

اور عہد ناموں کے مرتب کرنے کی ضرورت پڑے جن کا تعلق سفارت و تجارت و سرحدی معاملات سے ہو کر تا ہے۔

کوباوی النظر میں عموماً تمام وزراء خصوصاً وزیر اعظم کو باعتبار
 اُس کے عہدہ جلیلہ کے نہایت وسیع اقتدار حاصل ہے۔ مگر
 سلطان عبدالحمید خاں خود اپنی فلتحی حکمت اور دراندہ طرز حکومت
 سے اُن کی زمام اختیار کو اپنے قبضہ اقتدار میں اس عمگی سے
 لئے ہوئے ہیں جس سے اُن (وزراء) کا وجود بمنزلہ اُن کلوں
 کے ہے جن کی قوت محرکہ خود بدولت (عبدالحمید خاں)
 ہی ہیں۔

ملکی و مالی انتظام کے لئے وسیع ملک قلمرو عثمانیہ (۳۱)
 ولایتوں پر منقسم ہے اور ہر ایک ولایت میں دو صوبے اور ہر
 صوبے میں چار ضلع اور ہر ضلع میں آٹھ تعلقات اور ہر تعلقہ میں
 متعدد دیہات و قریہ جات ہوتے ہیں۔

ہر ایک ولایت پر ایک والی (گورنر جنرل) اور ہر ایک
 صوبہ پر ایک متصرف (گورنر) اور ہر ضلع پر ایک قائم مقام (کلکٹر) اور ہر تعلقہ
 پر ایک مدیر (تحصیلدار) اور ہر ایک بڑے قریہ پر ایک مختار
 مقرر ہے۔ والی (گورنر جنرل) خاص زیر فرمان سلطان ہوتا ہے
 تو متصرف۔ قائم مقام۔ مدیر اور مختار تحت حکومت والی
 سمجھے جاتے ہیں۔

مالی انتظام کے لئے وہ عمدہ پالیسی اختیار کی گئی ہے جس کے مفید و کارآمد ہونے کا ثبوت قطعی سلطنت کی موجودہ مرفدہ مالی اور صیغہ مال کی روز افزوں ترقی و خوشحالی ہے۔

صیغہ مال۔ اس کی خوبی و خوش نصیبی مخصوص زراعت

کی روز افزوںی پر۔ اور زراعت کی روز افزوںی مزارعین کی ضروریات کی تکمیل پر موقوف ہے۔ اور اُن ضروریات کی دو قسمیں ہیں۔ ایک وہ کہ جس کی تکمیل حکومت سے متعلق ہے مثلاً صیغہ آبپاشی و تعمیرات وغیرہ۔ دوسری وہ جو مزارعین کی ذات سے متعلق ہے مثلاً اجناس متعلقہ زراعت کے تخم۔ نقدی رستم۔ اسباب و آلات کساد زری۔ ذاتی محنت و جفاکشی۔

ذاتی محنت و جفاکشی اگرچہ ان کا منصب مفروضی ہے

مگر چونکہ دوسری ضرورتوں کی تکمیل نہ ہونے سے بے بیچارے مزارعین قطعی بے بس تھے لہذا سلطان عبدالحمید خان ام قبا نے مزارعین کی اُن ضروریات کو پورا کرنے کے علاوہ جن کا پورا کرنا ان کے ذمہ تھا مثلاً آبپاشی وغیرہ خاص مزارعین کی ذاتی ضروریات کی تکمیل کے لئے زیر نگرانی وزیر مال نہ

صرف ایک زراعتی بینک قائم کیا جس کی (۹۵) شاخیں اور
(۳۲۸) انجمنیں تھیں بلکہ زراعتی کالج بھی قائم کیا جس کی
شاخیں مالک عثمانیہ کے ہر ایک ولایت و ضلع کے صدر
مقام میں فن زراعت کی تعلیم دے رہی ہیں۔

زراعتی بینک نے من ابداً ۱۸۸۳ء تا ۱۸۸۶ء

اپنے موجودہ سرمایہ (۳۵) کروڑ (۵۰) لاکھ پیاstr سے جن پر
مزارعین وغیرہ کو مدد دی اُس کی تعداد (۱۲) کروڑ (۱۷) لاکھ
(۷۰) ہزار پیاstr تھی۔ اور مدارس متذکرہ صدر نے سند یافتوں کو
اس قدر بڑھا دیا کہ جن کی تعداد (۶) ہزار (۱۹) تک پہنچ گئی۔

سررشتہ مال وصیتہ معدنیات وجنگلات۔ اس
کے عہد انتظام کے لئے مکتب الملیکۃ یکتب الزراعت۔
مکتبہ معدنیات وجنگلات زیرِ مگرانی وزارت مال قائم کئے
گئے یکتب الملیکۃ یکتب الزراعت سررشتہ مال کے لئے
اور مکتب معدنیات وجنگلات سررشتہ متعلقہ کے لئے
لائق و فائق افسران اسٹاف بہم پہنچاتے ہیں۔ پس لائق و
فائق عہدہ داروں نے اپنی قوت و ماعی سے زراعتی بینک
کو اور مدارس نے اپنی ابیض نوراتی و قوۃ تعلیمی سے مزارعین

وغیرہ کو کچھ ایسی مدد دی جس کی وجہ سے دس ہی سال کے عرصے میں خاص صیغہٴ درامت میں اس قدر ترقی ہوئی کہ نہ صرف عشر کی آمدنی میں تقریباً چھ لاکھ پونڈ (ایک کروڑ بیس لاکھ روپیہ) کی افزائش ہوئی بلکہ بجرا و رافعات زمین کا سالانہ لگان پانچ لاکھ پونڈ (ایک کروڑ روپیہ) ہو گیا۔ اور صیغہٴ مہذبات و جنگلات کی آمدنی (جس کا وجود اس کے پیشتر معدوم تھا) پانچ لاکھ بیس نوے ہزار چار سو بائیس پونڈ (ایک کروڑ اٹھارہ لاکھ اڑتالیس ہزار چار سو چالیس روپیہ) تک پہنچی۔

صیغہٴ صنعت و تجارت اس کی ترقی کے لئے عموماً محسوس کا انصافانہ تقرر۔ پیشہ و روٹھی آزادی۔ حفظ حقوق و نفوس۔ آسان تر سلسلہٴ خط و کتابت (ڈاکخانہ جات و تار برقی)۔ بخاطر وسائل آمد و رفت (ریلوے لائن اور جہازوں کی کمپنیاں) خصوصاً علم و فن متعلقہ کی تعلیم و تربیت اور رقی انداد و معاونت وغیرہ اسبابِ شہ لازم و ملزوم ہیں۔ اول الذکر اسبابِ خمسہ صرف مؤید ترقی۔ تو آخر الذکر اثنین ہم موجب ترقی و ہم باعث بقائے تسلسل مانے گئے ہیں۔ لیکن سلطان عبدالحمید خاں نے ان اسبابِ اول الذکر کو ہم پہنچانے کے علاوہ جن کا ہم پہنچانا

بنظر تکمیل و جبر اغراض حکومت اُن کے ذمہ تھا۔ مخصوص ترقی تجارت و صنعت کے لئے زیرِ مچھرائی وزیرِ پبلک و کس معلوم و قانون متعلقہ کی اشاعت اور اہل تجارت و غیرہ کی امداد و معاونت کے لئے ہر ایک محل و مقام پر تجارتی و صنعتی کالج اور ٹیس کروڈ پونڈ کے معتد بہ سرمایہ سے ایک زبردست بینک بھی کھول دیا۔ اس سے یہ نتیجہ مترتب ہوا کہ چھ ہی سال میں تعلیم یافتہ پیشہ وروں کی تعداد اس قدر بڑھ گئی اور صنعتی کارخانہ جات اس قدر قائم ہو گئے کہ اُن کا سالانہ ٹیکس ساٹ لاکھ چالیس ہزار پونڈ ہو گیا۔

تجارتی ترقی کا اندازہ نہ صرف اس سے ہو سکتا ہے کہ ایک سو بیس چھیروے کامرس (ایوان یا مجلس تجارت) قائم ہو گئے کہ جن کے روزانہ کاروبار کی تکمیل کے متعلق ایک ہزار ایک سو آٹھ جہازوں کی کمپنیاں سائروسامی و سرگرم ہیں بلکہ اس سے بھی ممکن ہے کہ ملکی پیداوار اور صنعت و حرفت کے ضمن میں ایک ارب پچیس کروڑ بہتر لاکھ چار ہزار دو سو پونڈ کا مال برآمد ہوتا ہے۔

پس واجب التعمیم بیدار مغز سلطان عبد الحمید خاں کی

مجوزہ اسکیم کی نسبت یہ امید قائم کرنا بے محل نہوگا کہ اگر اس اسکیم کا سلسلہ بلا تغیر و تبدل اپنی موجودہ خوبیوں سے محفوظ و مسلسل جاری رہے تو عجب نہیں کہ سلطان کے ظل عاطفت میں صنعت و تجارت کا صیغہ روز افزوں ترقی کے ساتھ وہ دلچر فروع و فتوح حاصل کرے جو آج کل اُن کی ہمسایہ وہم پایہ حکومتوں کے صیغہ تجارت کو نصیب ہے۔

صیغہ عدالت عامہ۔ اس میں مفصلاتی عدالتوں کی ازسرفہ درستی و ترتیب ہوئی۔ سرکاری مہتمموں اور ایڈوکیٹ جنرلوں کا تقرر اور ججوں کے لئے ترقی کا باقاعدہ انتظام کیا گیا۔ ہر تعلقہ میں ابتدائی عدالت دیوانی و فوجداری۔ اور ہر ضلع میں متوسط عدالتیں۔ اور ہر صوبہ میں صدر عدالتیں قائم ہوئیں۔ اور عدالت العالیہ جس کو محکمۃ التیمیز یا دوسرے الفاظ میں ہائیکورٹ کہتے ہیں خاص قسطنطنیہ میں قائم ہوا۔ ہر ایک مقدمہ کا مرافعہ عدالت ابتدایہ سے ضلع میں۔ ضلع سے عدالت صوبہ میں۔ عدالت صوبہ سے عدالت گورنری میں۔ عدالت گورنری سے عدالت العالیہ میں۔ اور اس سے وزیر عدالت کے اجلاس تک برابر ہوا کرتا ہے۔ جس کی نگرانی یا تو خود پشکادہ سلطانی میں ہوتی ہے۔ یا مجلس

باب العالی میں جہاں تمامی وزراء بحیثیت ممبر و وزیر اعظم میزبیں
ہوتا ہے یہاں کا حکم حکیم قطعی یا حکم مختتم سمجھا جاتا ہے

سررشتہ عدالت - اس کے انتظام کے لئے باقاعدہ

جوڈیشل حکام بہم پہنچانے کے لئے زیر نگرانی وزیرِ عدالت عامہ
مکتب المحقوق (قانونی کالج) و مکتب نواب قائم کیا گیا۔ مکتب
اول الذکر جوڈیشل انتظام کے لئے جج - اسٹنٹ جج - مجسٹریٹ -

چیف مجسٹریٹ - میصف - صدر میصف - عادل - میر عادل - ہیسم
پہنچاتا ہے تو مکتب آخر الذکر اسلامی جماعت کے سرورٹی قافی -

منفی - یا ایسے لائق و فائق اشخاص بہم پہنچاتا ہے جو قصداً و افتاً
کے عہدوں کے امیدوار اور ہر طرح مستحق ہوں -

انتظام پولیس - چوہکھ ہر ایک آدمی اپنے وطن

اور اہل وطن کے آئین و الطوار ان کی گفتار رفتار ان کی طرز

معاش اور پروٹ زندگی سے بخوبی واقف ہوتا ہے لہذا

ہر ایک شخص جہاں کا تھاں مامور کر دیا گیا تاکہ نزاقوں اور

ڈاکوؤں کی گرفتاری و سراغ رسانی کے متعلق کسی طرح کی قوت

و دشواری واقع نہ ہو - اور ہوا بھی ایسا ہی جس کے متعلق

خود محکمستان کی ایک شہزادی نے یہاں کے انتظام

پولیس کو اسکا ٹلنڈ کے پولیس کے انتظام سے نسبت دی ہے۔
 تعلیمات کا انتظام۔ اس پر ایک سرسری نظر ڈالنے
 سے واضح ہوا کہ مصارف تعلیمات قبل ازیں تین لاکھ پونڈ تھے
 لیکن مجددہ مدارس کی تعداد پانچ ہزار اور مصارف ۵ لاکھ پونڈ
 کر دیئے گئے۔ سلطان المعظم دام اقبال نے سررشتہ تعلیمات
 میں دو شاخیں قائم کیں۔ تعلیم عام۔ تعلیم خاص۔ عام میں
 عامہ رعایا کی تو خاص میں خاص منتظمان دولت کی تعلیم و تربیت
 ہوتی ہے جس سے انتظامی ضرورتوں کی تکمیل ہوا
 کرتی ہے۔

شاخ اول میں تعلیم کے چار درجے ہیں۔ ابتدائیہ۔
 رشتہ۔ ابدائیہ۔ اعلیٰ۔

(۱) ابتدائیہ مدارس کو مکاتب جیسا کہتے ہیں ان کا
 نصاب تعلیم یہ ہے۔ قرآن مجید۔ ترکی زبان۔ خوشخطی۔ ترکی قواعد
 حساب۔ عربی کا املا۔ جغرافیہ۔ دست تعلیم چار سال۔

(۲) رشتہ یہ کہ ابتدائیہ میں شریک ہے مگر یہ تعلیم نڈل
 کے برابر یا اس سے کچھ بڑھی ہوئی ہے اس کا نصاب
 تعلیم یہ ہے صرف و نحو۔ ترکی۔ عربی۔ فارسی۔ املا۔ انشاء۔

تحریر مسجع۔ تاریخ سلطنت عثمانیہ۔ تاریخ عالم۔ جغرافیہ۔ حساب۔
اصول اقلیدس۔ سادہ نقشہ کشی۔ کاغذات تجارتی کے اصول
اور فرنیچ زبان۔ مدت تعلیم تین سال۔

(۳) آبادیہ درجہ بنبرل انٹرنس کے ہے۔ اس میں ہی
لڑکے داخل ہوتے ہیں جنہوں نے رشیدیہ کی تمام جامعیت امتحاناً
طے کی ہوں۔ یہاں کا تعلیمی مضامین یہ ہے۔ علم ادب۔ انشا۔
فرانسیسی زبان۔ علم کلام۔ حساب۔ جبر و مقابلہ۔ مساحت اراضی۔
اقلیدس۔ علم طبیعیات۔ کیمسٹری (کیمیا)۔ نیچرل مہٹری (علم
خواص الاشیا) مدت تعلیم تین سال۔

دارالخلافہ کے محلہ کے حلقہ اور اضلاع کے
ہر ایک موضع میں جہاں سو گھر آباد ہوں ایک ایک مدرسہ قصبیان
اور مدرسہ نسوان اور جس محلہ و موضع میں جہاں پان سو گھر ہوں
دو کورواناٹ کے واسطے ایک ایک مدرسہ رشیدیہ اور جس شہر
میں جہاں ہزار گھر ہوں ایک مدرسہ آبادیہ کھول دیا گیا ہے۔
آبادیہ اور رشیدیہ میں خاص لڑکیوں کا تعلیمی کورس یہ ہے۔ دینیات۔
ترکی قواعد عربی و فارسی قواعد کے اصول۔ علم ادب۔ علم
خواص الاشیا۔ تاریخ۔ جغرافیہ۔ حساب۔ تدبیر منادل۔ سینا پورنا

نقاشی اور موسیقی (اختیاری ہے)۔ ترکی۔ روسی۔ یونانی۔ فرہنگی
جرمنی۔ روسی۔ انگریزی زبان۔ آخر الذکر چار زبانیں اختیاری
ہیں۔

ہر ایک ولایت کے صدر مقام (صوبہ) میں ایک
گرامر اسکول اور ایک کالج بھی ہے۔ گرامر اسکول میں دہی
علوم پڑھائے جاتے ہیں جو ابدادیہ میں مقرر ہیں۔ اور کالج
میں دوسم کی اعلیٰ تعلیم ہوتی ہے۔ لیٹرز (ادب) سائنس
(حکمت)۔ مدت تعلیم تین سال۔

(۴) اب رہی تعلیم اعلیٰ اس کی دو قسمیں ہیں۔ علمی۔
فنونی۔ علمی میں دو شاخیں ہیں۔ مکتب سلطانینہ۔ مکتب
ادبیات عالیہ۔

(۱) مکتب سلطانینہ۔ یہ کالج تمام کالجوں سے ممتاز ہے
تعلیمی حیثیت سے اس کالج کو جو خصوصیت حاصل ہے وہ
یہ ہے کہ تمام علوم فُضُنون فرہنگی زبان میں پڑھائے جاتے
ہیں۔ اس کا تعلیمی کورس یہ ہے۔ ترکی۔ عربی۔ فارسی میں عقائد
فقہ۔ اخلاق۔ حدیث۔ تفسیر۔ صرف و نحو۔ ادب۔ تاریخ دولت
عثمانیہ۔ اصول انشائنگاری۔ فن بلاغت۔ حساب جبر و مقابلہ

جغرافیہ۔ ہندسہ۔ کمپٹری۔ علم طبقات الارض۔ علم نباتات۔
 علم حیوانات۔ طبیعیات۔ رسم ہندسہ۔ علم مناظرہ۔ یونانی۔
 آرمی۔ جرمنی۔ انگریزی۔ اٹالین زبانیں بھی حسب ضرورت
 سکھائی جاتی ہیں۔ مدت تعلیم ۵ سال۔

(۲) مکتب ادبیات عالیہ۔ اس کا نصاب تسلیم
 حسب ذیل ہے۔

عربی علم ادب۔ یونانی علم ادب۔ لاطینی علم ادب۔
 منطق۔ فلاسفی۔ علم معارف و دراجات قدیمہ۔ تاریخ عالم قلیسہ
 تاریخ۔ میعاد تعلیم ۳ سالہ ہے۔ یہاں کے سند یافتہ دوسرے
 مدارس کے ادیب ہوتے ہیں۔

اس کے سوائے نارمل اسکول بھی ہیں جن میں سے ایک
 کے سند یافتہ طلباء مکاتب صبیان و ابتدائی پرائمری سکول کے
 ماسٹر اور استاد ہوتے ہیں تو دوسرے کے سند یافتہ طلباء
 ’رشدیہ‘ اور اعلیٰ اسکولوں کے ادیب و پروفیسر ہوتے ہیں تیسرے
 میں وہ نوجوان خواتین تعلیم پاتی ہیں جو بعد کامیابی مارشون
 کی محکمہ ہوتی ہیں۔ قونی میں اتنے کالج ہیں یکتب الزراعة۔
 مکتب الصناعت۔ مکتب التجارت۔ مکتب الطبابت۔ مکتب الهند

(۱) انجینئرنگ کالج۔ ان کی شاخیں بعض بعض ولایت کے صدر مقام میں پھیل گئی ہیں۔

(۱) مکتب الزراعة۔ اس کالج میں علم طبقات الارض علم کیمیا۔ علم خواص جوارح نباتات۔ علم نباتات۔ علم حیوانات۔ علم خواص۔ جوارح حیوانات۔ علم مقیاس الموسم۔ علم ہوا۔ علم جزئیت۔ انجینئرنگ وغیرہ علوم کی تفہیم اور عملی مشق بھی کرائی جاتی ہے۔ اس کی شاخیں سمرنا بیروت۔ بروصہ اور دیگر مقامات میں پھیل گئی ہیں۔ جن کے ساتھ ایک ایک زراعتی ماڈل فام علمی کے لئے بھی ہوتا ہے۔ ایسے خاص کالج میں معرین ریاست ہی تعلیم پاتے ہیں۔ اور بعد کامیابی ڈاکٹر آف اگریکلچر ہوتے ہیں۔ اس کی شاخوں میں علمہ رعایا تعلیم پاتی ہے جن کے طلباء زراعتی انسپکٹر ہو کرتے ہیں۔

(۲) مکتب الصناعة۔ اس کالج میں علوم متعلقہ فنون وغیرہ مثل حدادی۔ بخاری۔ کلوں کی تیاری اور ان کا ڈھالنا۔ وغیرہ وغیرہ سکھائے جاتے ہیں۔ اس کے طلباء جب فنون کی تعلیم سے فارغ ہو جاتے ہیں تو منجملہ ان کے بعض سرکاری فوجی سرکرستہ میں بعض جہازوں کے کارخانوں میں ملازم ہو جاتے ہیں

اور بعض کو کچھ نقد انعام عطا ہوتا ہے جس سے صنعتی کارخانوں کے کھولنے پر مجبور کئے جاتے ہیں۔ اس کالج کی ایک ایک شاخ ہر ولایت کے صدر مقام میں کھلی ہوئی ہے۔ جس میں دوسرے ہوتے ہیں۔ ایک لڑکوں کے واسطے دوسرا لڑکیوں کے واسطے۔ چنانچہ اس کالج کے قیام سے عثمانیہ حکومت کی پبلک صنعت و حرفت کو اس قدر فروغ و ترقی نصیب ہوئی جس کی کسی کو امید نہ تھی۔

(۳) مکتب التجارت۔ اس کالج کا نام حمیدیہ تجارتی اسکول ہے جو سلطان اعظم کے مقدس و مبارک نام نامی سے معنون ہوا۔ اس میں وہی علوم و فنون سکھائے جاتے ہیں جو تجارت کے متعلق ہوں۔ اس کی شاخیں ہر ایک ولایت میں جہاں گورنر کا مستقر ہے قائم کی گئی ہیں۔

(۴) مکتب طبابت۔ اس کالج میں علوم و فنون متعلقہ طب و تشریحات ابدان پڑھائے جاتے اور عملی مشق کرائی جاتی ہے۔ یہاں کے طلباء ڈگری حاصل کرنے کے بعد میونسپل طبیب ہوتے ہیں اور سررشتہ فوج بری و بحری میں اکثری پر مامور کئے جاتے ہیں۔

(۵) مکتب الہندسہ۔ (انجینئرنگ کالج) اس میں علوم متعلقہ تعمیرات وغیرہ پڑھائے جاتے ہیں۔ اس کے سند یافتہ طلباء سررشتہ تعمیرات اور سررشتہ فوج میں بصینہ توپ خانہ انجینئر مقرر ہوتے ہیں۔

شاخ دوم (تعلیم خاص) میں نو کالج ہیں۔ مکتب ملکیہ شاہانہ۔ مکتب معدنیات و جنگلات۔ مکتب المحقوق۔ مکتب النواب۔ مکتب تعلیم اصلی سفارت۔ مکتب بحریہ۔ مکتب حربیہ۔ مکتب شان مکتب^۱ تاریخی۔

(۱) مکتب شاہانہ۔ یہ کالج جو ترکی کا سیول سروس کالج ہے۔ خاص سلطان المعظم کا قائم کردہ ہے۔ اور حضرت سلطان المعظم کو اس کی طرف التفات خاص ہے کیونکہ اس کالج کے سند یافتہ طلباء صوبوں کی مددگاری۔ یا اول تعلقداری یا سلطنت کے دوسرے محکموں میں اسی عہدہ کے برابر منصب کے عہدوں پر مامور ہوتے ہیں۔ اس کا تعلیمی کورس یہ ہے۔ عربی۔ فارسی۔ یونانی۔ فرنگ۔ آرمینی۔ زبانیں۔ حساب۔ جغرافیہ۔ ہندسہ۔ جبر و مقابلہ۔ علم خواص الاشیاء۔ کیمسٹری۔ علم مناظرہ۔ طبیبیات۔

علم حیوانات۔ کینن لا (فتاویٰ شریف) کمرشل لا (قانون تجارت)۔
سول لیجلیشن (ملکی قانون) عام لاینج۔ پولیٹیکل اکانومی (سیاست
مدن) قوانین مالک یورپ۔ انڈسٹری۔

چنانچہ ۱۸۸۷ء تک دوسو سے زیادہ طلباء ملکی عہدوں پر
مقرر ہو چکے ہیں۔ سنہ مذکور میں طلباء کی تعداد سات سو سے
زائد تھی۔ گواب سنا گیا ہے کہ تقریباً بارہ سو طلباء
زیر تعلیم ہیں۔

(۲) مکتب معدنیات و جنگلات۔ یہ کالج ۱۸۹۰ء میں
زیر نگرانی وزارت مال قائم ہوا۔ اس میں وہی علوم پڑھائے
جاتے ہیں اور ان کے متعلق عملی مشق کرائی جاتی ہے جو معدنیات
و جنگلات سے متعلق ہیں اور ان کی شناخت و برآمدی ان
کی حفاظت و پرورش کے لئے موزوں ہیں۔ اس کے طلباء
حسب لیاقت اور حسب مدارج ڈگری سررشتہ متعلقہ کے
افسر مہتمم۔ ناظر وغیرہ ہوتے ہیں۔

(۳) مکتب الحقوق۔ یہ کالج قانونی کالج ہے۔ ۱۸۸۲ء
میں زیر نگرانی وزیر عدالت قائم ہوئی غرض مستقل بنیاد پر اس کا
قیام ہوا کہ جوڈیشل انتظام کے لئے ہر سال لائق و فائق

جوڈیشل حکام بہم پہنچاتا رہے۔ اس کے سند یافتہ طلباء جج۔ اسسٹنٹ جج۔ مجسٹریٹ۔ چیف مجسٹریٹ۔ منصف۔ صدر منصف۔ عا دل۔ میر عا دل اور صدر الصدور ہوتے ہیں۔ اس کی میعاد تعلیم چار برس ہے اور کورس میں سند درجہ ذیل مضامین داخل ہیں۔

فقہ۔ اصول فقہ۔ ممانہ قانون۔ (مجلت)۔ شرح عسمدی۔
رومن لا (قانون دیوانی)۔ قانون تجارت (تجارتی قانون دیوانی
فوجداری اور تعزیری)۔ اصول محاکمہ (ثالثی)۔ قانون تعزیرات۔
قانون بحری۔ پولیسٹیکل اکانومی۔ (سیاست مدن)۔ قوانین سلطنت
یورپ متعلقہ دیوانی۔ فوجداری۔ تجارتی۔ تاریخ ایجاد قانون اور
اس کی مہد و ارتقیاں۔ انتظامی قانون۔ یہ تعلیم نہایت رو بہ ترقی
ہے۔ اس کے طلباء کی تعداد سالانہ میں بارہ سو متقی جن میں
چھ سو بورڈر باقی غیر بورڈر تھے مگر اب سنا گیا ہے کہ تین ہزار
لڑکے زیر تعلیم ہیں۔

(۴) مکتب نواب۔ یہ کلج بھی زیر مگرانی وزارت مہولت
حامد خاص ان اشخاص کی تعلیم کے لئے قائم ہوا ہے جو اسلامی
جماعت کے موروثی قاضی و مفتی ہو کرتے ہیں۔ یا قضا و افتلا کے
مہدوں پر مقرر کئے جاتے ہیں۔ اس میں فقہ کی تعلیم نہایت

اعلیٰ درجہ کی ہوتی ہے۔ اور وہ علوم جدیدہ بھی سکھلائے جاتے ہیں جو ضروریات زمانہ سے تعلق رکھتے ہیں۔

(۵) مکتب تعلیم اعلیٰ سفارت۔ یہ کلچر سلسلہ میں زیر نگرانی وزارت عظمیٰ و وزارت خارجہ قائم ہوا۔ اس میں وہی علوم سیاست مدن پڑھائے جاتے ہیں جو سفارت کے متعلق مفید ہوں اور جن کی عام ضرورت خدمت سفارت کے لئے مافی گئی ہے۔ اس میں معزز عمائدین دولت و امراء سلطنت کے نوجوان لڑکے زیر تعلیم ہوتے ہیں۔ جو سفارتی عہدوں کے لئے منتخب کئے جاتے ہیں۔ مدت تعلیم چار سال ہے۔ اور اس میں تقریباً دو سو طلباء زیر تعلیم ہیں۔

(۶) مکتب لسان۔ یہ کلچر حسب احکم سلطان اکوٹبر سلسلہ میں زیر نگرانی وزارت خارجہ بایں وجہ قائم کیا گیا کہ عموماً تمامی ممالک کے انتظامی محکمہ جات خصوصاً محکمہ باب العالی و محکمہ وزارت خارجہ کے لئے لائق و فائق ترجمان بہم پہنچائے۔ مدت تعلیم پانچ برس۔ اور اس کے کورس میں گرامر۔ فرانسیسی۔ ترکی۔ یونانی۔ آرمینی۔ انگریزی۔ جرمنی۔ زبانیں داخل ہیں۔ صرف روسی زبان اختیاری ہے۔ سلسلہ میں

اس کے طلباء کی تعداد تقریباً چار ہزار تھی۔ اس کے سند یافتہ طلباء گورنمنٹ کے مختلف محکموں اور صیغوں میں مترجمی کی خدمات پر مامور ہوتے ہیں۔

(۷) مکتب تار برقی۔ یہ مکتب ۱۸۹۰ء میں زیر نگرانی وزارت مال قائم کیا گیا ہے۔ اس میں وہی علم و عمل متعلقہ تار برقی سکھائے جلتے ہیں جن کی عام ضرورت دولت و حکومت کو ہے۔ یہاں کے ڈگری یافتہ طلباء ہر ایک تار فیس میں جو مالک عثمانیہ میں صد ہا معاملات پر قائم ہیں ملازم ہوتے ہیں۔

(۸) مکتب بحریہ۔ یہ کلج زیر نگرانی وزارت صیغہ بحری قائم ہے اس میں فن جہاز رانی اور اس کے متعلقہ علم و فن سکھائے جاتے ہیں اور عملی مشق بھی کرائی جاتی ہے۔ اس کے طلباء کی تعداد تخمیناً پندرہ سو ہوگی۔

(۹) مکتب حربیہ شاہانہ سیکالچ کیا باعتبار تعلیم علی اور کیا باعتبار تعلیم فن حربی نہایت ممتاز ہے اس میں تعلیم کی دو شاخیں ہیں۔ فنی عسکری۔ فنی میں دو قسم کی تعلیم ہوتی ہے ایک فن حربیہ دوسری فن بڑیاریہ۔

فن حربیہ میں مضامین ذیل پڑھائے جاتے ہیں۔
 تقسیم اراضی۔ ہیئت۔ نظریات۔ جرنیل۔ معاری۔ اسٹال۔
 معاری۔ تاج فن حرب۔ ارکان حرب۔ فن اسلحہ ثقلیہ۔ فن اسلحہ
 خفیفہ۔ علم طبقات الارض۔ اقلیدس۔ جبر و مقابلہ۔ پلوغرافس۔
 فوجی ٹیلیگراف۔ فوجی ایجادیں مع عملیات۔ تصویر کشی۔ سفر نامیا۔
 ممالک عثمانیہ کی سڑکیں اور سرحدی مقامات اور کل یورپ کی
 ریلوے لائن۔ یورپ کی فوجوں کی ترتیب اور اس کے اصول۔
 دنیا کی مشہور لڑائیاں اور فوجی اصول کے لحاظ سے اُن کی
 کیفیت وقوع اور فتح و شکست کے اسباب کی تحقیق۔ فرینچ جرن
 روسی زبان۔ قلعوں کا محاصرہ اور ان کے اصول جنگ۔
 نشانہ بازی۔ شہسواری۔ مورچہ بنانا۔ دمدہ تیار کرنا۔ ٹرنکس کھودنا۔
 افسروں کے لئے مدت تعلیم چھ برس۔

فن سبھاری میں تمام امراض۔ طب حیوانات۔ فن دلاؤ
 فن فروسیت۔ امراض متولیہ۔ امراض خارجیہ و داخلیہ۔ فن
 جراحی۔ کیمیائے عضوی و غیر عضوی۔ مفردات طب۔ تشریح۔
 منافع الاعضا۔ نباتات۔ علم حیوانات۔ علم الارض و المعادن۔
 مدت تعلیم چار سال۔

عسکری۔ اس کی تین شاخیں ہوتی ہیں۔ ایک
 کیوٹری (فوج سواراں)۔ دوسری انفنٹری (پیدل)۔ تیسری
 آرٹیلری (توپ خانہ)۔ سوار اور پیدل کو مضامین ذیل کی تعلیم
 ہوتی ہے۔ ہندسہ رسمی نظری و عملی۔ پلوغرافیہ۔ کیمیا۔ فنِ اسلحہ۔
 فوجی ایجادات۔ جغرافیائے عسکری۔ فرنیچ۔ جرمنی۔ روٹنیٹان۔
 اور عملی تعلیم۔ فنِ نشانہ بازی۔ تیزہ بازی۔ شہسواری۔ دمدہ
 تیار کرنا۔ مورچا لین بنانا۔ سرنگیں کھودنا۔ سکھلائے جاتے
 ہیں۔ مدتِ تعلیم تین برس۔

آرٹیلری (توپ خانہ کو علاوہ مضامین مندرجہ بالا
 انجینئرنگ کی تعلیم بھی دی جاتی ہے۔ اور عملی تعلیم میں توپ
 کا چلانا اور اس کی نشانہ بازی۔ گھوڑوں کی سواری۔ دیمے
 اور مورچا لین بنانا۔ توپ کا گاڑی پر قائم کرنا اور اس کا
 گاڑی سے علاحدہ کرنا۔ اس کی کلیں بنانا اور درست کرنا۔ اور
 کسی قدر حدادی اور تجارتی بھی سکھائی جاتی ہے۔ عالمِ فوج
 کے لئے مدتِ تعلیم تین برس۔ افسروں کے لئے ۴۔ ۵
 ۶۔ برس ہے۔

اس کالج کے ماتحت (۴۵) مدارس حربیہ ہیں۔

جن میں (۱۸) آبادیہ اور (۲۴) رشتہیہ ہیں۔ رشتہیہ ہر ایک ولایت کے صدر مقام میں کھول دیا گیا ہے اور آبادیہ خاص قسطنطنیہ۔ اڈریانوپل۔ مناسطری۔ زرخ روم۔ دمشق۔ بغداد۔ بین اور باتنورس کے ایشیائی ساحل پر قائم کئے گئے ہیں۔

حربیہ کالج اور اُس کی شاخوں نے ۱۸۷۶ء سے ہر تین سال کے اختتام پر تخمیناً پچاس ہزار تعلیم یافتہ فوج سلطان عبدالحمید ثانی کے تحت و تاج دولت و حکومت کی حفاظت اور اس کی خیر خواہی و جاں نثاری کے لئے ہم پہنچادی ہے جس میں سے (۳۵) ہزار پیدل (۹) ہزار سوار اور (۶) ہزار فوج توپ خانہ ہے اور ہر چھ سال پر تخمیناً (۱۶۰۰) طلباء، لفسٹنٹی۔ نائب لفسٹنٹی۔ اور کپتانی وغیرہ کی گڈگرایاں پاکر مدرسہ سے نکلتے ہیں۔ چنانچہ اس وقت پر علاوہ موجودہ فوج ملازم کے جن کی تعداد (پانچ لاکھ) میں اختلاف ہے اگر بحساب صدر دیکھا جائے تو حکومت ترک میں دو لاکھ چوبیس ہزار فوج پیدل۔ ترسٹھ ہزار سوار۔ چوالیس ہزار فوج توپ خانہ موجود ہوگی۔ اس کالج کے افتتاح و قیام سے نہ صرف یہ فائدہ مترتب ہوا کہ دولت عثمانیہ کا موجودہ مینہ جنگ نہایت پر زور و پرقوت ہو گیا

بلکہ آئندہ کے لئے ہم کو یہ امید قائم کرنا بیجا نہ ہو گا کہ حربیہ کالج کی تعلیمی قوت سے عمراً عثمانی ہر ایک رعیت خصوصاً تائی ترک جن کی ہمت مردانہ و جرأت دلیرانہ اور جو انفرادی و شجاعت بہادرانہ مشہور آفاق ہے ایک باقاعدہ جنگی سپاہی بن جائیں گے۔

اگرچہ عام قومی تعلیم و تربیت اور اس کی ترقی کے متعلق سلطان اعظم کی ذاتی توجہ جیسی کچھ ہے اُس پر خود سررشتہ تعلیمات کی دست۔ طلباء و علماء کی قدر و منزلت۔ عطا کئے منہجات و خدمات اور نیز تاریخ مصنفہ شہزادی انگلستان و رپورٹ پر و فیرو پیری نمبری (۵) اور (دی فیکٹس اباڈٹ ترکی) ایک امریکن جرنلین کا رسالہ اور بہت سے اخبارات مصدق و مستند ہیں۔ مگر میں اس موقع پر اُس تعلیم و تربیت کا ذکر کرتا ہوں جو مخصوص گروہ نوبل کے سامنے متعلق ہے۔

درستاً ۶ بذریعہ خط شریف (مشور شاہی) یہ حکم شرف صدور لایا کہ امراء و اعزہ حکومت اپنی اولاد کو سات برس کی عمر میں ہر محلہ کے ابتدائی مدارس میں داخل کریں جن کی مدت تعلیم (۲) برس ہے۔ جب یہاں کی تعلیم سے فراغت ہو جاتی ہے تو تعلیم رشدیہ شروع ہو جاتی ہے جس کی مدت (۳) برس ہے

اور تعلیم نڈل کے برابر ہے اس کے بعد تعلیم آبادیہ جس کی مدت تعلیم (۲) برس ہے۔ اور تعلیم انٹرنس کے برابر ہے۔ بالآخر جب امر آزادے ان مدارس و مدارس سے فارغ ہو گئے تو ان فنونی و علمی خاص کالجوں میں سے جس کالج میں رجحان و میلان ہو اس میں شریک ہو جاتے اور (۵) برس "تعلیم رہتے ہیں۔ ماشاء اللہ جب یہاں سے بھی بازی لے گئے اور سائنٹیفکٹ حاصل کر لئے تو مبصارت حکومت دوسرے ترقی یافتہ ممالک میں مجاہد یہ جاتے ہیں۔ تاکہ وہاں جا کر اُن ممالک کا حال برای اہیں مشاہدہ کر کے طریقہ حکمرانی کو دریافت کر کے یہاں اور وہاں جو کچھ تفاوت ہو اس کو خوب سمجھیں سوچیں تاکہ جب انہیں حکمرانی کرنی پڑے تو کار آمد ہوں۔ اور اُن اسباب مابہ الار تقا کی رپورٹ اپنی حکومت کی وزارت متعلقہ میں دیں جن کا وجود اپنی دولت و سلطنت میں نہایاب ہو غرض تین سال کے بعد ہر ایک علم و فن کے ذخیرے اور تجربے کو لئے لوائے اپنے ملک کی طرف عود کرتے ہیں۔ اور جس صیغہ و سررشتہ کی لیاقت اور تجربہ حاصل ہوتا ہے اس کی متعلقہ کونسل میں امتحاناً شریک ہوتے ہیں۔ اور پھر یہاں کے

رنگ و صنگ دیکھتے بھاتے ہیں اور جب پچیس برس پر آجاتے ہیں تو رائے دینے کی اجازت ملتی ہے۔ بالآخر برس بھر کے امتحان و تجربہ کے بعد بڑے بڑے خدمات پر مامور و متعبد ہو جاتے ہیں۔

چنانچہ مکتبِ حربیہ سے چھ سو کے قریب مکتبِ سلطانینہ سے ایک سو سے زائد۔ مکتبِ ملکیہ سے زائد از تین سو اور مکتبِ المحقق سے تین سو کے قریب و مکتبِ تعلیم اعلیٰ سفارت سے پچھتر۔ مکتبِ الہندسہ سے چھ سو۔ مکتبِ بحریہ سے ایک سو پچھتر۔ مکتبِ الطابت سے دو سو چھانوے ^{۲۹۶} امر ازادے وغیرہ خدمات متعلقہ پر ^{۸۹۲} اے میں مامور ہوئے ہیں۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ۔ سلطان المنظم سلطان عبدالحمیدؒ کی خداداد دانائی و فرزانگی۔ بیدار مغزی و بلند پروازی۔ اور بہت سالہ کوشش و انتظام نے باوجود ہزار ہا موانعات کے قوم و ملت کو یہ نسبت پچھلے بیسٹس برس کے نہ صرف درجہ ہستی سے ترقی کی اس سطح پر پہنچا دیا جس کو وسطی کہتے ہیں۔ بلکہ کیا باعتبار تہذیب و شایستگی اور کیا باعتبار ترقی علم و فن اقبال و دولتمندی کچھ ایسی ترقی بخشی کہ دولت عثمانیہ کی قوم محکوم آج کسی امر متعلقہ

تدن میں کسی دوسری موجودہ قوم کی محتاج و دست نگر نہیں رہی۔ اور علیٰ ہذا حکومت کو ایسا مہذب قوی اور زور آور بنادیا کہ جس کے مقابل میں رقبائے دولت تھرا رہے ہیں۔

ہمارے اس دعوے کی دلیل اس سے بڑھ کر اور کیا ہو سکتی ہے کہ زار تختس نے اس حکومت کو ایک مرد بیمار قرار دیا تھا تو آج اس کا تخت جگر الگزنڈر ثانی اس امر کا مقرر ہو گیا ہے کہ یہ مرد بیمار اس مسیح ثانی سلطان عبد الحمید خاں نامی کے دم شفا بخش سے ایسا تو اتنا تندرست اور چاق ہو گیا ہے جس کے مقابل روسی حکومت تو روسی حکومت بلکہ اور دو چار حکومتوں کی آؤ بھکت کیلئے بھی کافی ہے۔ اور مسٹر گلاڈسٹون جنہوں نے سلطان اعظم اور ان کی قوم کو اپنے ہاتھوں کے پرے جا بننے کی صلاح دی تھی آج علی رؤس الاشہاد یہ فرما رہے ہیں کہ ”ترکی حکومت ایسی زور آور حکومت ہو گئی ہے اور سلطان آف ترکی ایسا فتح مند و منصور نکلا جس کے قدم پر روس۔ فرانس۔ اور انجمنٹ جبہ سائی کر رہے ہیں۔“ ملاحظہ ہو چھٹی مسٹر گلاڈسٹون موسومہ میڈم ٹیولٹ یہ مسئلہ آرمینا مطبوعہ اخبار مخبر دکن واقع ۱۲ جمادی الثانی ۱۳۱۵ھ

م ۳۱ اکتوبر ۱۸۹۵ء جلد (۱) نمبر شمارہ (۱۹) صفحہ (۵) ترجمہ

ٹیلیگرام رائیٹر۔ لندن مورخہ، ۲۷ اکتوبر۔

ان علمی مشاغل کے ساتھ آپ کی تصوفی مصروفیتیں بھی تھیں جن کی طرف ہم نے قبل ازیں اشارہ کیا ہے مگر تفصیل سے لکھنے کا موقع نہیں ملا اب ہم اس خصوص میں تفصیل سے تحریر کرنا چاہتے ہیں۔

آپ کے معلومات و سلسلہ سُبُت

اوپر تحریر ہو چکا ہے کہ خواجہ عبد اللہ خاں سے ہمارے خاندان میں گویا باطنی فیض رسانی کا سلسلہ قائم نہیں رہا مگر ان سے قبل کم و بیش ہزار برس تک ہماری پیشین جو سلسل صاحب طریقت اور اجازت ہوئیں ان کا موروثی اثر ضرور باقی رہ گیا ہے کہ اس خاندان کے اکثر و بیشتر افراد پابند صوم و صلوٰۃ اور تہجد گزار ہونے کے علاوہ ذکر و عبادت کی طرف بالطبع مائل ہیں۔

اسی موروثی خوب کی وجہ سے نہ صرف آپ پابند صوم و صلوٰۃ و تہجد گزار تھے بلکہ حدیث و فقہ کی معلومات و مہارت کے ساتھ طریقت کے دلدادہ بھی تھے۔

اسلام کے معنی اطاعت اور اپنے کو تقویٰ کرنے کے ہیں یعنی خدا و رسول کے اوامر و نواہی کی پابندی و بجا آوری۔ اسی کو اتقا بھی کہتے ہیں۔



شریعت مشتمل بہ عقائد صحیحہ و تہذیب اخلاقِ روزیہ و عبادتِ بدنی مثل نماز۔ روزہ۔ حج و زکوٰۃ۔ اور طریقت مجاہدہ و تزکیہ نفس و تجلیہ قلب و طہی منازل سلوک الی اللہ و حصول مراتب تقرب فنا فی اللہ و بقا باللہ ہے۔ اس عروج و ترقی کے بعد سالک انسانِ کامل سے ملقب ہو کر معرفتِ الہی سے مشرف ہوتا ہے۔ چونکہ اس راہ میں بجز ہدایت و ارشاد رہنمائے کامل و پیر طریقت اور مسابقت عنایتِ الہی قدم رکھنا محال ہے اس لئے آپ کو عرصے سے رہبرِ کامل کی جستجو تھی۔ اسی زمانے میں حضرت سید عبد اللطیف شاہ محی الدین قادری دلیور میں قطب دلیور کے نام سے مشہور تھے جن کے علم و فضل کشف و کرامات۔ ذکر و ریاضت کا شہرہ دکن میں ہر طرف تھا۔ تھوڑے دنوں کے بعد معلوم ہوا کہ حضرت موصوف نے ہجرت فرما کر مدینہ منورہ کی حاضری اختیار کی اور وہیں وصال بھی فرمایا۔ تہجرت علی اور اوصاف قلبی کا لحاظ کرتے ہوئے جنت البقیع میں قبۃ اہل بیت کے شرقی و شمالی زاویہ میں مدفون ہوئے۔ حضرت موصوف کے علمی تہجرت کے متعلق راقم الحروف کو ایک واقعہ یاد آیا ہے۔

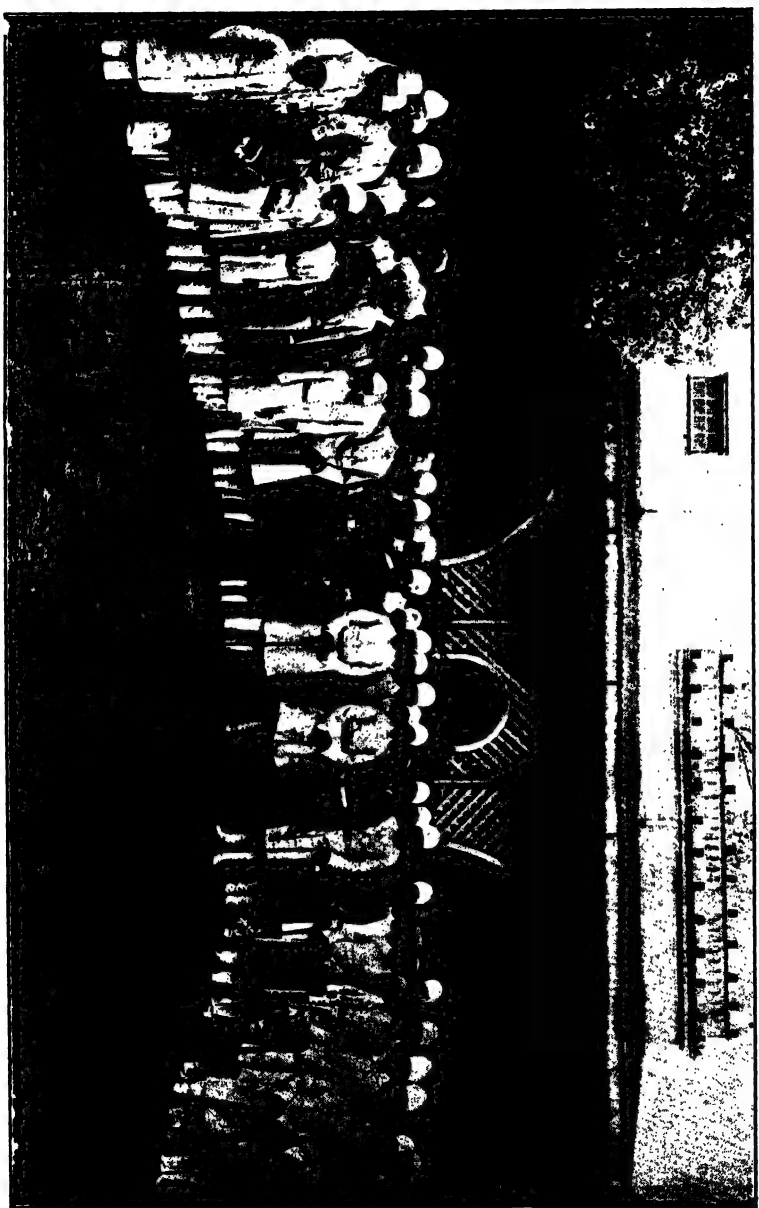
ایک مرتبہ میں والد مرحوم کی خدمت میں حاضر تھا کہ مولانا انوار اللہ خاں فضیلت جنگ بہادر مین الہام امور مذہبی تشریف لائے۔ دوران گفتگو میں حضرت قطب دلیور کا ذکر آیا۔ مولانا نے فرمایا کہ جس وقت میں مدینہ منورہ میں حاضر تھا حضرت موصوف کی قبر پر بھی بغرض زیارت جایا کرتا تھا۔ جو امر خاص طور سے

حضرت موصوف سے منسوب اور مشہور ہے وہ یہ ہے کہ جب کبھی علماء میں کسی مسئلہ میں اختلاف ہوتا تو فریقین حضرت موصوف سے رجوع ہوتے ہیں اور کشف کے ذریعے ان کو آگاہی ہو جاتی ہے۔

حضرت شاہ محمد علی قادری حضرت قطب دیوبند کے منظور نظر خلیفہ تھے۔ اپنے شیخ کی جدائی سے اس قدر متاثر ہوئے کہ بالآخر ترک وطن فرمایا اور دار وحید آباد ہو کر محلہ بازار نور الامرایں سکونت اختیار کی۔

اوپر تحریر کر چکا ہوں کہ مولوی عطاء اللہ صاحب دہلوی کریم اللہ صاحب والد مرحوم کے استاد تھے۔ ان کی زبانی آپ کو حضرت محمد علی شاہ قادری کے درود کی اطلاع ملی اور یہ بھی معلوم ہوا کہ جس طرح علم ظاہر ہیں ماہر ہیں اسی طرح علم باطن میں کامل۔ اس خبر سے آپ کو ملاقات کا اشتیاق ہوا اور کہتے ہیں کہ پہلی ہی ملاقات میں آپ نے کسی مقدس بزرگ کی زیارت کی خواہش کی اور اس کی تکمیل کے ساتھ آپ نے قادریہ طریقہ میں ان سے بیعت کر لی۔

ابتداءً آپ نے اپنے مرشد سے ثنوی مولانا رومؒ کا درس لیا۔ مرشد نے نو خفی و جلی صنایع ظاہری و باطنی کے ساتھ ثنوی کو پڑھایا ذکر و شغل کا سلسلہ شروع ہوا۔ نماز آپ کی طولانی ہو ا کرتی تھی اور وظائف کا سلسلہ دیر تک قائم رہتا تھا بعد ختم نماز شیرینی پر فاتحہ دیکر کم سن بچوں میں تقسیم کر دی جاتی تھی۔ آپ کا یہ طریقہ مدت العمر رہا۔



,

.

ذکر و شغل سے آپ کا سب و صاحبِ نسبت بھی ہو گئے تھے۔ مرشد کی توجہ اور اپنی ریاضت سے آپ میں خاص کیفیات رونما ہوا کرتی تھیں۔

بزرگانِ دین کے مزارات سے آپ کو بڑی ارادت تھی۔ اکثر درگاہوں پر حاضر ہوتے اور مراقب رہتے تھے۔

ہر وقت ہر حالت میں اللہ اکبر۔ لکھنؤ کا محبوب آپ کا زبانِ زدِ کلمہ تھا۔ آپ ہمیشہ ملاقات میں اپنے خاندانی اعزاز کا لحاظ رکھتے تھے مگر علماء و مشائخین سے نہایت ادب و تعظیم کے ساتھ پیش آتے تھے حتیٰ کہ ہیکلامی میں ہاتھ بھی جوڑا کرتے تھے۔

آپ کے پیرانِ طریقت کا شجرہ

(۱) حضرت امیر المومنین علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ

(۲) حضرت امام الہام امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۳) حضرت امام الہام امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۴) حضرت امام الہام امام محمد باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

- (۵) حضرت امام الہمام امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 (۶) حضرت امام الہمام امام موسیٰ کاظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 (۷) حضرت امام الہمام امام علی ابن موسیٰ الرضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 (۸) حضرت شیخ المشائخ حضرت معروف کرخی رضی اللہ عنہ
 (۹) شیخ المشائخ حضرت شیخ سری السقطی رضی اللہ عنہ
 (۱۰) شیخ المشائخ حضرت جنید بغدادی رضی اللہ عنہ
 (۱۱) شیخ المشائخ حضرت شیخ بشلی رضی اللہ عنہ
 (۱۲) شیخ المشائخ حضرت شیخ عبدالعزیز بھیل مینی رضی اللہ عنہ
 (۱۳) شیخ المشائخ حضرت شیخ ابو الفضل عبدالواحد مینی رضی اللہ عنہ
 (۱۴) شیخ المشائخ حضرت ابو الفرج یوسف طرطوسی رضی اللہ عنہ
 (۱۵) شیخ المشائخ حضرت شیخ ابو الحسن علی البکاری رضی اللہ عنہ
 (۱۶) شیخ المشائخ حضرت شیخ ابوسعید مبارک القزومی رضی اللہ عنہ
 (۱۷) سید السادات قطب الاقطاب حضرت محبوب سبحانی مشوق بابی
 سید عبدالقادر جیلانی الحنفی الحنفی رضی اللہ عنہ۔
 (۱۸) سید السادات حضرت سید عبدالرزاق رضی اللہ عنہ۔
 (۱۹) سید السادات حضرت سید عماد الدین ابوصلح رضی اللہ عنہ۔
 (۲۰) سید السادات حضرت سید ابونصر محمد الدین رضی اللہ عنہ۔

(۲۱) سید السادات حضرت سید احمد رضی اللہ عنہ

(۲۲) شیخ المشایخ حضرت حاجی اسحاق رضی اللہ عنہ۔

(۲۳) شیخ المشایخ حضرت حاجی محمد رضی اللہ عنہ۔

(۲۴) شیخ المشایخ حضرت دریا محمد رضی اللہ عنہ۔

(۲۵) شیخ المشایخ حضرت ناصر الدین رضی اللہ عنہ

(۲۶) شیخ المشایخ الشیخ حضرت عبدالحق محمد مخدوم رضی اللہ عنہ (المشہور دیکر

صاحب قبلہ ساوی)

(۲۷) شیخ المشایخ حضرت محمد فخر الدین رضی اللہ عنہ۔

(۲۸) سید السادات السید حضرت شاہ ابوالحسن قادری رضی اللہ عنہ

(۲۹) سید السادات السید حضرت شاہ مرتضیٰ رضی اللہ عنہ

(۳۰) سید السادات السید حضرت شاہ ابوالحسن قادری رضی اللہ عنہ

(۳۱) سید السادات السید حضرت عبدلطیف شاہ محی الدین

رضی اللہ عنہ (المشہور قطب دلیور)

(۳۲) شیخ المشایخ حضرت شاہ محمد علی قادری قدس سرہ

آمار پیش

آپ کو موئے مبارک سے بڑی عقیدت تھی اور ہمیشہ یہ قلبی تمنائیں اور

جستجو ہی کہ کہیں سے کوئی سندی تبرک دستیاب ہو جائے۔

آثار مبارک حضرت سرور کائنات علیہ وآلہ تحیۃ الصلوٰۃ جوابتداء
سید عبدالقادر خاں ثمانی جاگیردار اودگیر کے پاس تھے وہ منتقل ہوتے
ہوئے سید مصطفیٰ صاحب مدراسی کے پاس پہنچے اور ان کے انتقال کے
بعد ان کے فرزند سید محمد حسینی عرف قادر پاشا کی تحویل میں آئے۔ چونکہ
قادر پاشا کم سن تھے اس لئے ان آثار مبارک کی خدمت گزاری کا ذمہ
سید مخدوم حسینی صاحب نے لیا تھا جو اعتماد جنگ کے داماد اور شرفاء
ملاس تھے۔

سید مخدوم حسینی صاحب آپ کے انگریزی معلم رہ چکے تھے جس اتفاق
سے ایک عرصے کے بعد جو سید صاحب موصوف حیدر آباد تشریف لائے
اور آپ سے ملاقات کی تو دوران گفتگو میں ان سندی آثار مبارک کا ذکر
کیا۔ یہ سن کر آپ کو بحال عقیدت مندی حصول آثار مبارک کا اشتیاق ہوا۔
بالآخر باستصواب سید مخدوم حسینی صاحب ہر چار آثار شریف مدراس
سے ہمدست کئے گئے اور آپ کو جو سرت حصول آثار شریف سے ہوئی اور
جس قسم کا جس عقیدت و ارادت آپ کو آثار مبارکہ کے ساتھ تھا وہ
مسطور ذیل سے ظاہر ہوگا۔

جب سید مخدوم حسینی صاحب آثار شریف مع اسنادات متعلقہ جرن کی

۲۳۴
نقل ذیل میں درج کی جاتی ہے حاصل کر کے مدراس سے حیدرآباد سٹیشن

پہنچے تو پہلے یہ آثار شریف بہم راہی جماعت مولود و حناط درگاہ حضرت سیف صاحب قبلہ و حضرت شریف صاحب قبلہ قدس اللہ اسرارہم میں رکھے گئے۔

اور بعد میں خاص مطلوبہ کی اجرائی سے ایک مہتمم بالشان جلوس ترتیب دے کر جس میں خود آپ اور آپ کے عزیز و اقارب دوست و احباب

پایادہ شریک تھے بڑے تزک و احتشام کے ساتھ آثار مبارک کو لے کر چلے

منزب کے قریب جلوس گھر پہنچا۔ روشنی کا معقول انتظام تھا۔ مکان بقعہ

نور بنا ہوا تھا۔ ہمراہیوں اور جلوس کے علاوہ تماشا یوں کا ہجوم تھا۔

گھر پہنچ کر برآمدگی آثار مبارک محل میں آئی ہزاروں آدمی زیارت

سے مشرف ہوئے واپسی پر ہر ایک کو بلا تخصیص شیرینی کی ایک ایک

ٹوکری تقسیم کی گئی۔

آپ انتہا درجہ ضابط تھے کبھی بخود نہیں ہوتے تھے مگر برآمدگی

آثار مبارک کے وقت ہر سال آپ کی عجیب حالت ہوتی تھی۔ آنکھوں

سے اشک رواں دست و پائیں لرزہ بیقاری و بخودی کے عالم میں

ایک خاص کیفیت آپ پر طاری ہوتی تھی۔ برآمدگی آثار مبارک کی تقریب

ہر سال آپ بصرف کثیر فرمایا کرتے تھے۔ علی الصبح پہلے ختم قرآن کیا

جاتا اس کے بعد عربی جماعت کے سلام کے ساتھ برآمدگی عمل میں

لائی جاتی۔ بعد ازاں ایک طرف مولود شروع ہو جاتا اور ایک طرف طعام خوانی کا انتظام کیا جاتا۔ یہ سلسلہ مغرب تک جاری رہ کر بعد ختم قرآن و فاتحہ خوانی برخواست محل میں آتی۔ دوسرے دن اسی التزام اور ترتیب کے ساتھ زبانی مجلس میں آثار مبارک کی برآمدگی کی جاتی تھی۔

نقل سند

بِسْمِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على رسول الله وآله واصحابه وسلم
 جناب حضرت امیر المؤمنین شاہ ولایت علی رضوی کرم اللہ وجہہ
 جناب حضرت محبوب جانی قطب بانی غوث الامم و کبریا



امام بدیع القدر سید شاہ محمد علی قادری ابن و سجادہ حضرت
 شاہ حبیب اللہ صاحب قادری قدس سرہ و ابن و سجادہ حضرت

سید شاہ حسین صاحب قادری قدس سرہ العزیز لکھ دیتا ہے
کہ میرے سلسلہ پیرانِ طریقت عالیہ قادریہ رضوان اللہ تعالیٰ
علیہم اجمعین و سلسلہ جدی رحم اللہ علیہم میں عطاۓ خلافت کے
ساتھ ساتھ منجملہ دوسرے تبرکات کے دو موئے مبارک
یکے موئے مبارک و دوم موئے مبارک جو دو سو
برس سے میرے بزرگوں کے مصدق و مستند چلے آئے
ہیں پس ان تبرکات کے ایک شلخ موئے مبارک
اور ایک شلخ موئے مبارک کو حب خواہش محب الفقرا
طالب مولیٰ منظور درگاہ شاہ جیلانی نواب سید محمد اکرم اللہ خاں
بہادر دام اقبالہ کو باستصواب برادر دینی سید شاہ مخدوم حسینی
صاحب قادری داماد شاہ محمد غوث قادری المشہور بہ اعتماد جنگ
مغفور مع سند ہذا عطا کیا ہوں اور خدائے عز و جل سے دست بجا
ہوں کہ اُن ہر دو آثار مبارک کی خدمت گزاری و تاجداری
میں نواب صاحب موصوف کو مقبول کرے اور ان کی حاجات
دینی و دنیوی بر لائے اور سلوک الی اللہ مع اللہ عطا فرمائے
اور حضرت پیرانِ طریقت رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کے طریق پر
استقامت و ثابت قدمی بخشنے۔ آمین ثم آمین۔

پس یہ تحریر بطور سند عطا کرے دو موئے مبارک بالا

مذکور لکھ دی گئی ہے۔ تحریر فی التاریخ، ۱۱ ماہ ذی قعدہ ۱۳۱۵ھ

مقدس روز دوشنبہ فقط

شیخ
محمد علی قادری
مدظلہ العالی

نقل سند

بسم الرحمن الرحیم

حضرت رحمۃ اللعالمین شفیع المذنبین احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم



اما بعد ضعیف العباد خادم شرع حسین میر غلام حسین علی بابا بک

قاضی القضاۃ ملک مدراس و دیگر ضلعیات متعلقہ و تمام طسریق

نواب سید شاہ سجادہ حسینی چشتی ابن جناب میر غلام جیلانی صاحب منصب

وہیہ جناب شاہ محمد مخدوم عبدالحق گجیان بھنڈاری المعروف دیگر صاحب
 قبلہ سادی قادری بیجا پور قسمرہ شہر میں تشریف فرما ہوتے وقت اپنے
 ہمراہ موئے مبارک لائے تھے۔ بعد رحلت حضرت موصوف
 موئے مبارک حضرت کی درگاہ شریف میں تبرک رکھا گیا۔ اور
 اب تک چلا آ رہا ہے تخمیناً دو سو سال کے ہیں۔ بس ابلیں
 اس موئے مبارک کی ایک شاخ بزبانی برادر مخدوم سید شاہ
 مخدوم حسینی صاحب قادری داماد اتحاد جنگ منغور خواہش سن کر
 نواب سید محمد اکرم اللہ خاں بہادر مرید طریقت حضرت مکرور الصدور
 باستغواب آں برادر مع سند عطاءے روانہ کیا ہوں۔

تحریر فی التایخ ۸ ذی قعدہ ۱۳۱۶ھ ہجری مقدس روز رشتہ
 خواجہ سید شاہ سخاوت حسینی جشتی فرزند شاہ محمد قادری الدین
 قادری السادی ابن شاہ محمد اسد اللہ قادری قدس سرہ اپنا
 جناب حضرت شاہ مخدوم عبدالحق گجیان بھنڈاری المشہور دیگر صاحب
 قبلہ قادری السادی قدس سرہ العزیز۔

آپ کے ذوق تصوف اور سلسلہ سبیت و دستاوی آثار مبارک اور سلا
 انعقاد برآمدگی موئے مبارک کے حالات تو صدر میں تحریر کئے گئے اور قبل ازیں
 یہی لکھا جا چکا ہے کہ ایفا و منشاء خسر دی پر آپ کی دنیوی ترقی اور نام آوری کا

اول سالہ میں منشاء خداوندی میں تغیر کرایا گیا۔ ہر بڑے شخص کے جہاں دوست اور پی خواہ ہوتے ہیں وہاں بدخواہ بھی ہوتے ہیں اور جو شخص مورد الطاف شاہانہ ہو کر سرفرازیوں کا متوقع ہو تو ضرور اس کے بدخواہ اور حاسد پیدا ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ آپ کے بھی بدخواہ تھے اور وہ بنظر صد عرصے سے اس فکر میں لگے ہوئے تھے کہ بے سرو پا انہیں آپ کے خلاف ایسی اڑائی جائیں جو آپ کی بدنامی اور رسوائی کا باعث ہوں مگر حضرت غفرال مسکاں علیہ الرحمۃ کی توجہ آپ کی طرف منقطع دیکھ کر افراتفری کی ہمت نہیں ہوتی تھی۔ جب منشاء خداوندی میں تغیر بالا کا ان کو علم ہوا تو جس موقع کے وہ عرصہ سے منتظر تھے اُس کو ہدست ہوتا دیکھ کر آپ پر شیعیت کا اہتمام لگایا اور اس افواہ کو وہ شہرت دی کہ آپ کے عزیز اقارب اور دوستوں میں ایک تہلکہ مچ گیا۔ چنانچہ صاحبزادوں کی طرف سے ایک محضر مرتب ہوا جس میں اس افواہ کی قلمی طور پر تردید کی گئی۔ اس محضر پر صاحبزادوں کے دستخط یا مہر ثبت ہیں اور یہ مکمل محضر آپ کے پاس روانہ کیا گیا تاکہ جب اور جس طرح چاہیں استعمال فرمائیں۔

اس کے علاوہ آپ نے اُن مشاہیر وقت کو بذریعہ تحریر اہتمام منسوب کی اطلاع دی تھی جو آپ سے اور آپ کے خاندان سے بخوبی واقف تھے۔

چنانچہ جواب میں کئے خطوط اس افواہ کی تردید میں وصول ہوئے۔
ذیل میں مذکورہ بالا محضر اور چند خطوط کی نقلیں ناظرین کی دلچسپی کے
لئے درج کی جاتی ہیں۔

نقل محضر

برکات اللہ علیہ
امام احمد رضا
میرزا محمد علی
میرزا محمد علی
میرزا محمد علی
میرزا محمد علی

سینٹ الیک
انجیل
میرزا محمد علی
میرزا محمد علی
میرزا محمد علی
میرزا محمد علی

میرزا محمد علی
میرزا محمد علی
میرزا محمد علی
میرزا محمد علی
میرزا محمد علی
میرزا محمد علی

۱۳۱۰ھ
میرزا محمد علی

۱۳۱۰ھ
میرزا محمد علی

۱۳۱۰ھ
میرزا محمد علی

۱۳۱۰ھ
میرزا محمد علی

۱۳۱۰ھ
میرزا محمد علی

۱۳۱۰ھ
میرزا محمد علی

۱۳۱۰ھ
میرزا محمد علی

۱۳۱۰ھ
میرزا محمد علی

ہم تمامی صاحب زادگان

اہل برادری و خویش و

اقارب اور واقفین و

مطلعین۔ اس بات کی

بخوبی تصدیق کرتے

ہیں کہ سید محمد اکرم اللہ خاں بہادر

نہ اور فرزند

سید خواجہ ہدایت اللہ خاں

میرزا محمد علی
میرزا محمد علی
میرزا محمد علی
میرزا محمد علی
میرزا محمد علی
میرزا محمد علی

میرزا محمد علی
میرزا محمد علی
میرزا محمد علی
میرزا محمد علی
میرزا محمد علی
میرزا محمد علی

۱۳۱۰ھ
میرزا محمد علی

۱۳۱۰ھ
میرزا محمد علی

۱۳۱۰ھ
میرزا محمد علی

۱۳۱۰ھ
میرزا محمد علی

۱۳۱۰ھ
میرزا محمد علی

۱۳۱۰ھ
میرزا محمد علی

مرحوم النخاطب تیمور جنگ
وہ معزز اور معزز خاندان

کے ہیں۔ کہ ان کی ذاتی
و خاندانی عزت و

حرمت اور ان کا اور
ان کے بزرگوں کا

مشہور مذہب و ملت
اہل سنت و اجماعت

ہے۔ اور ان کا حسن
رویہ نیک روشی وغیرہ
صفات جو مثل روز روشن

روشن اور مشہور
آفاق ہیں۔ فقط

مرحوم النخاطب تیمور
معزز اولیٰ
جاست الدولہ
دہم خاندان و خاندان

نیز معزز اولیٰ
معزز اولیٰ

نیز معزز اولیٰ
معزز اولیٰ

نیز معزز اولیٰ
معزز اولیٰ

نیز معزز اولیٰ
معزز اولیٰ

نیز معزز اولیٰ
معزز اولیٰ

نیز معزز اولیٰ
معزز اولیٰ

نیز معزز اولیٰ
معزز اولیٰ

نیز معزز اولیٰ
معزز اولیٰ

نیز معزز اولیٰ
معزز اولیٰ

نیز معزز اولیٰ
معزز اولیٰ

نیز معزز اولیٰ
معزز اولیٰ

نیز معزز اولیٰ
معزز اولیٰ

نیز معزز اولیٰ
معزز اولیٰ

نیز معزز اولیٰ
معزز اولیٰ

مرحوم النخاطب تیمور
معزز اولیٰ
جاست الدولہ
دہم خاندان و خاندان

نیز معزز اولیٰ
معزز اولیٰ

نیز معزز اولیٰ
معزز اولیٰ

نیز معزز اولیٰ
معزز اولیٰ

نیز معزز اولیٰ
معزز اولیٰ

نیز معزز اولیٰ
معزز اولیٰ

نیز معزز اولیٰ
معزز اولیٰ

نیز معزز اولیٰ
معزز اولیٰ

نیز معزز اولیٰ
معزز اولیٰ

نیز معزز اولیٰ
معزز اولیٰ

نقل خط نمبر (۱)

”نواب سید محمد اکرم اللہ خاں بہادر کا حسب و نسب مانند آفتاب کے روشن ہے۔ سید محمد اکرم اللہ خاں حبیب الرحمن ہیں میں اس کی تصدیق کرتا ہوں کہ ان کا مذہب سنت و جماعت ہے اس میں کچھ شک نہیں ہے چنانچہ ان کے والدین نے حضرت جناب پیر و مرشد قبلہ قدس سرہ جل اللہ فی الجنتہ شواہ (حضرت سید شاہ نور الدین قمیسی القادری) کے دست مبارک پر بیعت کئے ہیں اور اکثر ان کے یہاں کے لوگ اسی خاندان میں بیعت کرتے چلے آتے ہیں اور نیازات و اوزد ہم شریف و یازد ہم شریف و غیرہ برابر کرتے ہیں اور جہاں تک مجھ کو علم ہے یہ صاحبزادہ نہایت صالح نیک بخت و نیک رویہ ہیں۔ فقط“

شرح و تخط

قادری ۱۲۸۰ھ
سید محمد الرحیم

حاجی سید شاہ عبدالرحیم قمیسی القادری

ایضاً نمبر ۲

”میں آپ کے بزرگوں کو تحیناً ساٹھ سال سے بخوبی

جانتا ہوں اور آپ کا خاندانی و نیز ذاتی مذہب و مشرب
 سے بخوبی واقف ہوں حقیقت میں آپ کے یہ سب سلاف
 ایسے سچے مسلمان و سستی تھے جن کا اسٹار گویا روز روشن کا
 انکار ہے اور پھر اس سے زیادہ کیا روشن دلیل چاہئے کہ فضلہ
 تعالیٰ و بقولہ (الولد سر لابیہ) آپ کا اپنے بدو شعور سے
 اسی طریقہ مرضیہ اہل سنت و جماعت پر قائم رہ کر لیاقت علیہ
 و علیہ سے بسر کرنا اور سلسلہ عالیہ قادریہ و خلائی بارگاہ غوثیہ
 میں منسلک ہونا اور اس مقدس مذہب و مشرب میں جو شبلی
 حالت و کمال عقیدت کے ساتھ سرگرم رہنا ایک ایسا امر ہے
 جو زیادہ سے زیادہ مشہور اور سبھوں پر ظاہر و باہر ہے۔
 بایں ہمہ یہ محض افترا لائق حد سنرا ہے۔ مگر غور کیجئے تو جن ہی
 زبان نے خدائے پاک کی مقدس ذات و صفات اور انبیاء
 کرام علیہم السلام اور ائمہ دین رضی اللہ عنہم اجمعین کو نہیں چھوڑا
 اُس سے اور دوسرے کب بچ سکتے ہیں و لنعم ما قبلہ
 آگے کہ مرا گفت نکو خو و نیکو ست و آنکس کہ ہم گفت بری ملت است
 خونے مستکرم ز کلاش پیدا است از کوزه ہوں بر دہل تراود کہ درو
 کیا عجب ہے کہ خداوند کریم جل شامہ بغوائے کریمہ (و دعوتی)

۲۴۷

ان تکرہوا شیئا وھو خیر لکم (اسی خبر کو ذریعہ خیر کرے
وما ذلک علی اللہ بعزیز۔ فقط۔

شرح خط

ید غلام شیخ احمد شطاری القادی
دفع علی ذلک من الشاہدین

| | |
|-------------|----|
| ۱۳ | ۰۷ |
| ید محمد صل | |
| شطاری حسینی | |

| | |
|-----------|---------|
| الحقیقۃ | الشیطان |
| ابوالوالی | مرغہ |

| |
|------------------|
| حقیقۃ شطاری ۱۲۵۶ |
| شاہ غلام مسکری |
| ید غلام شیخ ولد |

ایضاً نمبر ۳

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
اور غوث الثقلین رضی اللہ عنہ

”عزیز من عزیزاں جان سلمہ الرحمان ید محمد اکرم اللہ خاں بہادر۔
بعد دعائے ترقی عمر و درجات واضح ہو کہ آپ کا رقعہ
پہنچا اس کو دیکھ کر نہایت متعجب ہوا یہ اتہام و بہتان کسی معاند
کا بے غالبانہ دستہ نہ ہوگا حال یہ ہے کہ آپ کے آباد اجداد
سے مجھ سے اور میرے والدین کو راہ و رسم از حدتھا بعد از آن
آپ کی بچو بھی مجھ سے منسوب ہونے سے کمال درجہ واقینت

حاصل ہوئی۔ آپ کے دادا خواجہ اکرم اللہ خاں مرحوم اور میرے
 خسر قادر الدولہ مغفور حقیقی ساڑھو تھے اور آپ کی دادی مرحومہ
 میری حقیقی خالہ ساس تھیں یہ سب شریف و نجیب و سنت جماعت
 ہے۔ بھگواند آپ باعتبار مذہب اور لیاقت کے بزرگوں
 پر سبقت لے گئے حتیٰ کہ جناب حضرت کے آثار شریف
 پیدا کیے اور زیارت آثار شریف کروایا کرتے ہیں۔ آپ کا
 مذہب شہرہ آفاق ہے ایسا سنی المذہب مستقل عقیدت
 میں نے بہت کم دیکھا۔ عناد معانین کا علاج نہیں نہ اُس
 سے کوئی نچ سکتا ہے بقول (ما تجا اللہ والرسول معاً)
 من لسان الورد اقلیف انا) حق تعالیٰ معانین کو ہدایت
 عطا فرمائے کہ ناحق کسی پر ایسی تہمت نہ کرے۔ فقط
 شرمستخط

محبوب نواز الدولہ مفتی اول

محبوب نواز الدولہ
 مفتی اول

ایضاً نمبر

”آپ کا لغافہ آیا کوائف مندرجہ سے اطلاع ہوئی آپ
 اور آپ کے بزرگان کو جو بعض نادائق اشخاص متہم بہ تشیع

کرتے ہیں محض غلط اور بہتان ہے آپ کے بزرگان جو عین
 ہمارے بزرگاں ہیں فقط سنی ہی نہیں بلکہ اکابر اہل سنت میں
 سے تھے اور آپ کو بھی میں قدم بقدم بزرگاں کے سنی المذہب
 جانتا ہوں کسی ذاتی غرض و حسد کی وجہ سے یہ اتہام آپ پر
 بعض حاسدین نے لگایا ہے آپ صبر فرمائیے (اِنَّ اللّٰهَ
 مَعَ الصّٰبِرِیْنَ) بوجہ قرابت داری خاندانی مجھ کو پوری طرح
 سے آپ کی سنیت کا ذاتی علم ہے حقوق ذوی القربیٰ جو قرآن
 شریف و حدیث شریف میں وارد ہیں اس کو میں ہرگز مخفی نہ
 رکھ سکتا ہوں اس لئے میں منظر ہوں کہ آپ ہمارے
 برادر خالہ زاد کے صاحبزادے اور ہمارے بھتیجے اور
 سنی المذہب ہیں اور ظاہر اُدا باطناً عمل درآمد آپ کا اہل سنت
 و اجماعت مذہب پر ہے۔ زیادہ والسلام مع الکرام۔ فقط

مرقوم دوم جمادی الاول ۱۳۱۷ھ

شہد مستحق

قادر الملک

ایضاً منبہ

”میں آپ کے خاندان سے اور آپ سے

بمنازل اتحاد بلکہ بمنوا ان قرابت واقف ہوں کیونکہ آپ میرے
 ماموں قادر الدولہ مرحوم کے سالے کے پوتے ہیں اور آپ
 کے آباؤ اجداد کا یہ حال تھا کہ ہر وقت ہم اہل سنت کے
 مجدد اور معاون رہے اور بڑے مشہور اہل تسنن سے تھے
 ایسے بزرگواروں کے اولاد پر یہ بہتان کام اعدا کا ہے
 اور آپ سے میں نے کبھی کوئی امر خلاف مذہب دیکھا نہ
 سنا بلکہ آپ کے عقائد کو اور لیاقت کو دیکھ کے نہایت
 خوش ہو کے تہ دل سے دعا کرتا ہوں کہ پروردگار عالم
 ایسی ہدایت سب کم سنوں کو عنایت فرمادے۔ آمین۔

خادم علماء دین رسول اللہ

محمد نور الحسنین جعفری

ایضاً نمبر ۶

عالیجنابا۔ آداب تسلیم عرض کرتا ہوں۔

آپ کی نسبت شیعہ ہونے کی خبر جو ظاہر کی گئی ہو غالباً
 اسی وقت یہ بات بنائی گئی ہے ورنہ سوء اعتقاد کی خبر کو کیسے
 ہی اہتمام سے مستور رکھیں پوشیدہ نہیں رہ سکتی میں نے تو

اس کو دانشمندی نہیں سنا تھا بلکہ میں آپ کو ایک مدت سے جانتا ہوں کہ آپ اہل سنت والجماعت کے عقائد رکھتے ہیں آپ کا حنفی مذہب ہے آپ حضرت مولوی محمد علی شاہ صاحب خلیفہ حضرت سید شاہ محی الدین صاحب قدس سرہ سے قادریہ طریق میں بیعت فرمائے ہیں۔ اہل طریقت کا سلوک آپ کا مسلک ہے۔ اس خبر مستہمہ کے ظہور سے پہلے تبرکات حضرت پیران پیر رضی اللہ عنہ آپ نے بہت آداب کے ساتھ حاصل کر کے فخریاب اور سعادت اندوز ہوئے ہیں چنانچہ اس حلیہ میں مجھ کو بھی دعوت تھی۔ زمانہ دراز کے آگے آپ کے فرزندوں کی ماہوار اجرا ہونے جو درخواست پہنچی میر غوث الدین علیہ السلام (آپ کے بڑے فرزند غوث اللہ خاں مرحوم) اور میر قطب الدین علیہ السلام (راقم الحروف) آپ کے فرزندوں کا نام مرقوم تھا۔ جو ماہوار جاری ہوئی۔ وہ میر غوث الدین علیہ السلام کے نام دفتر میں موجود ہے۔ دفتری دلیل کا تو کوئی مدہی نہیں کر سکتے۔ فقط مرقوم ۲۰ جمادی الاول ۱۳۸۱ھ بمقام پہاڑی شریف

شہر حدتخط

فاکس عبد الرحیم بیگ مددگار محکمہ تقسیم محلات مبارک

ایضاً نمبر

عالم اسرار و حدائیت رب المشرقین و رب المغربین مال
 احکام شریعت سرور کونین قائل تفضیل اشغین و حب الحنین سالک
 مسلک حضرت غوث الثقلین عالیغیا بعلی القاب نواب سید محمد اکرم اللہ علیہ
 بہادر ادام اللہ اقبالکم اشھد باللہ العلی العظیم میں سبیش
 بائیس سال سے خوب واقف ہوں کہ آپ سنی المذہب
 حنفی المشرب اور آپ کا اعتقاد درست و رویہ مرغوب اہل بلد
 پر کاشمیر فی نصف النهار روشن و ہویا ہے کیوں نہ ہو کہ آپ
 کا سلسلہ آبائی حضرت سید احمد کبیر رفاعی رحمہ اللہ علیہ ہمیشہ
 زادہ حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جناب
 سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک منتہی ہوتا ہے اور آپ
 کے کئے اشعار و قصائد مدحیہ شان میں حضرت غوث اعظم
 رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لکھے ہوئے ہیں خداوند تعالیٰ ماسوا
 حسن صورت و وجاہت ظاہری و شرافت نبی و اعزاز خانہ لانی
 جسی نویسی کے آپ کو لیاقت علمی و ہدایت عملی بھی عطا فرمایا ہے
 فذلک بیان یہ ہے کہ آپ مجمع الفضائل منبع الفواضل ہیں۔ ۵

لیس من اللہ بمستنکر ان یجمع العالم فی واحد۔
 آپ تو سخت متعصب سنی مشہور ہیں اگر کوئی حاسد ہزار ہد و ہد
 کرے کیا یہ رتبہ و فضل حاصل کر سکتا ہے۔ ذالک فضل اللہ
 یعطیہ من یشاء۔ اور بڑی دلیل آپ
 کی اثبات سنیت کی یہ ہے کہ حضرت مولوی
 محمد علی شاہ صاحب قادری خلیفہ حضرت مولوی
 محی الدین صاحب دیلوری قدس سرہ کے دست مبارک پر سلسلہ
 عالیہ قادریہ میں بیعت رکھتے ہیں اور ہر ماہ میں نیاز یازد ہم شریف
 کیا کرتے ہیں اور سال گزشتہ آپ آثار مبارک حضرت
 پیران پیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی سرفراز ہوئے اور زیارت
 آثار مبارک کئے کہ تین روز تک جلبہ و جشن یازد ہم شریف رہا
 اور معتقدین و شایعین کے اعلان کے لئے جایا اشتہارات
 نصب فرمائے اور ورقہ ہائے دعوت روانہ کئے ان تمام
 اباب و وجوہات سے آپ تو تمام محلہ و شہر میں یک سخت
 متعصب سنی مانے جاتے ہیں اور آپ کے اعزاز خاندانی و
 مراتب ذاتی و مذہب آبائی سے وہ شخص واقف نہ ہوگا جو غیر ملکی
 یا مجنون ہوگا اگر اس پر بھی کوئی حاسد آپ کو شیعہ کہے تو شخص

فترپردازی ہے جس سے خدائے پاک کی مقدس ذات اور رُوحِ مقبول کی مبارک ذات کی بے ادبی میں کوتاہی نہیں ہوئی۔ قیل ان آلاہ ذو ولد قیل ان الرسول قد کھنا ما بنی اللہ والرسول معامن لسان الوریٰ فکیف انا۔ حاسدوں کی ایسی فحش افتراپردازی چل سکتی ہے نہیں ہرگز نہیں خود حاسدوں کا فیصل اُن کے لیے مضر ہوگا اور آپ تو بمصدق افضل البشر بعد نبینا ابوبکر شمر عمر شمر عثمان شمر علی رضی اللہ عنہم صحابہ کرام کے فضائل پر اس بیج سے قائم ہیں کہ متقدمین و متاخرین اہل سنت و جماعت جس شاہ راہ صراط المستقیم پر دراصل ہیں اور آپ کے مراتب ذاتی و اعزاز خاندانی اور سنی مذہب و جعفری مشرب کی تصدیق اور آپ کے حاسدوں کی تکذیب کے لئے کچھ یک میں ہی نہیں کم از کم ہزار ہا صاحبزادگان امراء علماء مشائخین و فقرا وغیرہ اور تمام باشندگان حیدرآباد موجود ہیں۔ فقط

شمر مستحوظ

محمد رحمت اللہ کان اللہ

منشاء خداوندی میں آپ کے خلاف جو تغیر کیا گیا تھا اُس کے

۱۵۵
 حقیقی وجہ سے واقف ہونے پر معلوم ہوا کہ شیعیت کی افواہ و اتہام کو
 ان وجہ سے کوئی تعلق نہ تھا بلکہ یہ اتہام بیرونی اور خارجی حیثیت رکھتا
 تھا جس کو حاسدوں نے موقع پاکر سپکاب کی نگاہوں میں صورت حال کو
 زیادہ پیچیدہ کرنے کے لئے آپ سے منسوب کیا تھا لہذا تو آپ نے اس
 اتہام کی کوئی پروا کی اور نہ محض اور خطوط وغیرہ پر کوئی کارروائی فرمائی۔ بلکہ
 یہ دیکھ کر کہ مشاء خداوندی میں آپ کی طرف سے تغیر واقع ہو جانے سے
 مادی معاش کے متعلق صرف خاص مبارک سے جو آپ کو امید تھی اس
 کے پورا ہونے میں ضرور مشکلات لاحق ہوں گے آپ نے ایک معروضہ
 بتاریخ ۵ مارچ ۱۳۱۸ء گزرا نا جس میں اپنے خانگی حالات کی تفصیل
 عرض کرتے ہوئے بجائے صرف خاص مبارک کے دیوانی سے معاش
 کی اجرائی کی استدعا پیش کی۔ معروضہ ملاحظہ میں پیش ہوا اور حسب فرماں
 ذریعہ مراسلہ نشان (۶۰۳) مورخہ ۲۵ مارچ ۱۳۱۸ء مطابق ۱۱ مارچ ۱۳۱۸ء
 آپ کو یہ اطلاع دی گئی۔

”آپ کا معروضہ ۵ مارچ ۱۳۱۸ء کا گزرا نا ہوا ملاحظہ

اقدس بندگان عالی العظمت مدظلہم العالی (حضرت خضر انکھان
 علیہ الرحمہ) سے گزرا اور فرماں عالی شرف صدر پایا کہ آپ
 کو اطلاع دی جائے کہ دیوانی میں آپ کے لئے کچھ کیا

عبدالرحیم بیگٹ

مددگار

اس فرمان کو بھی صادر ہو کر کم و بیش چار پانچ سال کا عرصہ متقاضی
 ہوا مگر کوئی امر حسب فرمان ظہور میں نہیں آیا۔ انکار کے ساتھ مشکلات بھی
 رونما ہونے لگے اور ماحول کی چگونگی نے آپ کے خانگی حالات کو نازک
 کر دیا تھا کہ پھر منشاء خسروی آپ پر مائل بہ نوازش ہوا اور حصول مقصد
 کے آثار افاق امید پر نمایاں ہونے لگے اور مقصد برآری کا منظر نظر آنے لگا۔
 حسب احکم آپ کو اطلاع دی گئی کہ منشی لال ارشادات خداوندی کے
 ساتھ آپ سے ملنے والے ہیں۔ چنانچہ منشی لال آئے اور جو کچھ ارشادات
 خداوندی تھے آپ سے بیان کئے۔ مبارک سلامت کی صدائیں آنے
 لگیں اور شادیاں بچنے لگے۔ ابتدائی رسم کشتی مع سوا سو مہر سنج بہ ہمراہی
 میر لطیف الدین علیخان القاطب شجاعت جنگ بہادر خلف نواب
 میر تہور علی خاں منور الدولہ منور الملک بہادر (مرشد زادہ حضرت
 سکندر جاہ بہادر مغفرت منزل علیہ الرحمۃ)۔ میر رحمن علیخان القاطب
 سینف الملک بہادر خلف میر احمد علیخان کشور جنگ شرف الدولہ



فرزند نواب میر افضل علیخان میر بادشاہ بہادر (مرشد زادہ حضرت سکندر بہادر مغرت منزل علیہ الرحمۃ)۔ میر محمود علیخان المتحارب احتشام جنگ بہادر خلف میسر الدین علیخان نبیرہ نواب میر گوہر علیخان مبارز الدولہ مبارک الملک بہادر (مرشد زادہ حضرت سکندر جاہ بہادر مغرت منزل علیہ الرحمۃ) خلوت مبارک میں حاضر اور مودبانہ سلام عرض کر اسے پیر و عارف شاد ہوئی۔ اس کے بعد دیگر رسومات متعلقہ کی تیاری شروع ہوئی۔ ہر قسم کے انتظامات ہو رہے تھے۔ جد ہر دیکھو خوشی کی چہل پہل تھی۔ یہاں یہ سب کچھ ہو رہا تھا مگر تقدیر تھی کہ درپردہ ان سب انتظامات پر ہنس رہی تھی اور بزبان حال کہہ رہی تھی کہ شہزادی کی دراصل اس گھر میں شادی ہونے والی نہیں ہے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ دفعتاً اسی قیمت کی خوبی سے کچھ اسباب ایسے مہیا ہوئے کہ امید منقطع اور حصول مقصد کا خیال محال ہو گیا۔

سرفرازی اعزاز خویشی کا مسئلہ ظاہر ایک امر پر مشتمل تھا مگر دراصل اس کے ساتھ دواہم امور اور وابستہ ہو گئے تھے۔ ایک تو عطاء خدمت کا مسئلہ عرصے سے اسی پر منحصر چلا آ رہا تھا۔ دوسرے مادی معاش جس کی کارروائی آپ نے ہوش نبھانے کے بعد ہی شروع کی تھی اس کا تصفیہ بھی بالآخر یہی کیا گیا کہ سرفرازی کے ساتھ اس کی بھی جبرائی

کی جائیگی۔ جب خود خیال محال ہو گیا تو مادری معاش کی اجرائی ہمیشہ کیلئے ملتوی نظر آنے لگی۔ ہر طرف سے افکار کا ہجوم تھا۔ منظر زندگی میں تغیر عظیم نظر آیا بلکہ زندگی بے منظر ہو گئی۔

ترقی اور نام آوری کی انگلیں فطرۃ عالم شباب میں ہوتی ہیں کیونکہ جسم میں جان اور دل میں سعی مسابقت کا جوش رہتا ہے۔ مگر جہاں حسن رسیدگی کے ساتھ شکستہ دلی بھی واقع ہو تو ترقی کی انگلیں تو کجا جان کے لالے پڑ جاتے ہیں۔ یہ آپ کی حوصلہ مندی تھی کہ ایسے سخت وقت کو نہایت ہی کشادہ پیشانی کے ساتھ گزار دیا فرشتے نہ تھے جو اثر نہ ہوتا مگر با حوصلہ انسان ضرور تھے جو استقلال سے کام لیا۔

انسانی قابلیت صرف کامیابیوں ہی سے ظاہر نہیں ہوتی نہ مآخذ حالات کا بالاستقلال مقابلہ کرنا اور کڑے سے کڑے وقت میں تحمل اور وقار کو ہاتھ سے جانے نہ دینا اگر نام آوری نہیں ہے تو کمال انسانی ضرور ہے۔

سیرازی خدمت

علی حضرت قدر قدرت ہند گان عالی متعالی مدظلہ العالی شاہ دکن نواب
میر عثمان علیچاں بہادر آصف جاہ سابع خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ نے جب نام

حکومت اپنے دست مبارک میں لی تو سلطنت آصفیہ میں ایک نیا دور شروع ہوا۔

بادشاہ ذی صولت و روشن خیال سید ارغز و مہدلت نواز کے سریر آراءے سلطنت ہونے کے ساتھ ہی حکومت نے کروٹ بدلی۔ اس کے تمام کل پُرزے چُست ہو گئے۔ ہر طرف بیداری و مستعدی نظر آنے لگی۔ اُدھر بارگاہ سلطانی میں بابِ استجاب واہوا۔ اِدھر فریاد یوں اور حاجت مندوں کا ہجوم نظر آنے لگا۔ ہر فریادی داد اور ہر حاجت مند مراد پانے لگا۔

آپ نے بھی اپنی سرگزشت تحریر کی اور بارگاہِ خداوندی میں معروضہ گزرا نا۔ مہدلت نواز بادشاہ کے ملاحظہ میں معروضہ پیش ہوا۔ عطاءے شاہی بخشش میں آئی۔ فرمان واجب الاذعان شرف صدور لایا۔ نظامت فوجداری کی خدمت سے آپ کی سرفرازی ہوئی اور تاریخ ۴ محرم ۱۳۳۱ھ مطابق ۱۱ ربیع الثانی ۱۳۳۱ھ خدمت نظامت اول فوجداری بلدہ کا حسب احکام مندرجہ ذیل آپ نے جائزہ لیا۔

نقل سلسلہ سیکالی لستہ کی عامۃ (صیغہ خدا) ۱۱ ربیع الثانی ۱۳۳۲ھ ۴ محرم ۱۳۳۱ھ

حب الحکم عالجیاب نواب مدارالہمام بہادر سرکار عالی
از طرف محمد اکبر نذر علی حیدری اسکوتر بی۔ اے
بخدمت معتمد صاحب مجلس عالیہ عدالت۔

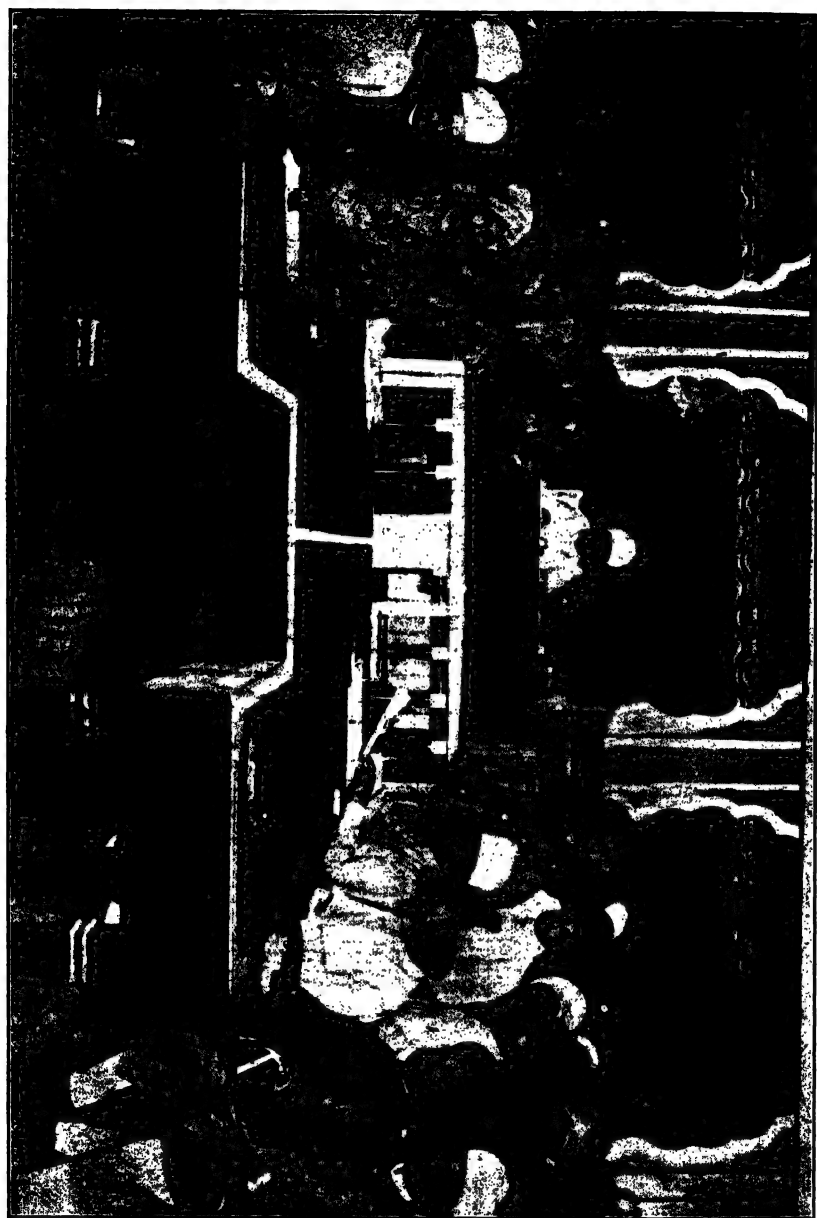
بشرف صدور فرمان واجب الاذعان متر شدہ ۳۰ ستمبر
۱۳۳۰ء نگارش ہے کہ جدیدیشن ججی (میدک) پر خان بہادر
مرزا حیدر جویں بیگ صاحب کو ترقی دے کر ان کی جگہ
نظامت اول عدالت فوجداری بلکہ پر صاحبزادہ سید محمد
اکرم اللہ خاں صاحب کا تقرر بہ ماہوار آٹھ سو روپیے کیا گیا
پس حسبہ تمیل کر کے نتیجہ سے اطلاع دی جائے۔
حک۔ ثنی ہذا صاحبزادہ سید محمد اکرم اللہ خاں صاحب
کے پاس اطلاع امر سل ہے۔

شروع دستخط

سید عبد المجید

اول مدوکار منہد

اسی جائزہ کے متعلق مشیر دکن نے اپنی اشاعت مورخہ ۹ محرم
۱۳۳۱ء م ۲۶ مہینہ ۱۳۲۲ء میں جو تفصیل دی ہے وہ ناظرین
کی مزید معلومات کے لئے درج ذیل کی جاتی ہے۔



”حسب فرمان شاہی نواب محمد اکرم اللہ خاں صاحب
 بہادر کا تقرر نظامت اول فوجداری بلدہ پر ہوا آپ نے
 گیارہ مہینہ اللہ کو خان بہادر مرزا حیدر جیون بیگ صاحب
 سابق ناظم اول فوجداری بلدہ سے آخر وقت میں چارج
 حاصل فرمایا بوجہ تعطیل عشرہ شریف محکمہ بدستور بند رہا۔ بہین
 ۱۲۲۱ء کو جو یوم الافتتاح عدالت تھا۔ ٹھیک وقت مقررہ
 پر جبکہ ناظم صاحب کرسی اجلاس پر متمکن ہوئے دکلاؤ کا
 ڈپوٹیشن جو اول وقت سے حاضر اجلاس تھا آپ کی
 خدمت میں بغرض مبارک یاد حاضر ہوا اور اس بہترین
 انتخاب شاہانہ پر اظہار تشکر فرمایا۔

مولوی یوسف علی صاحب وکیل نے اپنے پُر لطافت
 اشعار سے حاضرین کو محظوظ کیا۔ مولوی غلام قادر خاں صاحب
 وکیل و مولوی خواجہ محی الدین صاحب نے بیچ و بار کی تفصیلات
 پر اسپیج دی۔ اس کے بعد خود ناظم صاحب نے ایک معنی خیز
 و مدلل تقریر میں بعد شکر یہ خداوندی و نواب مدارالہام برکات علی
 و کلاؤ متذکرہ صدر کی تعاریر کا جواب ادا فرمایا۔
 مولوی حافظ عبد الرزاق صاحب وکیل و مستمکرہ کلاؤ

فوجداری بلدہ کی پُرچوش تحریک اور دیگر وکلاء کی حُسن
 سی سے ناظم صاحب معز کی مسرت بار تقریر پر طلبہ ایٹ ہم
 قرار دیا گیا۔

نواب محمد اکرم اللہ خاں صاحب بہادر کے بہترین انتخاب
 سے پبلک اور وکلاء وغیرہ مسرور و مطمئن ہونے کے علاوہ اپنی گورنمنٹ
 کے حید مشکور پائے جاتے ہیں۔ آپ کی علمی قابلیت محتاج
 بیان نہیں۔ قانونی معلومات بھی اس قلیل زمانے میں بہت وسیع
 پائے گئے۔ آپ کا رجحان بیشتر حق پر دہی و عدل گسٹری کے
 طرف مائل پایا جاتا ہے اعلیٰ و ادنیٰ آپ کے انصاف سے یکساں
 مستفید ہو رہا ہے۔ ہر اعتبار سے آپ کا مستقبل بھی بحد مفید
 پایا جاتا ہے۔ آپ کے مبارک زمانے میں بعض ضروری اصلاحات
 فوجداری بلدہ کی توقع کی جاتی ہے جو محتاج توجہ ہیں جس پر
 آئندہ وقتاً فوقتاً روشنی ڈالی جائیگی۔“

بتاریخ ۱۵ دسمبر ۱۲۹۹ء فوجداری بلدہ میں آپ کا تقرر آئری محسٹریٹ
 کی حیثیت سے ہوا تھا جو بیس برس کے بعد حسب احکم حضرت اقدس اعلیٰ
 آپ نے نظامت اول فوجداری بلدہ کا جائزہ حاصل کیا۔ خورد وادارۃ ۱۳۰۲ھ
 میں ارادت علیہاں ناظم وقت کی رخصت کے سلسلہ میں جب کہ آپ منصرم

ناظم اول فوجداری بلده ہوئے تھے تو آپ کے زمانہ نظامت میں دفتر فوجداری بلده کی کارگزاری کی پہلی رپورٹ مرتب اور ارباب صدر میں پیش کی گئی تھی بیس برس کے بعد ۱۳۲۲ء کے ختم پر جو سالانہ رپورٹ مرتب ہوئی وہ گویا آپ کے زمانہ نظامت کی دوسری رپورٹ تھی۔ ان دونوں رپورٹوں کے معائنہ سے واضح ہے کہ تعمیل احکام میں جو مشکلات ابتدائی حالت میں عدالت کے عامل راہ ہوتے تھے وہ انسدادی کارروائیوں اور مرور زمانہ سے مرتفع ہو گئے اور اب ترتیب رپورٹ میں زاویہ نگاہ بالکل بدل گیا کیونکہ خارجی موافقات کے ارتفاع کے بعد سے عدالتی فرائض اور دفتری کارگزاری رپورٹ کا مطمح نظر رہنے لگی۔ چنانچہ اب مقدمات کی نوعیت۔ مرجوعہ اور منفصلہ کی تعداد۔ آمدنی کے مدات اور کہا کی مقدار پر کم و بیش رپورٹ مبنی رہتی ہے۔ امور مندرجہ رپورٹ کے منجملہ جو امر قابل ذکر ہے وہ مال لاوارث کی کثیر آمدنی ہے جو آپ کے زمانے میں ختم سال ۱۳۲۲ء پر (مع ۱۳۲۱ء) تک پہنچ گئی تھی چنانچہ اس کے متعلق رپورٹ میں تحریر کیا گیا کہ۔

”بمقابلہ سال گزشتہ آمدنی میں معقول اضافہ ہوا ہے۔“

زمانہ سابقہ کا بہت سا مال تصفیہ طلب پڑا ہوا تھا لہذا اس کا تصفیہ کر دئے جانے سے آمدنی میں معتد بہ اضافہ ہوا ہے

جو سال ہائے گزشتہ کے کسی سال میں اس قدر اضافہ ہونا
 نظر سے نہیں گزرا باوجود اس کے کہ سال زیر رپورٹ میں
 ایک قطعہ کو ٹھہ لاوارث میں آگ نے مال لاوارث کے ایک
 حصہ کو سوخت کر دیا جس کی کارروائی اور عملہ نظارت پر مقدماً
 دائر ہیں ابھی کوئی نتیجہ برآمد نہیں ہوا تکمیل تحقیقات پر اصلی
 حالات کا انخشاف ہوگا اس وقت کارروائی پر اس کے
 متعلق کوئی رائے ظاہر نہیں کی جاسکتی۔ مال سوخت شدہ کی
 تعداد حسب فہرست پیش شدہ نظارت بقدر (البتعہ) ^(۱)
 کے ہے اس میں سے کچھ مال از قسم سی و برنجی برآمد ہوا
 ہے جس کی صورت سنخ ہو گئی ہے۔“

اختتام رپورٹ پر مال لاوارث کی آمدنی کے متعلق مکرر حوالہ
 اس طرح دیا گیا ہے۔

مقدامات مال لاوارث کا تصفیہ پھرتی و مستندی کے ساتھ
 اس حد تک ہوا کہ جس کی آمدنی سال زیر رپورٹ میں
 (۱) جمع ہوئی جو سال ہائے گزشتہ کے کسی
 سال میں اس قدر معتد بہ آمدنی بحق سرکار جمع ہونا نظر سے
 نہیں گزرا۔“

اس خدمت پر آپ کو کام کرتے ہوئے کچھ اوپر ایک سال ہوا تھا کہ براجم خسروانہ معین المہامی امور مذہبی پر فضیلت جنگ بہادر ناظم امور مذہبی کی ترقی اور نظامت امور مذہبی پر آپ کی ترقی فرمائی گئی۔ چنانچہ باتباع فرمان خداوندی مندرجہ ذیل مراسلہ معتمدی عدالت و امور مذہبی وصول ہونے پر آپ نے تاریخ ۲۶ جمادی الاول ۱۳۳۲ھ ۱۹ خرداد ۱۳۳۲ھ اس نظامت کا جائزہ حاصل کیا۔

نقل سلسلہ سرکارِ ملت و عالم (صیفہ امور مذہبی) واقع ۱۸ خرداد ۱۳۳۳ھ

مطابق ۲۵۔ ج ۱۳۳۲ھ

نشان (۱۰۸۵)

ہر

چنانچہ

الحکم عالیجناب اسالار جنگ بہادر دار المہام سرکارِ عالی
از طرف محمد اکبر نذر علی حیدری اسکوٹری اے معتمد
بخدمت معتمد صاحب مجلس عالیہ عدالت۔

" پیگاہ اقدس داعی سے ذریعہ فرمان مبارک فریضہ

۲۳ جمادی الاول ۱۳۳۲ھ روزِ دو شنبہ ارشاد صادر ہوا ہے

کہ امور مذہبی پر مولوی سید محمد اکرم اللہ خاں صاحب کا تقرر ہو
اس وقت بحیثیت ناظم اول فوجداری بلکہ آٹھ سو روپیہ تنخواہ

پاتے ہیں۔ ایک ہزار روپیہ ماہوار سے منصرفانہ طور پر تا
حکم ثانی کیا جائے۔ پس فوراً صاحب موصوف کو نظامت
امور مذہبی کا جائزہ لینے کے لئے ایسا کیا جائے۔

ثمنی 'مجدد' مولوی سید محمد اکرم اللہ خاں صاحب ناظم
امور مذہبی اطلاعاً و تمیلاً۔

اور ایک ثمنی 'صدر' صاحب صاحب کی خدمت میں مرسل ہے۔
شرعاً مستحکم

لطیف احمد مینائی

مددگار متحد

عملہ نظامت امور مذہبی و صدارت عالیہ کی جانب سے
معین المہامی پر مولانا انوار اللہ خان بہادر کی ترقی کی تہنیت میں
جو عظیم الشان جلسہ منعقد کیا گیا تھا اس میں پیش کردہ سپاس نامہ کے
جواب میں مولانا موصوف نے تقریر فرمائی تھی اور اس جوابی تقریر میں آپ
کے متعلق حسب حوالہ اخبار صحیفہ مورخہ ۲۶ جمادی الثانی ۱۳۳۲ھ م ۱۹ اتر
۱۳۳۳ھ مولانا نے یہ فرمایا تھا۔

”میں امید کرتا ہوں کہ جناب ناظم صاحب موصوف کی توجہ

اور آپ صاحبوں کی جان نشانی سے جس پائے پر امور مذہبی کا

ذیل یہ سید محمد اکرم اللہ خاں صاحب ناظم امور مذہبی

کام چل رہا ہے انشاء اللہ تعالیٰ اس سے زیادہ اب روز افزوں
 ترقی پائے گا کیونکہ اس محکمہ اور آپ صاحبوں کی خوش قسمتی
 سے ایک عالی خاندان - تجربہ کار - منصف مزاج - بیدار مغز
 ناظم صاحب کا تقرر ہوا ہے جو ہمارے اعلیٰ حضرت خلد امجد ملکہ
 نے خاص طور پر موزوں انتخاب فرمایا ہے۔“

اگر نظامت اول فوجداری بلکہ کی انجام دہی میں قانونی معلومات
 آپ کے کام آئے تو خدمت نظامت امور مذہبی میں آپ کا علم فقہ و
 تفسیر کام آیا جس کی تحصیل آپ نے اپنی تعلیم کے زمانے میں کی تھی
 اور اس سے بڑھ کر وہ آپ کی موروثی خوبی جو آپ کے خداترس دل کا
 جوہر ذاتی بنی ہوئی تھی۔

سن کچھ اوپر پچاس برس کا ہو چکا ہے انخطاط کے آثار نمودار ہونے
 لگے۔ اس سن میں بالعموم دنیا سے کنارہ کشی اور عقبی کا خیال آنے لگتا ہے۔
 ہر شخص نجیال فردا کارِ خیر میں مصروف ہو جاتا ہے چونکہ آپ کا دل
 تو خداترس تھا ہی نظامت امور مذہبی پر ترقی سے آپ کو مسرت
 روحانی ہوئی تھی۔

فراتے تھے کہ اس خدمت میں دین اور دنیا دونوں ملتے ہیں
 اور یہ موقع غنیمت ہے کہ دنیا کے ساتھ میں اپنے دین کو بھی بنا لوں۔

۲۶۸
 بارہا آپ کا یہ قول رہا کہ اس خدمت کے ہر منٹ کو میں عبادتِ تقویٰ کرتا ہوں۔ حتیٰ الوسع آپ نے اس خدمت کے فرائض کو انتہائی توجہ کے ساتھ انجام دیا۔

اس خدمت کا جائزہ لینے کے تھوڑے ہی عرصے کے بعد آپ نے اہالیانِ دفتہ کے فرائض کی نسبت ایک "ہدایت نامہ" مرتب فرما کر طبع کروایا۔

دفتہ کی انتظام کرنے کے بعد شرعی نقطہ نظر سے امورِ مروجہ مالک محروسہ پر نظر ڈالی۔ غیر مشروع امور کا اسناد فرمایا اور جن امور کی کمی محسوس کی ان کی تکمیل کے لئے تحریک اور بھی فرمائی۔

برخواستِ قص و سرود طوائف و راع اس

بزرگانِ دین کے مزارات پر طوائفوں کا گانا ناچنا جو ہنایت ہی غیر مشروع امر ہے ہرگز گوارا نہیں کیا جاسکتا۔ ایک طرف تو احکامِ شرع کا یہ منشاء اور دوسری طرف رسم و رواج نے اعزاس میں طوائفوں کے گانے بجانے کو اس قدر رائج کر رکھا تھا کہ عرس کا یہ ایک مستقل مدین گیا تھا اور مزارات سے متعلق جاگیر یا انعام میں طوائفین کے معمولات قص و سرود بھی مثل دیگر حقیقی اخراجات کے اسناداً قائم و اجرا ہو گئے تھے۔

آپ نے نہ صرف رقص و سرود کو ناجائز قرار دیکر اس کی موقوفی کے لئے تحریر فرمایا بلکہ سندی مشروط اخذ مت معاشیائے طوائف کے انتزاع کے متعلق یہ رائے دی کہ "رقص و سرود ترک ہونا چاہئے اور معاش فوری ضبط کرنے کے بجائے جو طوائف معاش یاب ہے اسکی زندگی تک جاری رہے بعد ازاں موقوف اور درگاہ کے کسی جائز اور شرعی کام میں صرف کی جانی چاہئے۔" چنانچہ اس خصوص میں فرمان خداوندی شرف صدقہ لانے پر رقص و سرود ممنوع کر دیا گیا۔

برخواست طوائف و زنان حیا سوز از قرب

مساجد وغیرہ

ناظم قوجداری بلده کی حیثیت سے آپ نے برخاست طوائف و زنان حیا سوز از شاہراہ عام کے متعلق فیصلہ فرما کر کوتوال صاحب بلده کے نام احکام اجرا فرمائے تھے اس کی نقل کے ساتھ بحیثیت ناظم امور مذہبی آپ نے "برخواست طوائف پیشہ و عورات فاحشہ از قرب مساجد وغیرہ" کے متعلق ایک کشتی جو نظماۃ امور مذہبی صوبہ و ضلع تعلیقہ کے نام اجرا فرمائی اس کی نقل ذیل میں دی جاتی ہے۔

نقل گشتی حکمہ نظامیہ لک محمد رفیع کلا علی واقع ۲۳ مہر ۱۳۲۵ھ

نشان (۴۱۸)

مقدمہ

برخاست طوائف پیشہ و عورت فاحشہ از قریب جہد

مجاہد سید محمد اکرم اللہ خاں ناظم

بخدمت جمیع ناظم صاحبان امور مذہبی صوبہ و ضلع و تعلقہ

اکثر یہ مسموع اور نیز یہ شکایت بھی پیش ہوئی اور ہونے

ہے کہ تعلقات و اضلاع کے مساجد کے متصل اور قریب کی

عورت فاحشہ رہتے ہیں اور ان کے راگ و فحش کلامی اور

مذانی حرکات سے نہ صرف مصلیوں کی عبادت میں خلل

پیدا ہوتا ہے بلکہ عین بے حرمتی و توہین مساجد کا باعث اور

رفع شکایت مصلیان و اہل اسلام و انسداد توہین و بے حرمتی

مساجد لازمی چنانچہ ازین قبیل شکایت پر بلکہ میں بھی برخاست

طوائف پیشہ و عورت فاحشہ سکونت پذیر متصل و قریب

کا انتظام سرشتہ عدالت فوجداری سے منظور ہو چکا ہے

صیغہ عدالت و کوثر الی و امور عامہ ہو چکا اور مساجد کے قریب سے

موانع برخواست کر دئے گئے حتیٰ کہ عام شاہراہوں پر بھی
 اس فرقہ کے عورات بر ملا نہیں بیٹھ سکتے پس نقل مراسلہ حدائق
 توجہ دہی بلکہ نشان (۶۶، ۲۸) مورخہ ۴۴ اور خورداد ۲۲۲ لکھتے
 اس کے ساتھ منسلک ہے اور توجہ دلائی جاتی ہے کہ جس
 جس موضع یا قصبہ کے مساجد کے متصل یہ عورات سکونت پذیر
 ہوں بپابندی احکام مندرجہ مراسلہ مذکورہ برخواست اور انتظام
 کئے جا کر اس سے اطلاع دی جائے اور نیز بحین دورہ گشتی
 ہذا کی تعمیلی حالت پر توجہ رکھی جائے۔ فقط

شرحہ دستخط

سید محمد اکرم اللہ خاں

ناظم امور مذہبی سرکار عالی

توسیع تعطیل دوازدہم شریعت

عاشقان رسولؐ نے درخواست پیش کی کہ سیلاوا البنی کی تعطیل میں
 اضافہ ہونا چاہئے کمیٹی انتظامی کہ مسجد کی یہ درخواست نہایت واجبہ تھی۔
 دوازدہم شریف کی تعطیل ایک دن کی ہو کر تھی پیغمبر صلعم سے مختص
 تقریب ایک سے زیادہ دن کی تعطیل کی مستحق تھی۔ کارروائی فرمائی۔

اور دودن کی تقییل دوازدہم شریف کی قرار دی گئی۔

قیام مجالس فاتحہ صبحی کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین

مجلس صلوٰۃ کی طرف سے درخواست پیش ہوئی جس میں صحابہ کرام کی سالانہ مجالس فاتحہ کے قیام کی تحریک کرتے ہوئے بجانب سرکار رقی امداد عطا ہونے کی استدعا تھی۔ چنانچہ خلفائے راشدین کی مذکورہ مجالس قائم کی گئیں اور حسب فرمان خسروی فی مجلس ڈہائی سو روپیہ کی اعانت منظور کی گئی۔ علاوہ بریں چار جدید تقییلات کا اضافہ بھی ہوا جس کے محرک مدیر صاحب اخبار صحیفہ ہیں، جیسا کہ انہوں نے اپنی اشاعت مورخہ ۸ مار جمادی الثانی ۱۳۵۷ھ م ۲۳ آبان ۱۳۵۷ھ میں تحت عنوان ”یوم ابو بکر“ تحریر کیا جس میں سے متعلقہ حصہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

”اخبارات ہندوستان و اقالم دیگر اس حقیقت کو مانیں یا نہ مانیں لیکن پائے تخت آصفیہ کے اندر ایک ناچیز اخبار اس تحریک کا بانی ہے کہ فواج خلفائے راشدین علیہم الرضوان کے مواقع پر تقییل سرکاری کی منظوری سے ایک فرض انسانی کی تکمیل ہو جائے گی کیونکہ سارے عالم اسلامی وغیر اسلامی پر ان بادشاہان بے تاج و تخت نے حکومت

عدل و داد کا جو نمونہ پیش کیا اور رعایا سے مختلف المذہب
 و یہودی۔ نصرانی۔ مجوسی۔ بت پرست (دی و ستامن) کو جو جو
 امن چین دکھایا کمزور مظلوم کو قوی و توانا کر دانا طاقتور ظالم کو
 کمزور نکما بنا دیا وہ تاریخ عالم میں عظیم المثال ہے۔ لہذا ان
 مقدس ہستیوں کے ایام وصال اس کا مطالبہ کرتے ہیں کہ
 ان کا احترام قائم کیا جائے۔

بھگواندے یہ تحریک کامیاب ہوئی۔ فواج خلفائے
 راشدین کی تطیل ہی منظور نہیں کی گئی سرکاری اہتمام و انتظام
 سے ان کے اعراس منائے جانے لگے و عظمیٰ کے جلسے
 ہونے لگے ایصال ثواب کی مجلسیں منعقد ہونے لگیں۔“

ترتیب مجلس انتظامی برائے عازمان حج

ہماری سرکار فیض آثار کی طرف سے ہر سال ایک معتبر رقم عازمان
 حج کے لئے منظور ہوتی ہے جس سے آمدورفت کے اخراجات کی سربراہی
 اور دیگر سہولتوں کا انتظام کیا جاتا ہے

آمدورفت کے اخراجات کی پابجائی کا مسئلہ سادہ اور آسان
 ہے اور ٹکٹوں کی اجرائی سے اس کا تصفیہ کر دیا جاتا ہے مگر عازمان حج کے

آرام و آسائش کا مسئلہ ایسا سادہ ہے نہ ایسا آسان بلکہ اہم ہے اور دقتوں سے خالی نہیں۔ یہ وہ مسئلہ ہے کہ اس کے تصفیہ میں ہمدردی اور خیراندیشی کے علاوہ سفر کا تجربہ اور اس کی صعوبتوں کا پورا علم ہونا چاہیے۔ ان امور کے مد نظر نیز اس انتظام کی خاطر کہ ٹکٹ مستحقین کو اجرا ہوا کریں آپ نے عازمان حج کے لئے ایک مجلس انتظامی ترتیب دی اس مجلس کو جامع بنانے کے لیے ایسے اراکین کا انتخاب فرمایا جو اپنے گوناگوں مسلمات اور تجربوں سے اس خصوص میں مشورہ دینے کے اہل اور موزوں ہوں۔

عازمان حج سے متعلق ہر مسئلہ پر پہلے اس مجلس میں بعد غور و فکر تصفیہ کیا جاتا اور دفتر امور مذہبی کے ذریعہ اس تصفیہ کی اجرائی عمل میں لائی جاتی تھی۔

چنانچہ اخبار صحیفہ نے اپنی اشاعت مورخہ، امروزی قعدہ ۱۳۲۶ھ یوم سہ شنبہ میں عازمان حج کی ضروریات کے متعلق ایک مفصل تبصرہ سپرد قلم کرتے ہوئے جو اس مجلس کی طرف اشارہ کیا ہے وہ حالانہ یہاں درج کیا جاتا ہے۔

..... کوئی زمانہ تھا جب کہ مولوی محمد

اکرم اللہ خاں ناظم امور مذہبی سرکار عالی کی خدمت پر مامور تھے

اس وقت صاحب موصوف نے ایک مختصر سی مجلس ترتیب دی تھی تاکہ حازمان حج کے تمام معاملات کا تصفیہ اس مجلس کی رایوں سے عمل میں لایا جائے اور کوئی بات کسی واحد رائے سے طے نہ کی جائے اس مجلس میں جو اصحاب شریک تھے ان میں مدیر صحیفہ بھی تھا.....“

آمالیقی ولیعہد و مصاحب تاجدار

ہمارے مورث اعلیٰ خواجہ عبداللہ خاں عالمگیری سے ہمارے خاندان میں اعزاز بخشی آمالیقی ولیعہدی اور سرفرازی منبت بادشاہی کا سلسلہ شروع ہوا۔

خواجہ عبداللہ خاں این امیر سید محمد طالب (میر عسکر بخارا و نائب السلطنت سمرقند) بن امیر سید محمد ہمدی (صدر الصدور خراسان) سلام اللہ میں بلخ سے وارد ہند ہوئے اور اسد خاں جمدۃ الملک وزیر ہند کے توسط سے حضرت بادشاہ غازی عالمگیر خلد مکان کی پیشگاہ میں شرف باریابی حاصل ہوا۔ اور بزمہ مضبداراں رکاب شاہی شریک کئے جا کر پیشدستی ذوالفقار خاں بہادر نصرت جنگ میمنشی بادشاہی بہ مورچال مہم قلعہ واکٹر متعین کئے گئے۔

جس وقت آفتاب اقبال آصفیٰ سرزمین دکن پر طلوع ہوا
اس وقت خواجہ عبداللہ خاں ناظم پنجسر کار سکا کوکل وغیرہ تھے۔

جنگ مبارز خانی میں خواجہ عبداللہ خاں اپنی نظامت پنجسر کار
کی کل جمعیت و توپ خانے کے ساتھ شریک ہوئے۔ ترتیب نقشہ
جنگ میں خواجہ عبداللہ خاں کا مقام قلب لشکر قرار دیا گیا جہاں حضرت
مغفرت مآب آصفیہ اول بنفس نفیس رونق افروز میدان کارزار تھے
ظاہر اس مقام کی اہمیت نہیں معلوم ہوتی غور کیا جائے تو صاف
ظاہر ہو جاتا ہے کہ یہاں اسی بہادر کی تعیناتی کی جاتی ہے جس کے ذمہ صرف
جنگ کا فتح کرنا ہی نہیں ہوتا بلکہ مالک کی حفاظت کی اہم ذاری بھی اسی پر
عائد ہوتی ہے۔

حفاظت حضرت مغفرت مآب آصفیہ جاہ اول کے ساتھ ساتھ داد
دلادری و جلالت بہادری سے جو کارہائے نمایاں کر کے اپنی وفاداری
و جاہ نثاری کا ثبوت دیا تو پیشگاہ آصف جاہی میں خواجہ عبداللہ خاں
کی قدر و منزلت اور تقرب زیادہ ہو گیا۔ نہ صرف فتح جنگ میں خواجہ
عبداللہ خاں کی شرکت کا اعلان کیا گیا بلکہ خواجہ عبداللہ خاں مورد
تفضلات آصفیہ بھی ہوئے۔ پھر تو سرفرازی پر سرفرازی ہونے لگی اور
خواجہ عبداللہ خاں کا مرتبہ مملکت میں بلند ہوتا چلا جتا کہ خواجہ

عبد اللہ خاں مدارالمہامی کے ممتاز عہدے سے مفتخر و سرفراز ہوئے۔

اسی زمانے میں حضرت مغفرت مآب آصف جاہ اول کو سفر دہلی پیش ہوا اور خواجہ عبد اللہ خاں مدارالمہام وقت کو منزل راجورہ تک ہمراہ رکاب رہنے کا شرف بخشا گیا۔ اور امور مملکت کے متعلق افہام و تفہیم کے بعد نواب ناصر جنگ بہادر کو نیا بتا دکن کی صوبیداری پر اور خواجہ عبد اللہ خاں کو شیشیتا اور ریاست اور نواب ناصر جنگ بہادر کی اتالیقی پر مامور فرمایا۔ احکام اور سند خواجہ عبد اللہ خاں کے تفویض فرمائی۔ خواجہ عبد اللہ خاں کو ازراہ دور اندیشی اتالیقی کی خدمت قبول کرنے سے پس و پیش ہوا اور معروضہ جواب میں یہ قول عرض کیا۔ ۵

شَيْنَانِ عَجِيْبَانِ : اَبْرَدُ مِنَ الْيَسْحِ شَيْخٌ يَتَصَبَّئِي وَصَبِيٌّ يَشْتَشِيحُ

یعنی دو چیزیں دنیا میں بہت عجیب ہیں۔ ایک تو برف سے زیادہ (کسی شے کا) ٹھنڈا ہونا۔ دوسرے وہ بوڑھا جو بچہ بننا چاہے اور وہ بچہ جو بوڑھا بننا چاہے۔ اس پر حضرت مغفرت مآب آصف جاہ اول نے ارشاد فرمایا کہ سچ کہتے ہو مگر وقت نازک ہے اور مصلحت وقت اسی میں ہے کہ دانشمندانہ شرکت سے آپ ریاست کے کام چلائیں۔

مزید پس و پیش اب خلاف آئین اطاعت تھا سر تسلیم خم کیا۔ نواب ناصر جنگ بہادر کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سند معطلہ پیش کی۔

جب تک نواب ناصر جنگ بہادر کی توجہ خواجہ عبد اللہ خاں سے مشورہ لینے کی طرف مائل رہی۔ خواجہ عبد اللہ خاں حاضر خدمت ہوتے اور مشورہ دیتے رہے مگر جب خواجہ عبد اللہ خاں نے نواب ناصر جنگ بہادر کا طرز عمل حرب نشاء حضرت آصف جاہ اول نہ پایا تو کنارہ کشی مناسب معلوم ہوئی اور بندوبست کے بہانہ سے سکاکول چلے گئے پھر وہاں سے بلدہ فرخندہ بنیاد آکر اپنی حویلی میں تا مراحبت حضرت مغفرت آب آصف جاہ اول اقامت گزیر رہے۔

جب حضرت مغفرت آب آصف جاہ اول مظفر و منصور واپس ہوئے تو خواجہ عبد اللہ خاں نے بلدہ فرخندہ بنیاد سے عادل آباد پہنچ کر حضرت آصف جاہ اول کی باریابی خاص کا شرف حاصل کیا۔ خواجہ عبد اللہ خاں کے مال و زمین اور وفادارانہ مسلک عمل پر بارگاہ آصف جاہی سے خوشنودی کا اظہار فرمایا گیا۔ اس سے نہ صرف خواجہ عبد اللہ خاں کے رسوخ اور تقرب میں اضافہ ہوا بلکہ ان اوصاف کی بدولت خواجہ عبد اللہ خاں کی اولاد بھی مورد نوازشات ہونے لگی پیش نظر آصف جاہی رہی۔

چنانچہ خواجہ عبد اللہ خاں کا انتقال ہوا تو ان کے فرزند خواجہ ہدایت اللہ خاں کو جن کی شاخ میں راقم الحروف ہے حضرت

آصف جاہ اول نے حضرت نظام علی خاں بہادر کی مصاحبت کا شرف بخشا۔ یہ مصاحبت کی ابتداء تھی۔

حضرت غفراں آب میر نظام علی خاں بہادر آصف جاہ ثانی نے خواجہ ہدایت اللہ خاں کے فرزند خواجہ اسد اللہ خاں کو حضرت سکندر جاہ بہادر کی مصاحبت سے سرفراز فرمایا۔ اور حضرت معفرت منزل سکندر جاہ بہادر آصف جاہ ثالث نے خواجہ اسد اللہ خاں کے فرزند خواجہ اکرم اللہ خاں کو حضرت ناصر الدولہ بہادر کی مصاحبت سے ممتاز فرمایا اور خواجہ عبداللہ خاں کے تیسرے صاحبزائے خواجہ محمد اللہ خاں کے فرزند خواجہ علی اللہ خاں حیدر الملک حضرت افضل الدولہ بہادر کی تسمیہ خوانی سے آتالیق مقرر ہوئے اور ان کے فرزند خواجہ سعد اللہ خاں الخاطب رفیع الدولہ جو حیدر جنگ بہادر و مظفر جنگ بہادر کے والد تھے حضرت افضل الدولہ بہادر آصف جاہ خامس کے صاحب خاص مقرر ہوئے اور آخر عمر میں صاحب معز کو بزماء ولیعہدی حضرت اقدس اعلیٰ کی آتالیقی کا شرف بھی حاصل ہوا۔

تقریر صدر سے واضح ہے کہ ہمارے خاندان کی ہر پشت کو

مصاحبت بادشاہی یا آتالیقی ولیعہدی کا اعزاز و شرف حاصل ہوتا رہا۔

آپ کو بھی اس اعزاز کے لئے منتخب کئے جانے کا افتخار حاصل ہوا تھا چنانچہ انجند مشیر و مکن نے اپنی اشاعت مورخہ ۱۰ رمضان المبارک ۱۳۳۲ھ

۲۸۰
 م ۵ شہر یوسف ۱۲۲۵ھ میں بعض لوکل حسب ذیل خبر درج کی تھی۔

”پرسوں گنگ کوٹھی مبارک میں تقریب تخت نشینی
 مبارک جو ڈنر ہوا تھا اُس میں حضرت اقدس اعلیٰ نے

حسب ذیل اصحاب کو شہزادگان بلند اقبال (شہزادگان

والا شان بہادر م) کی اتالیقی کا شرف بخشا“

تفصیل میں آپ کا نام بھی درج تھا اس پر آپ نے ایک خانگی
 رقعہ بتلیخ ۱۱ شہر رمضان المبارک ۱۲۳۳ھ ار راءے مرید ہر بہادر صدر المہلم
 صرف خاص مبارک کے نام لکھا جس میں مشیر دکن کی اس خبر کا حوالہ
 دیتے ہوئے اس کے متعلق توثیق اور مزید صراحت چاہی۔

جواب حسب ذیل وصول ہوا۔

کرمی۔ تسلیم

زبانی ارشاد ہوا مگر ابھی احکام باضابطہ اجرا کرنے کا کم نہیں ہوا ہے فقط

شروع خط

مرید ہر

۱۰-۶

آپ کا مکمل شجرہ خاندانی تذکرے میں درج کیا جائے گا مگر امور مندوبہ
 بالا کی سہولت تفہیم کے لیے ذیل میں شجرے کا وہ حصہ درج کیا جاتا ہے جو
 خواجہ عبداللہ خاں سے لیکر آپ تک پہنچتا ہے۔

آبائی سے سر فراز ہوئے



مصاحبت سے سر فراز ہوئے



مصاحبت سے سر فراز ہوئے



آبائی سے سر فراز ہوئے

مصاحبت سے سر فراز ہوئے



آبائی سے مصاحبت سے سر فراز ہوئے

انتخاب آبائی سے سر فراز ہوئے



وفات

آپ کی صحت بہت اچھی تھی اور نہایت ہی تندرست اور توانا تھے بہت کم بیمار ہوئے مزاج حار تھا اور آپ کا معمولی درجہ حرارت سو درجہ تھا بارہا اس کا امتحان کیا گیا ڈاکٹروں نے اس پر استعجاب بھی ظاہر کیا۔ ڈاکٹروں سے آپ فرمایا کرتے تھے کہ ہم اہل الذکر ہیں کہو تو حرارت اور بڑھادیں پارے سے اس کا امتحان کر لینا۔

آخر زمانے میں ایک مرتبہ آپ کے سینہ میں درمخسوس ہو کر تنفس شروع ہوا علاج سے افاقہ ہو گیا مگر سینہ کے در و اور تنفس نے دورہ کی شکل اختیار کر لی۔ تھوڑے تھوڑے عرصہ کے بعد نمودار ہوتا تھا۔

ایک مرتبہ رات کے ۲ بجے دورے کے آثار معلوم ہوئے۔ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اجازت لے کر ڈاکٹر فیاض الدولہ کو لے آیا ڈاکٹر صاحب نے تنفس دیکھ کر آپ سے مزاج کی کیفیت دریافت کی۔ آپ نے انہیں اشارے سے ساکت رہنے کے لیے فرمایا۔ تھوڑی دیر کے بعد لک اکھ یا مبعود کا کلمہ آپ کی زبان پر جاری ہوا۔ اس کے بعد ڈاکٹر صاحب سے فرمایا کہ ہاں اب دریافت کیجئے کیونکہ میں تنفسی دورے کو کبھی بیکار نہیں جانے دیتا ذکر میں مشغول ہو جاتا ہوں۔ کیا معلوم کہ یہ آخری سانسیں

ہوں۔ اب تنفس میں فی الجملہ کمی ہو گئی ہے ذکر ختم کر کے آپ سے مخاطب ہوا ہوں۔

ڈاکٹر صاحب سے کیفیت بیان کی اور جو دوا ڈاکٹر صاحب نے دی نوش فرمائی۔ دروازہ ل اور دورہ ختم ہو گیا۔

۳۳۵ء کے موسم سرما میں بہ سبب شیوع طاعون آپ اڈک میٹ کے مکان میں منتقل ہو گئے تھے روزانہ وہاں سے دفتر تشریف لایا کرتے تھے۔

۱۸۰۰ء رجب الثانی ۱۳۳۵ء روز یکشنبہ کو ذرا دیر سے دفتر جانے کی تیاری شروع کی ایک بجے کا وقت ہو گا کہ ملبوس دفتری زیب تن فرمایا۔ گاڑی دروازہ پر آچکی تھی آپ سوار ہونے والے تھے کہ دردمحس ہوا اور دورے کے آثار نمودار ہونے لگے۔ آپ اسی لباس سے بیٹھ گئے اور ذکر جلی میں مشغول ہو گئے۔ حالت درد میں ظہر کا وقت آ گیا بیٹھے بیٹھے فریضہ ظہر ادا فرمایا اور پھر ذکر جلی میں مشغول ہو گئے۔ ڈاکٹر لانے کے لئے میں بلدہ آیا ہوا تھا۔ منجھلے بھائی آپ کی خدمت میں حاضر تھے وہ کہتے ہیں کہ عصر تک آپ ذکر جلی میں مشغول رہے۔ عصر کی نماز ادا فرمانے کے بعد تنفس میں زیادتی ہونے لگی۔ چونکہ آپ کو اپنے آخری وقت کا احساس ہو چکا تھا اس بناء پر آپ نے مجھ کو پاس بلایا اور فرمانے لگے۔

زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں جو دنیا میں آیا ہے وہ ایک روز

ضرور جائے گا۔“

یہ کہہ کر نبض دیکھنے کے لئے ہاتھ بڑھایا نبض چڑھ چکی تھی ہر چند اس کو اس کے مقام پر دیکھا نہیں ملی اوپر ہاتھ لے جانے کے لئے پس و پیش ہوتا تھا کہ بد شکونی ہوگی خود فرمانے لگے کہ اوپر دیکھو نبض ملے گی جسبیل کیا نبض ملی۔ فرمایا۔

”جانتے ہو موت کسے کہتے ہیں یہ میری سانس جو باہر

آکر اندر جاتی ہے یہ حیات ہے۔ سانس باہر آکر اندر نہ جائے

اس کو موت کہتے ہیں۔ میں پرانے عظام کا غلام ہوں اس

کی لاج انہیں کو ہے۔ عمر تمام ہے۔ تمام عمر کی محنت کا صلہ

آج ہی کے روز ہے۔“

پھر ذکر جلی میں مشغول ہو گئے تھوڑی دیر کے بعد آواز بلند

لا الہ الا اللہ فرمایا اور چپ ہو رہے بھائی اور سب لوگ جو روبرو حاضر

تھے سمجھے کہ شاید ذکر خفی میں مشغول ہو گئے ہوں کہ یکایک بیٹھے بیٹھے

آپ ایک طرف جھکنے لگے۔ یہ خیال کر کے کہ آپ لیٹنا چاہتے ہیں بھائی

اٹھے کہ آپ کو لٹا دیں ہاتھ لگانے پر معلوم ہوا کہ کلمہ تشہد کے ساتھ آپ کی

روح بھی جسدِ معصی سے پرواز کر گئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔



قبر سيد محمد اکرم الله خان

دوسرے دن بروز دوشنبہ ۱۹ ربیع الثانی ۱۳۵۵ھ آپ کا جنازہ مسجد واقع گوشہ محل لایا گیا جہاں نماز پڑھی گئی اور محلہ نام پلی میں حضرت یوسف صاحب قبلہ و حضرت شریف صاحب قبلہ قدس اللہ اسرارہم کی درگاہ کے متصل جو خاندانی مقبرہ واقع ہے اس میں چو کھنڈی کے غروب رویہ چپوترہ پر شمال مغربی گوشہ میں مدفون ہے۔

آپ کے انتقال پر منجانب سرکار عالی ذریعہ جریدہ اعلامیہ جو اظہار افسوس کیا گیا وہ مجنبہ درج ذیل کیا جاتا ہے۔

نقل جریدہ اعلامیہ

مطبوعہ ۲ تیر ۱۳۲۶ھ م ۵۱۵۱۳۵۵ھ

”سرکار عالی کو صاحبزادہ سید محمد اکرم اللہ خاں ناظم امور مذہبی کے انتقال کا افسوس ہے۔ جو قدیم عمائدین سے تھے۔ انہوں نے اعلیٰ خدمت سرکار عالی کے فرائض خوش اسلوبی کے ساتھ انجام دیے جن کی زیر نگرانی سررشتہ مذہبی کا قدم اصلاح ترقی کی جانب اٹھ رہا تھا“

خصائل و خیالات

عادت و اطوار

آپ کا انتقال ہو کر انیس^(۱۹) بیس^(۲۰) برس ہو گئے ہیں۔ بادی النظر میں یہ عرصہ کچھ زیادہ نہیں ہوتا۔ اس لئے عام طور پر یہ خیال کیا جاسکتا ہے کہ آپ کے عادات و اطوار خصال و خیالات میں بہت کچھ جدید روشنی کی جھلک ہوگی۔ اس میں کلام نہیں کہ عربی و فارسی کے علاوہ کچھ انگریزی کی بھی آپ نے تسلیم پائی تھی اور ڈنزوں میں بلوسات انگریزی کا بھی ضرورتاً اتفاق ہوا تھا مگر بایں ہمہ آپ کا حقیقی میلان سابقہ تمدن کی طرف تھا۔

ابتداء میں تحریر ہو چکا ہے کہ آپ کو اپنے وقار اور پوزیشن کا بہت پاس و لحاظ تھا اور کبھی کوئی امر خلاف ادب آپ کو ارا نہیں فرماتے تھے یہی وجہ تھی کہ آپ نہایت غیور اور باتمکین تھے۔ تمکنت سے غرور کا گمان ہوتا تھا مگر دراصل آپ نیک نفس اور باخیر تھے۔ سخی تھے اور صاب بذل و عطا۔ آپ کی سخاوت پُرانے زمانے اور مذاق

کی تھی۔

ہم اوپر لکھ چکے ہیں کہ روزانہ ختم نماز کے بعد شیرینی پر فاتحہ دے کر بچوں میں تقسیم کی جاتی تھی۔

ہر ماہ کے ہر ہفتہ میں دو یوم دوشنبہ و جمعہ گیارہ عرب ختم قرآن کے لئے مقرر تھے جو سویرے آکر کلام پاک کی تلاوت شروع کرتے۔ ختم کے وقت آپ کو اطلاع دی جاتی آپ تشریف لاتے اور مصلے بچھا کر شریک ختم ہوتے۔ بعد ختم شیرینی پر فاتحہ دیکر تقسیم کر دی جاتی کبھی بعد ختم طعام خورانی بھی کی جاتی۔

آپ کے سالانہ کپڑے تیار ہوتے تھے طریقہ یہ ہوتا تھا کہ شب برات میں کپڑوں کے تمام پرانے جوڑے آپ اپنے ملازمین و مستحقین میں تقسیم کر دیتے تھے۔ کپڑوں کے جوڑوں کے علاوہ فی کس ایک عدد شیروانی بھی دی جاتی تھی اور یکم رمضان المبارک سے آپ نئے بلبوسات زیب تن فرمایا کرتے تھے۔

ماہ مبارک رمضان مسلمانوں میں مہتمم بالشان مہینہ ہے۔ روزوں اور عبادت کا جوش ہوتا ہے ہر گھر میں خاص خاص انتظامات کئے جاتے ہیں آپ کے یہاں منجملہ دیگر انتظامات کے ایک خاص بات یہ ہوا کرتی تھی کہ اپنے علاقہ کے تمام روزہ داروں سے

خواہ مرد ہو یا عورت ملازمین ہوں یا اہل خانہ فرداً فرداً استفسار کیا جاتا تھا کہ کھانے میں جو چیز پسند ہو وہ بیان کیجائے اور ہر شخص کی فرمائش باور چھلانے سے پوری کی جاتی تھی یہ گویا روزہ دار کا احترام تھا۔ ایک مرتبہ کا اتفاق ہے کہ رمضان المبارک میں اسی طرح استفسار فرمایا جارہا تھا کہ راقم الحروف کی باری آئی استفسار فرمانے پر گنڈ کے لئے عرض کیا۔ گنڈ ایک قسم کا مدر اسی میٹھا ہے جس کو اہل مدر اس ہی خوب تیار کرتے ہیں۔ چنانچہ ایک مدر اسی خاندان سے یہ میٹھا تیار کر کے شلم تک مہیا کر دیا گیا۔

ملازمین کو ماہانہ تنخواہ اور اناج کے علاوہ ہر فصل میں فصلی میوے دئے جاتے تھے اور موسم سرما میں گرم کُرتے تقسیم کئے جاتے تھے۔ قاعدہ تھا کہ اگر کسی ملازم کی شادی ہو تو اس کو طلائی نہتہ اور ایک جنت نقروی توڑہ دیا جاتا تھا۔ اس کے علاوہ از قسم فرش فروش ظروف چینی و نچت اور سامان روشنی میں سے اس کو جن چیزوں کی ضرورت ہوتی مطلوبہ پراجرا کی جاتی تھیں۔ دیرنیہ ملازمین کے بچوں کی خواہ لڑکے ہوں یا لڑکیاں شادی کے موقع پر نقد سے امداد کی جاتی تھی۔ اگر کوئی ملازم بیمار ہو جاتا تو عیالات کے دوران میں آپ کی طرف سے اس کی دوا اور پرہیز کے اخراجات کی سربراہی کی جاتی تھی۔ جو ملازم بوجہ پرانہ سالی

یا علالت خدمت گزاری سے معذور یا ناکارہ ہو جاتا گھر بٹھا دیا جاتا اور تمام حیات اس کی پرورش کے لئے تنخواہ کا ربع حصہ اور پندرہ سیر چاول مقرر کر دیئے جاتے تھے۔ آپ کے علاقہ کا کوئی ملازم فوت ہو جائے تو اس کی تجہیز و تکفین کے لئے بیس روپیہ مقرر تھے۔

بچپن کے کھیل کود کے ساتھیوں کا آپ نے مدت العمر لحاظ رکھا اور خاص سلوک سے سلوک ہوتے تھے آپ کے ساتھیوں میں یا تو محلہ کے شرفا زادے یا استاد زادے یا آپ کے کوکے تھے۔ ان ساتھیوں میں سے جو کوئی بڑا ہونے کے بعد دنیوی نقطہ نظر سے دولت و ثروت کا لحاظ کرتے ہوئے جس قدر کم رہا اسی قدر آپ کی اعانت اس کے ساتھ زیادہ ہوتی اور مستقل اور مابھاری صورت اختیار کرتی۔

آپ باہر تشریف لے جاتے تو یہ معمول تھا کہ ہمیشہ خدمت گار کے پاس نو یا گیارہ روپیہ کا خوردہ اور چکر رہا کرتا تھا واپسی میں خیرات شروع ہوتی۔ علی الخصوص افضل گنج کی مسجد کے پاس ملازم گاڑی سے اس علم کے ساتھ اتار دیا جاتا تھا کہ ہر ایک فقیر کو ایک ایک دو اتنی دیجائے۔

نامینا اور معذورین کے ساتھ زیادہ رعایت کی جاتی تھی۔ گاڑی آہستہ کر دی جاتی یہاں تک کہ افضل گنج کے دروازہ کے قریب خدمت گار تقسیم ختم کر کے آ جاتا۔

کم و بیش مہینے میں ایک مرتبہ فقرا و مساکین کو دودھ، خشک کھلایا جاتا تھا۔
 طریقہ یہ ہوتا تھا کہ ایک دن قبل فقرا و مساکین کو دودھ، خشک کی دعوت کی
 اطلاع دی جاتی تھی۔ دوسرے دن وقت مقررہ پر وہ کثیر تعداد میں جمع ہو جاتے
 اور قطار در قطار بٹھادیے جاتے تھے۔ ہر ایک کے سامنے مٹی کا ایک ایک
 برتن رکھ دیا جاتا تھا۔ دو ملازم یکے بعد دیگرے خشک اور شکر ملا ہوا دودھ
 لیکر آتے اور ہر ایک برتن میں خشک اور دودھ ڈالتے رہتے یہاں تک
 کہ ہر ایک سیر ہو کر کھا لیتا اور آپ خود ٹہلتے اور دیکھ بھال کرتے رہتے
 تھے۔

درگاہوں میں خیرات کا طریقہ جداگانہ تھا۔ ہر درگاہ کے فقراء آپ کی
 عادت سے واقف ہو گئے تھے۔ جب کبھی آپ کسی درگاہ میں بنفرض زیارت
 حاضر ہوتے تو وہاں کے فقراء کو آپ کے آنے کا علم کرا دیا جاتا وہ جمع
 ہو کر چار حصوں میں تقسیم ہو جاتے اس طرح کہ عورتیں ایک طرف اور بچے
 ایک طرف۔ بوڑھے ایک طرف اور جوان ایک طرف۔

بوڑھوں کو خود خیرات دیا کرتے تھے۔ بچوں کو خیرات دینا راقم الحروف
 کے ذمہ کیا جاتا۔ عورتوں کو متولی صاحب کے ذریعہ خیرات دی جاتی۔ بوڑھوں
 کو اور عورتوں کو فی کس چھ پیسے اور بچوں کو چار پیسے مقرر تھے۔
 جوانوں کا جو گردہ باقی رہ جاتا تھا ان سے استفسار کیا جاتا کہ آیا لوٹ

پسند ہے یا تقسیم۔ چونکہ وہ آپ کے میلان سے واقف تھے اس لئے لوٹ
 کی استدعا کرتے تھے۔ اس پر آپ خود کئی مٹھیاں بھر کر خوردہ پھینک دیتے
 اور لوٹ کے شور و شغف سے محفوظ و مسرور ہوتے تھے۔ بعض اوقات پھول
 کی خیرات کے بجائے فی کس ایک نان اور شکر کی ایک پڑیا دی جاتی تھی۔
 قبل تل اندازی حضرت بابا شرف الدینؒ کی پہاڑی پر بوجہ قلت آب
 مہارت و آب نوشی کی بہت تکلیف تھی۔ ہفتہ میں دو یوم جمعرات اور جمعہ
 زائرین کے آرام و آسائش کے لئے آپ کی جانب سے پانی کی سبیل کا
 انتظام کیا جاتا تھا۔ سابق میں قدیم الایام سے آبدار خانے قائم کرنے کا
 طریقہ رائج تھا اور خاص انتظام کے ساتھ موسم گرما میں عامۃ الناس کی
 سہولت و آب نوشی کے لئے آبدار خانے امراء اور صاحبان ثروت کی طرف
 سے بابجا قائم کئے جاتے تھے۔ چنانچہ آپ کی جانب سے بھی موسم گرما
 میں محلہ کے اطراف تین مقامات پر آبدار خانوں کا انتظام کر دیا جاتا تھا۔ یہ
 آبدار خانے پولیس کے ناکوں پر قائم کئے جاتے تھے۔

نظامت فوجداری اور نظامت امور مذہبی کے زمانے میں بارہا ایسا

اتفاق ہوا کہ درخواست گزار نے سادہ درخواست پیش کی اور حسب ضابطہ جو
 سکٹ چسپاں کرنا چاہئے تھا وہ نہ کیا آپ درخواست گزار کو ایک نظر
 دیکھتے۔ بعض کے متعلق حکم دیا جاتا کہ سکٹ کے ساتھ پیش کی جائے

اور بعض کے متعلق خانگی ملازم کو جو ایک نہ ایک ہمیشہ آپ کے ساتھ رہا کرتا تھا اشارہ فرمادیتے۔ میں اوپر لکھ چکا ہوں کہ جب کبھی آپ سواری میں باہر تشریف لے جاتے تو جو خانگی ملازم آپ کے ہمراہ رہتا اس کے پاس نوٹیا گیارہ روپیے رکھا دئے جاتے تھے چنانچہ اشارہ پانے پر وہ ملازم ان روپیوں سے رسوم عدالت کا تکملہ کر دیتا تھا۔

جب آپ ناظم امور مذہبی ہوئے تو دفتر کو اپنی دیورھی کے قریب اپنے ایک مکان میں منتقل فرمایا اور اکثر اہالیانِ دفتر کی موسمی سیودوں سے تواضع فرماتے تھے۔ اور بعض اوقات کھانے کا بھی انتظام کیا جاتا تھا۔ آپ کے عادات اور اخلاق کے ضمن میں جو عملی مثالیں مسلسل پیش کی گئی ہیں اس سے میرا مقصد نہ تو آپ کی ستائش ہے نہ اس کتاب کی حجم افزونی بلکہ آپ کے بعض عمل موجودہ نقطہ نظر سے ممکن ہے کہ مبنی بہ اصلاح اور بجا متصور ہوں۔ مجھے اس وقت کسی فعل کے حسن و قبح سے کوئی بحث نہیں لکھا اس لئے ہے کہ یہ طریقہ یہاں کے قدیم تمدن کے آخری نظارے ہیں جس کو دنیا بھول چکی۔

آپ کا بچپن اور تعلیم و تربیت کا زمانہ اسی خط و حال کے نظارے اور روشناسی میں گزرا اور انہیں خیالات میں آپ نے نشوونما پائی اور یہی وجہ تھی کہ آپ روئے و معنا قدیم زمانہ سے متعلق رکھتے تھے۔ قدیم ہندوستانی کے

دلدادہ اور قدیم تمدن کے فریقہ تھے۔ آپ کے تذکرے میں آپ کے تمدنی طریقوں کا بھی ذکر لازم ہے۔

ہر زمانے اور ہر ملک میں امرا کا طبقہ مروجہ تمدن کا حقیقی حامل رہا ہے۔ حامل ہی نہیں بلکہ حامی ہوتا ہے۔ اسی طبقہ میں آداب و اخلاق کی نزاکت اور تہذیب و شایستگی کی نفاست زندہ اور رو بہ ترقی رہتی ہے۔ یہ مسلمہ ہے کہ امیروں کی امارت کا انحصار دولت پر ہوتا ہے تو یہ نتیجہ نکل سکتا ہے کہ دراصل تمدن کا حامل متمول طبقہ ہے اگر متمول کے ساتھ معاشرتی معیار اعلیٰ ہے تو امرا اور ایسے متمول طبقہ میں سوائے نام کے اور کچھ فرق نہیں اگر معاشرتی معیار اعلیٰ نہیں ہے تو ایسا متمول طبقہ ہرگز تمدن کا حامل اور حامی نہیں بن سکتا۔

امریکہ کی مثال لیجئے یہاں ڈیوک اور لارڈ بننے اور بنانے کا طریقہ نہیں ہے اور اسی لئے یہاں کوئی ایسا طبقہ نہیں ہے جو امرا کے نام سے موسوم ہو مگر متمول طبقہ فزونی متمول اور علو معاشرت سے وہی کام کر رہا ہے جو دوسرے ملک میں امرا کے طبقہ سے رونما ہوتے ہیں۔

روس کی حالت البتہ جداگانہ ہے کہتے ہیں کہ ذاتی جائدادوں کی موتونی سے انسانی معاشرت اور تمدن میں ایک نیا دور پیدا کیا جا رہا ہے جس سے یکسانیت محض کی توقع ہے مگر بنوہ یا نسل ایک نیا منصوبہ ہے

جوزیر تجربہ ہے اور ابھی پایہ تکمیل کو نہیں پہنچا۔ رائے تو اس وقت قائم کی جاسکتی ہے جبکہ کوئی ایک طریقہ مکمل صورت میں عرصہ دراز تک رو بہ عمل رہا ہو۔

بہر حال امراء کا طبقہ رائج الوقت تمدن کی اعلیٰ درجہ کی نمائندگی کرتا ہے آپ بھی اعلیٰ طبقہ میں پیدا ہوئے اور اسی میں پرورش پائی۔ آپ کے عادات و خیالات کا تعلق بھی اس تمدن کے اعلیٰ پہلو سے ہونا لازمی ہے۔ چنانچہ جو مثالیں ہم نے اوپر تحریر کی ہیں یہ طریقے کم و بیش یہاں کے تمام بڑے گھرانوں میں حسب مراتب رائج تھے۔ مگر اب ہم پر اس تمدن کا ویسا اثر نہیں جیسا کہ خود ان دلدادگان تمدن پر تھا۔ اتنا ضرور محسوس ہوتا ہے کہ یہ بھی ایک ایسے تمدن کے طریقے ہیں جو منظم تھا۔

زمانہ بدلا اور زمانے کے ساتھ خیالات بھی بدلے اور خیالات کی تبدیلی نے اس تمدن کو اجنبی کر دیا۔ اگر غور سے دیکھا جائے تو اصولاً ہمارے خیال میں اور اس تمدن میں کوئی فرق نہیں البتہ علماً اختلاف ہے۔ سخاوت و ہمدردی، غیرت و حمیت وغیرہ وہ اخلاق حسنہ ہیں کہ ہر زمانہ اور ہر تمدن ان اخلاق کے فضائل کا مداح اور ان کے حصول کا شائق رہے گا۔ ہمدردی و سخاوت کا خیال سابقہ تمدن میں بھی تھا اور اب بھی ہے

مگر اس فرق کے ساتھ کہ سابق میں سخاوت و ہمدردی زیادہ تر اشخاص و افراد کے ساتھ کی جاتی تھی اور اب اکثر و بیشتر قوم و جماعت کے ساتھ ہوا کرتی ہے۔ اصول وہی رہا عمل کے طریقے بدل گئے اور جیسے جیسے علم ترقی کرتا جائیگا ویسے ہی ویسے خیالات بدل کر اصول کے عملی طریقے بدلتے جائیں گے۔ طریقوں کی تبدیلی کا ذمہ دار علم ہے نہ کہ کوئی تمدن یا اس کے بنانے والے یا اس کی پابندی کرنے والے۔ تو اس لحاظ سے ہر تمدن ارتقاء تمدن میں ایک کڑی ہے جس کا اظہار بلا لحاظ حسن و قبح ہونا چاہئے کیونکہ ایسے ہی اظہار سے ارتقاء تمدن کا احساس اور تسلسل تمدن کا علم ہوتا ہے۔

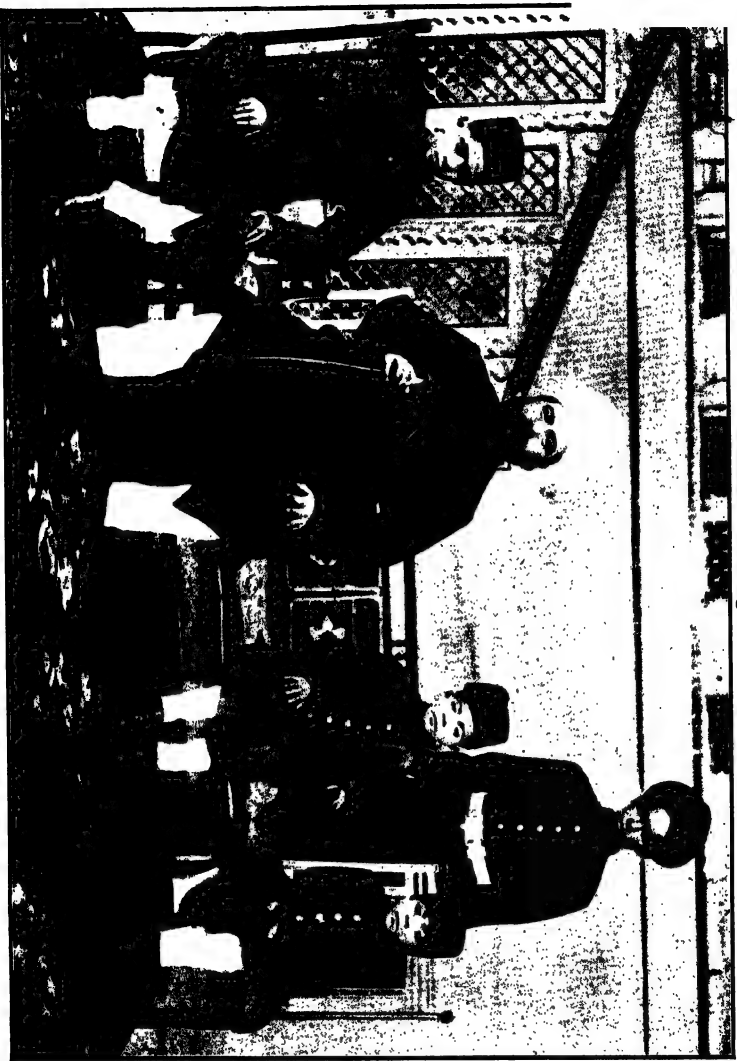
یہ میں نہیں کہتا کہ آپ بے عیب تھے۔ آپ انسان تھے آپ میں عیب و نقائص کا ہونا ضرور تھا مگر آپ میں خوبیاں بھی تھیں اور ان خوبیاں کے باوجود آپ کی زندگی ناکامیوں کی سرگزشت رہی۔ ذی عزت خاندان میں پیدا ہوئے۔ تنہا ہونے سے فرد فرید تھے تربیت پائی اور شائستہ ہوئے تعلیم حاصل کی اور قابل بنے۔

ملک کی اعلیٰ خدمت کے اہل بنانے کے لئے مختار الملک بہادر جیسے وحید العصر کی نگرانی اور رہبری شمال حال تھی۔ بلائے ہمہ توجہ خسرو بخمال سرفرازی الگ مائل۔ قوت تھی اور قابلیت۔ بہت تھی اور اسباب دل افزائی۔ سن تھا اور شوق نام آوری۔ منظر تھا اور ولولہ سعی مسابقت۔ یہ سب

ولولہ خیز دلکش مناظر ترقی موجود تھے مگر قسمت تھی کہ ہمیشہ حائل راہ رہی
کبھی نہ سر کی اور ایک گام بھی نہ بڑھنے دیا۔ تقرر کا مسئلہ ہمیشہ معرض التوائیں
رہا اور ہر التوا خوش آمد مستقبل کا توقع کناں تھا۔ اس طرح قرن پر قرن
گزر گئے اور زمانے کے ساتھ سن بھی بڑھتا گیا۔ دور بدلا۔ نئے دور نے
دستگیری کی۔ خدمت سے سرفرازی ہوئی۔ عمر نے وفانہ کی۔

مگر بوقت آخر جس اطمینان و استقلال کے ساتھ ہماری تفہیم کرتے ہوئے
آپ رخصت ہوئے وہ ایک طرف تو ہمارے لئے زندگی کا رہبر بنا اور ایک
طرف آپ کی شخصیت اور روحانیت کی وسعت کا پتہ دینے والا تھا کہ اسی
ہی عالی نفس اور رضا جوہریاں نہایت ہی سکون اور متانت کے ساتھ
قافی عالم اسباب کی مسلسل مزامتوں سے دو چار ہو سکتی ہیں۔ اور موت جو
دنیا میں مصیبت عظمیٰ تصور کی جاتی ہے وہ ایسی ہی ہستیوں کے لئے دراصل
اختتام آذائش کا پیام اور دنیوی کشاکش سے خلاصی کا پروانہ ہوتی ہے۔

بحیثیت فرزند میرا یہ فریضہ ہے کہ میں آپ کے لئے دعائے مغفرت کروں اور ہمیشہ دست
بدعا ہوں مگر میرا یقین واثق ہے کہ اے میرے باپ کی نیک روح تو اس وقت
فیوض بانی اور انوار الہی سے سرشار اور مخمور ہو کر سرورِ جادو دانی کے لطف اٹھا رہی ہے
اور میری ہر دعائے مغفرت سے مستغنی ہے مجھ کو یہ التجا کرنی چاہئے اور ملتی ہوں کہ جس طرح تو
عالم اسباب میں میری نگرانی کرتی رہی اسی طرح عالم ارواح سے میری نگہبانی کرتی رہنا۔



اولاد

والد مرحوم کا پہلا عقد محمدی بیگم بنت حاجی شیخ منتخب الدین عرف چھوٹے صاحب اولاد حضرت بابا شیخ فریدؒ سے ہوا۔ دوسرا عقد منور بیگم بنت محمد غوث سے ہوا جن کے بطن سے ۲۹۷ھ میں ایک دختر غوث النبیگم اور ۹۷۹ھ ذیحجہ ۲۹۹ھ کو ایک فرزند غوث اللہ خاں تولد ہوئے۔ محمدی بیگم کے بطن سے دو فرزند قادر اللہ خاں ۱۹۷ھ جمادی الاول ۳۱۷ھ کو اور قطب اللہ خاں ۲۲۷ھ رمضان ۳۱۷ھ کو پیدا ہوئے۔

۱۱۷۵ھ قعدہ ۳۵۲ھ کو حاجہ محمدی بیگم نے انتقال کیا اور خاندانی مقبرے کے چبوترے پر شرق رویہ گوشہ میں مدفون ہیں۔ منور بیگم کا انتقال رمضان ۳۵۳ھ میں ہوا۔ یہی اسی چبوترے پر پائین شوہر دفن ہیں۔

غوث اللہ خاں کی دو شادیاں ہوئیں اور ایک خانگی عقد جو عقد سرکاری قاضی پڑھے وہ سرکاری عقد یا محض "عقد" کہلاتا ہے اگر غیر قاضی کسی عقد کو پڑھے تو اس کو "خانگی عقد" کہتے ہیں۔

۳۲۵ھ میں غوث اللہ خاں کی پہلی شادی اکرام النساء بیگم سے ہوئی جو صاحبزادہ میر رحمان علی خاں المخاطب سیف الملک بہادر ثانی نمبر۴

نواب میر بادشاہ بہادر کی دختر تھیں۔ یہ ۳۲۶ھ میں لاؤلف فوت ہوئیں اور خانہ دانی مقبرے کے چبوترے پر دادی ساس کے مزار کے پہلو میں دفن ہوئیں۔ ۳۳۰ھ میں ممتاز النساء بیگم سے خانگی عقد کیا جو محمد وزیر الدین کی دختر اور برکت علی شاہ سجادہ درگاہ حضرت یوسف صاحب شریف صاحب کی حقیقی ہمشیرہ زادی ہیں۔ ان کے بطن سے ایک فرزند انور اللہ خاں ۳۳۲ھ میں پیدا ہوئے۔ ۳۳۴ھ میں دوسری شادی واحد النساء بیگم سے ہوئی۔ یہ صاحبزادہ میر وزیر علی خاں المخاطب آصف یاور الملک بہادر نیرہ نواب مصام الملک بہادر اول کی دختر ہیں۔ ان کے بطن سے دو فرزند حبیب اللہ خاں ۳۳۵ھ میں اور جلیل اللہ خاں ۳۳۸ھ میں تولد ہوئے۔ علاوہ ان کے غوث اللہ خاں کے دو لڑکیاں اور ہوئیں۔ ۳۴۰ھ میں واحد النساء بیگم من بطن البشیم ہوا۔ اور ۳۵۲ھ میں حسینی بیگم من بطن فراست ہوا۔ ۱۲ ذی قعدہ ۳۵۴ھ کو غوث اللہ خاں کا انتقال ہوا۔ یہ اپنی والدہ کے پہلو میں دفن ہیں۔

الحاج قادر اللہ خاں کے دو خانگی عقد ہوئے۔ پہلا ۳۳۸ھ میں مرتضیٰ سے جبکہ بطن سے ایک فرزند نصر اللہ خاں، لہر و بیچہ ۳۴۲ھ کو تولد ہوئے اور دوسرا ۳۵۱ھ میں فاطمہ بی سے جن کے بطن سے ایک دختر قمر النساء بیگم ۳۵۳ھ میں تولد ہوئیں۔ نصر اللہ خاں کی شادی، ام ذبیحہ ۳۴۶ھ



فصر الله خان

قادر الله خان



حفيظ الله خان امير الله خان قطب الله خان خليل الله خان

واحد النساء بیگم بنت خواجہ رحمت اللہ خاں فرزند جہاندار جنگ بہادر سے
 ہوئی جن کے بطن سے ایک دختر حبیب النساء بیگم تولد ہوئیں اور ایام
 شیر خواری میں انتقال کیا۔

قطب اللہ خاں (مؤلف) کی دو شادیاں ہوئیں اور ایک عقدہ۔
 پہلی شادی ۱۰ شعبان ۱۲۲۵ھ کو سردار النساء بیگم عرف ریاست بیگم
 سے ہوئی جو صاحبزادہ میر اسد علی خاں بنیرہ ذاب میر بادشاہ بہادر کی دختر
 تھیں۔ ان کے بطن سے ایک فرزند امیر اللہ خاں ۱۲ ذی الحجہ ۱۲۲۵ھ کو
 تولد ہوئے۔ ۱۲۲۹ھ میں سردار النساء بیگم کا انتقال ہوا۔ یہ بھی خاندانی
 مقبرہ میں چوترہ پر شرق رویہ مدفون ہیں۔ دوسری شادی ۲۴ ذی الحجہ
 ۱۲۳۲ھ کو بہادر النساء بیگم سے ہوئی جو محمد حفیظ الدین خاں النخاطب
 شمس الملک ظفر جنگ بہادر کی دختر ہیں۔ ان کے بطن سے ایک
 دختر عزیز النساء بیگم ۲۵ ذی قعدہ ۱۲۳۳ھ کو تولد ہوئیں۔ بتایا کہ ۱۷
 ربیع الاول ۱۲۳۴ھ میں سر فرازی سے عقد ہوا جن سے تاحال کوئی اولاد
 امیر اللہ خاں کی شادی ۲۹ رجب ۱۲۳۴ھ کو عصمت النساء بیگم
 بنت محمد محمود علی خاں بنیرہ پُردل خاں النخاطب لودھی خاں بہادر سے
 ہوئی جن کے بطن سے تین فرزند حفیظ اللہ خاں، ۱۷ محرم ۱۲۳۹ھ کو۔
 خلیل اللہ خاں ۲۹ شوال ۱۲۳۵ھ کو۔ اور قدرت اللہ خاں ۲۴ رمضان ۱۲۳۵ھ

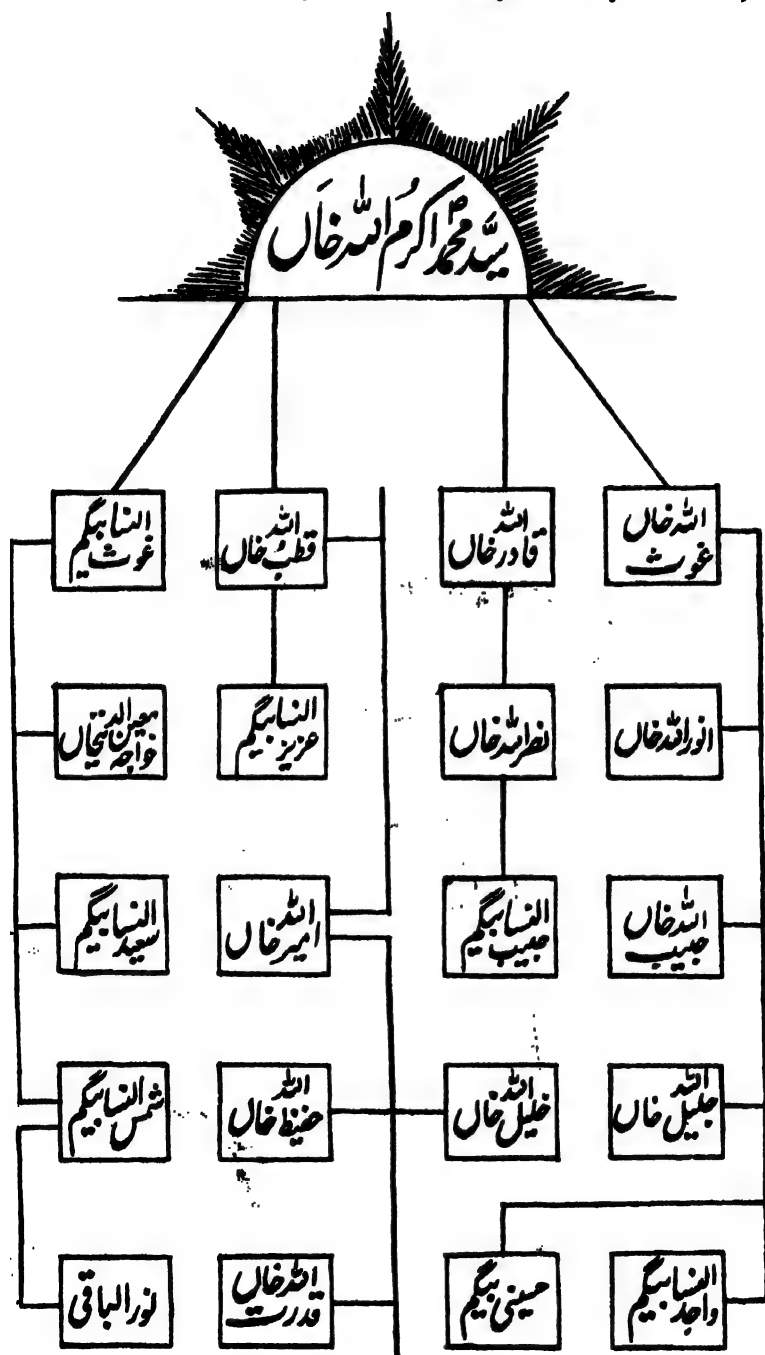
کو پیدا ہوئے۔ آخر الذکر نے عالم شیر خواری میں انتقال کیا۔

عزیز النساء بیگم محمد افتخار الدینیاں فرزند معین الدینیاں المخاطب اعانت جنگ معین الدولہ بہادر امیر پانچگاہ آسمانجاہی سے منسوب ہیں۔
غوث النساء بیگم عرف رشید النساء بیگم دختر صاحبہ انج کی شادی غوث محی الدینیاں نسیرہ داراب جنگ بہادر سے ہوئی ان کے ایک فرزند خواجہ معین الدینیاں اور دو دختر شمس النساء بیگم و سیدہ النساء بیگم ہیں۔ غوث النساء بیگم کا انتقال، ۱۰ جادی الاول ۱۲۵۶ھ کو ہوا۔ حضرت سردار بیگ صاحب کی درگاہ میں شوہر کے پہلو میں دفن ہیں۔

خواجہ معین الدینیاں کی شادی زیب النساء بیگم سے ہوئی جو سردار علیاں فرزند سردار یار جنگ بہادر کی بیٹی اور محمد فیض الدینیاں المخاطب خورشید الملک امام جنگ بہادر کی نواسی تھیں۔ یہ لا ولد فوت ہوئیں شمس النساء بیگم کی شادی سید نور الاحمد فرزند سید نور الاولیا نسیرہ سیدہ نور العلامانی المخاطب قدرت جنگ بہادر سے ہوئی۔ جن کے ایک فرزند نور الباقی شیر خوار ہیں۔ سیدہ النساء بیگم ہنوز ناکتند ہیں۔

حسب صراحت صدر آپ کی اولاد اور اولاد کی اولاد کا شجرہ

۳۰۱
بنظر اختصار و سہولت ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔



تقریظ بر سوانح عمری صاحبزادہ محمد اکرم شاہ خاں مخدوم

از

ہزار کلسنی راجہ راجایان راجہ سرکش پرشاد مہاراجہ بیادین اسلطنہ

کے سی۔ آئی۔ ای۔ جی۔ سی۔ آئی۔ ای

پیشکار و سابق صدر اعظم باب حکومت کلکڑالی

جس قیمتی کتاب کی خوشخبری چند روز ہوئے ہم نے سنی تھی
وہ آج ہمارے سامنے ہے۔ ہمارے شہر کے روشن ستارے صاحبزادہ
قطب اللہ خاں قابل مبارکباد ہیں جنہوں نے اپنے والد مرحوم صاحبزادہ
سید محمد اکرم اللہ خاں کے حالات بچپن سے لیکر آخر عمر تک نہایت
تفصیل کے ساتھ درج کئے ہیں۔

حقیقت یہ ہے مبارک ہیں وہ ہستیاں جو اپنے بزرگوں کی

یاد تازہ کرتی ہیں جن کی شخصیتوں میں خدائے بزرگ و برتر نے حقیقی ہمنوا
 میں شرافت بنی و وجاہت ذاتی کا مادہ و بوعیت کیا تھا۔ اگرچہ
 وہ پاک ہستیاں حرم کا معاوضہ زمانہ صدیوں میں بھی پیدا نہیں کر سکتا
 اور جو کنج لحد میں ہمیشہ کے لئے آرام سے سوتے ہیں بقول نسیم ۷
 کچھ ایسے سوئے ہیں سو نیا لے کہ جاگنا خستہ قسم ہے
 مگر ظاہری و باطنی خوبیاں اور نیکیاں بے تقصیبی کریم النفسی اکھسائی
 وغیرہ یہ صفات روز روشن کی طرح نمایاں ہیں۔

مولف نے اس کتاب کی ابتداء میں اپنے بزرگوں کی خاندانی ہست
 اور علوم ظاہری و باطنی کے ساتھ کشف و کرامات کا ذکر کرتے ہوئے اپنے
 سیادت نسب کو امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے منسوب کیا ہے اور مرحوم کو قاضی
 اعظم یا عالم متبحر یا شیخ کامل یا ماہر کمال یا کسی علمی میدان کا شہسوار یا سیاسی
 امور میں جید العصر قرار دینے کے بجائے ہزار برس کے خاندانی حالات
 منضبط کرنے کی خدمت ادا کرنے اور خاندان کے احیاء کے باعث ہونے
 کی خصوصیت اور مرحوم کے سوانح حیات پر اس کتاب کا انحصار رکھا
 ہے تاکہ بزرگوں کے زندہ جاوید کارناموں کے سد بہار پھولوں کی مہک
 رہتی دنیا مت قائم رہے۔

صاحبزادہ سید محمد اکرم اللہ خاں مرحوم کے حب و نسب کے متعلق

۳۰۴
مرحوم کے فرزند نے یہ وضاحت تحریر کیا ہے اس لئے یہ فقیر اس کے
اعادہ کی ضرورت نہیں سمجھتا۔ البتہ اس فقرے نے ان میں جو خوبیاں
دیکھی ہیں ان کے اظہار کی ضرورت سمجھ کر درج ذیل کرتا ہے۔

آپ اپنی دادی بادشاہ بیگم کے زیر پرورش رہے۔ دادی نے
پوتے کی بڑی محنت اور پیار سے پرورش کی مگر تربیت اور تعلیم کے
معاملہ میں سختی کے ساتھ نگراں رہتی تھیں۔ اٹھارہ برس کے سن میں
آپ فارغ التحصیل ہو چکے تھے۔ مرحوم عربی میں عطاء اللہ صاحب
اور فارسی میں مولوی کریم اللہ صاحب اور انگریزی میں مولوی سید محمد حسینی
کے شاگرد تھے۔

خانہ انی اور تعلیم یافتہ ہونے کے مد نظر سالار جنگ بہادر اولیٰ کی
دور رس نگاہوں نے آپ میں وجاہت خانہ انی کے ساتھ جو ہر ذاتی کو
ملاحظہ کر کے یہ تصفیہ کیا تھا کہ ملک کی ضرورتوں کا لحاظ کرتے ہوئے
اگر خاص طور پر کار آموزی کے ذریعہ ان کی تربیت کی جائے تو ملک اور
مالک کے واسطے مفید اور کار گزار ثابت ہوں گے۔ چنانچہ حسب ایاء
سالار جنگ بہادر تحصیل قانون کی طرف متوجہ ہوئے اور اس کی تکمیل
کے بعد دفتر مالگزاری میں بطور کار آموز متعین کئے گئے۔ ایک سال کی
مدت میں سررشتہ مال کے تفصیلی کاموں سے لیکر معتمدی کے اصولی

کام تک جملہ امور میں ہر طرح معلومات و بصیرت حاصل کر لی۔ چنانچہ
 مہدی علیخان معتمد مالگزاری نے ان کے متعلق بابا ہار رائے جو گزارش
 مختار الملک بہادر مدار الملہام وقت کے ملاحظہ میں پیش کی اس کا
 خلاصہ یہ ہے :-

” صاحبزادہ سید محمد اکرم اللہ خاں بٹہ نواب سیف الملک
 میر بادشاہ جو حب اکرم سرکار عرصہ ایک سال سے اس محکمہ میں لکھنؤ
 اور کارگزار تھے نہایت ہوشیار اور جفاکش ہیں۔ اس عرصہ
 میں صاحبزادہ موصوف نے تمام قوانین سرکار عالی علاقہ مال
 اور دفتری کارروائیوں میں لیاقت اور نیک نامی کے تقاضا
 تجربہ حاصل کیا اور سرکار عظمت مدار کے قوانین مال و عدالت
 سے واقفیت حاصل کی۔ مولوی چراغ علی صاحب مددگار
 بھی صاحبزادہ صاحب کی قابلیت اور جفاکشی کی تصدیق
 کرتے ہیں۔ صاحبزادہ موصوف کی لیاقت علمی قابلیت
 کارگزاری بیدار مغزی پر نظر کرتے ہوئے کار آموزی
 کے صحنہ میں رکھتا ان کی بخیدگی رائے کے منافی ہے۔
 اگر ہمتی محلات مبارک کی خدمت پر ناظم غربی کے سلسلہ میں
 لحاظ اعزاز و قابلیت اول تعلقہ اداری کی تجویز فرمائی جائے

تو یقین ہے کہ اس کو دیانت و لیاقت سے انجام دیں گے۔
اس پر بیٹی مدارالمہامی سے حسب ذیل تجویز صادر ہوئی۔

”صاحبزادہ سید محمد اکرم اللہ خاں کی لیاقت اور

کارگزاری کو ملاحظہ کر کے بہت خوشی ہوئی۔ ایسی خدمت

صاحبزادہ موصوف کے شایان شان نہیں ہے۔ ان کو

اطلاع دی جائے کہ عدالت کے سررشتہ کے کاموں میں

بھی قابلیت پیدا کریں تاکہ فرائض کی انجام دہی میں صاحب

کو کسی دوسرے سے استمداد کی ضرورت نہ رہے۔“

ابھی اس کا عمل نہ ہونے پایا تھا کہ نواب مختار الملک کا انتقال

ہو گیا اور صاحبزادہ موصوف کی تمام امیدوں اور منصوبوں پر پانی

پھر گیا۔ مختار الملک مرحوم کا خیال تھا کہ ان کے واسطے کوئی خدمت

صیغہ عدالت میں جس کا انتظام آخر زمانہ حیات مرحوم میں پیش تھا تجویز

فرماویں مگر اس کی نوبت نہ آئی۔

آں قدح بشکست و آساقی نہ

صاحبزادہ موصوف بوجہ ارتحال مختار الملک دل شکستہ ہو کر غائب

ہو گئے دفتر میں بھی جانا چھوڑ دیا مگر ایک زمانہ کے بعد حضرت غفرلہ

علیہ الرحمۃ کے حضور میں عطاءے خدمت کے لئے درخواست پیش کی

۳۰۰
جو متحدہ صاحب پیشی کے ذریعہ پولیٹیکل دفتر میں آئی۔ جس کے جواب میں
پولیٹیکل دفتر سے منجانب مدارالہام سرکار عالی حکم آیا کہ عندا مخلوئے جائدا
حب لیاقت ان کا تقرر کیا جائے گا۔

جریدہ اعلامیہ سرکار عالی مطبوعہ ۲۶ دے ۱۲۹۹ لکھنؤ، صفحہ ۱۸
میں صاحبزادہ موصوف کے اعزازی تقرر کے متعلق جو حکم شائع ہوا
وہ حسب ذیل ہے۔

”صاحبزادہ سید محمد اکرم اللہ خان نبیہ نواس
سیف الملک مرحوم جو ایک ذی فہم لائق اور قوائین
سرکار عالی و سرکار عظمت مدار سے واقف ہیں بالفعل
عدالت فوجداری بلکہ میں آنریری اسسٹنٹ تقرر کئے جاتے
ہیں ان کو مثل نائبین عدالت فوجداری بلکہ درجہ دوم کے
اختیارات حاصل رہیں گے“

ی
صاحبزادہ موصوف ایک سال سے زیادہ بلا معاش عدالت فوجداری
بلکہ میں بحیثیت آنریری مجسٹریٹ فصل خصوصیات کا کام انجام دیتے رہے
۳۰۲ لکھنؤ میں سلسلہ خصمت مولوی ارادت علی خاں ناظم عدالت
فوجداری بلکہ ایک ماہ (۸) یوم مقصرم ناظم عدالت فوجداری بلکہ رہے۔

۱۳۰۴ھ میں حسب الحکم سرفارالامرا مدارالمہام وقت علی یاوردولہ
 بہادر کے ناگہانی انتقال سے آپ مجلس وضع قوانین کے رکن مقرر ہوئے
 صاحبزادہ موصوف کی شہرت و نیک نامی کا لحاظ کرتے محکمہ عدالت میں
 کوئی بیش مواجب موروں خدمت کی توقع نہ تھی بلکہ آپ کی قانونی اور انتظامی
 قابلیت کے مد نظر محکمہ مال زیادہ موزوں تھا اسی لئے آپ نے ایک معروضہ متضمن ہنگام
 خدمت صوبہ داری پیش کیا خسروی میں گزارنا جس پر پیشی خداوندی سے رائے
 و کیفیت طلب کی گئی۔ اس زمانہ میں محمدی مالگداری کا انتظام ایک مجلس کے سپرد تھا جس کے
 تین لیکن تھے۔ مٹو ٹلاپ مقتدر جنگ اور رائے مراد ہر آپ کے معروضے پر اراکین
 مجلس میں مٹو ٹلاپ نے اول تقلداری دیکھ دوام مواجبی ہزار روپیہ کی رائے دی۔ مقتدر جنگ
 اور رائے مراد ہر نے منصرفانہ ایک سال کیلئے صوبہ داری کی رائے پیش کی عطا خدمت
 کی عرضداشت کو ملاحظہ میں گذر کر عرصہ ہوا اور کوئی فرمان شرف صد وہیں لایا صاحبزادہ
 موصوف کو تشویش تھی۔ اس اثناء میں آصف نواز الملک معتمد خراسان
 مبارک محبوب یا جنگ بہادر اے۔ ڈی۔ سی اور مستحکم جنگ بہادر کے
 ذریعہ حسب ارشاد خسروی حضرت فضل الدولہ مغفرت مکان علیہ الرحمۃ
 کی دامادی کے اعزاز سے آپ متوقع کئے گئے اور یہ بھی اطلاع دی
 گئی کہ تکمیل اعزاز کے ساتھ معین المہامی کی خدمت سے سرفرازی
 اور مادری معاش کی اجرائی کیجائے گی۔ چنانچہ اس کے بعد ہی آپ کے

نذر کے لئے شرف باریابی حاصل ہوا تو کرسی پر بیٹھنے کی اجازت آپ کی
عزت افزائی فرمائی گئی

حضرت غفرال مکان علیہ الرحمۃ نے آپ کو جب اس اعزاز سے
وابستہ اور عہدہ جلیلہ کے وعدہ سے حوصلہ افزائی فرما کے مورد عنایت
خسروی فرمایا تو آپ کی قدر و منزلت اور شہرت خیز نیک نامی کے
چرچے ہونے لگے اور آپ بامید سرفرازی عنایات خسروی کے منتظر
رہے۔ چونکہ آپ کا مذاق طبع آپ کو بیکار نہیں رہنے دیتا تھا لہذا
کوئی نہ کوئی علمی مشغلہ ضرور رہتا تھا۔ کبھی اپنے خاندانی حالات کی تحریر
میں مشغول کبھی خوشنویسی و نقاشی و نقشہ نویسی کی طرف متوجہ کبھی مضمون
نگاری، تقاریر و لکچر وغیرہ میں مہمگم رہتے تھے۔ ۱۳۱۵ھ لکچر گویا آپ کی
تقریروں کا سال تھا۔ پہلی دو تقریریں متعارف مسائل پر مبنی تھیں تیسری
تقریر نہایت طولانی اور نہایت جامع ہے جس کا نام لکچر مفید القوم ہے
جو ایک سو پچیس ضمنی عنوانات پر مبنی ہے اور جو ۱۱۰ صفحوں سے شروع
ہو کر ۲۳۰ صفحوں پر ختم ہوتی ہے۔ اوائل ۱۳۱۶ھ میں منشاء خداوندی
میں تغیر کرایا گیا۔ ہر بڑے شخص کے جہاں دوست اور ہی خواہ ہوتے
ہیں وہاں بدخواہ بھی ہوتے ہیں۔ چنانچہ آپ کے بدخواہ عرصے سے اس
فکر میں لگے ہوئے تھے کہ بے سرو پا افواہیں آپ کے خلاف

ایسی ارٹائی جائیں جو آپ کی بدنامی و رسوائی کا باعث ہوں۔ منشاء خداوندی میں آپ کے خلاف جو تغیر کرایا گیا تھا اس کے حقیقی وجہ سے واقف ہونے پر آپ نے ایک معروضہ ۵ ابرہ ذیحجہ ۱۳۱۵ھ کو پیش کیا جس میں گزرانا جس میں اپنے خانگی حالات کی تفصیل عرض کرتے ہوئے بجائے صرف خاص مبارک کے دیوانی سے معاش کی اجرائی کی استدعا، پیش کی۔ اس معروضے کے پیش ہونے پر فرمان شرف صدور لایا کہ دیوانی میں آپ کے لئے کچھ کیا جائے گا۔ اس فرمان کو بھی صادر ہو کر کم و بیش چار پانچ سال ہو گئے مگر کوئی نتیجہ نہ نکلا۔ افکار کے ساتھ مشکلات بھی رونما ہونے لگے اور ماحول کی چگونگی نے آپ کے خانگی حالات کو نازک کر دیا تھا۔ پھر منشاء خداوندی آپ پر مائل بہ نوادش ہوا اور حصول مقصد کا آفتاب افق امید پر درخشاں ہونے لگا۔ حسبِ حکم آپ کو اطلاع دی گئی کہ منشی لال ارشادات خداوندی کے ساتھ آپ سے ملنے والے ہیں۔ چنانچہ منشی لال آئے اور جو ارشادات خداوندی تھے آپ سے بیان کئے مبارک سلامت کی صدائیں آنے لگیں۔ شادیاں بچنے لگے ابتدائی رسم کشتی مع سوا سو مہر سرخ بہرامی میر لطیف الدین علیخان مخاطب شجاعت جنگ خلف نواب میر منور علیخان منور الدولہ منور الملک (مرشد زادہ حضرت سکندر جاہ

مغفرت منزل علیہ الرحمۃ)۔ میر رحمان علیخاں سیف الملک بہادر خلع
 میر احمد علیخاں کشور جنگ شرف الدولہ فرزند نواب میر فضل علیخاں
 میر بادشاہ (مرشد زادہ حضرت سکندر جاہ مغفرت منزل)۔ میر محمود علیخاں
 ایشام جنگ بہادر خلع میثم الدین علیخاں بمیرہ میر گوہر علیخاں
 مبارز الدولہ مبارز الملک (مرشد زادہ حضرت سکندر جاہ مغفرت منزل)
 خلوت مبارک میں حاضر اور مودبانہ سلام عرض کرانے پر دعا ارشاد ہوئی
 اس کے بعد دیگر رسومات متعلقہ کی تیاری شروع ہوئی۔ ہر قسم کے
 انتظامات ہو رہے تھے یہاں سب کچھ ہو رہا تھا مگر تقدیر تھی کہ درپردہ
 ان سب انتظامات پر سنس رہی تھی اور زبان حال سے کہہ رہی تھی
 کہ شہزادی کی دراصل اس گھر میں شادی ہونے والی نہیں۔ چنانچہ ایسا
 ہی ہوا کہ دفعہ کچھ ایسے اسباب مہیا ہوئے کہ امید منقطع اور حصول
 مقصد کا خیال محال ہو گیا۔

سرفرازی۔ اعزاز خویشی کا مسئلہ ظاہر ایک امر پر مشتمل تھا مگر اس کے
 ساتھ دواہم امور اور وابستہ ہو گئے تھے ایک تو عطاء خدمت کا
 مسئلہ عرصے سے اسی پر منحصر چلا آ رہا تھا۔ دوسرے مادی معاش کی
 کارروائی آپ نے ہوش سنبھالنے کے بعد ہی شروع کی تھی۔ اُس کا
 تصفیہ بھی بالآخر یہی کیا گیا کہ سرفرازی کے ساتھ اس کی بھی اجرائی

کی جائے گی۔ جب خود خیال محال ہو گیا تو مادی معاش کی اجرائی ہمیشہ کے لئے ملتوی نظر آنے لگی۔ ہر طرف سے افکار کا ہجوم تھا۔ منظر زندگی میں تغیر عظیم ہوا بلکہ زندگی بے منظر ہو گئی۔ انسانی قابلیت صرف کامیابیوں ہی سے ظاہر نہیں ہوتی نامساعدت کا بالاستقلال مقابلہ کرنا اور سخت سے سخت وقت میں تحمل اور وقار کو ہاتھ سے جانے نہ دینا اگر ناموری نہیں تو کمال انسانی ضرور ہے۔

جب اعلیٰ حضرت قدس قدرت شاہ دکن آصف سابع خلد اللہ ملکہ نے زمام حکومت اپنے ہاتھ میں لی تو سلطنت آصفیہ میں ایک نیا دور شروع ہوا۔ بادشاہ ذی صولت بیدار مغز معدلت نواز کے سریر آراء سلطنت ہونے کے ساتھ ہی حکومت نے کروٹ لی۔ اس کے تمام کل پُرزے چیت ہو گئے۔ ادھر بارگاہ سلطانی میں باب استجابت واہوا۔ ادھر فریاد یوں اور حاجتمندوں کا ہجوم نظر آنے لگا۔ ہر فریادی اور ہر حاجتمند مراد پالنے لگا۔ آپ نے بھی اپنی سرگزشت تحریر کی اور بارگاہ خداوندی میں معروضہ گزرا نا عطاءے شاہی جوش میں آلی۔ فرمان واجب الاداعان شرف صدور لایا۔ نظامت فوجداری کی خدمت سے سرفرازی ہوئی۔

اور ہر محرم ۱۲۳۱ھ میں ۱۱ بہمن ۱۲۳۱ھ خدمت نظامت اول فوجداری بلکہ کاجائزہ لیا۔ اس خدمت پر آپ کو کام کرتے ہوئے کچھ اوپر ایک سال

ہوا تھا کہ بھراحم خسروانہ معین الہامی امور مذہبی پر فضیلت جنگ بہادر
ناظم امور مذہبی کی ترقی اور نظامت امور مذہبی پر آپ کی ترقی فرمائی گئی۔
اور آپ نے ۱۹۰۲ء خرداد ۲۲ء تک کو اس نظامت کا جائزہ حاصل کیا۔

نظامت فوجداری بلکہ کی انجام دہی میں قانونی معلومات اور نظامت
امور مذہبی میں آپ کا علم فقہ و تفسیر کام آیا جس کی تحصیل آپ نے اپنی
تعلیم کے زمانہ میں کی تھی۔ نظامت امور مذہبی پر ترقی سے آپ کو روحانی
مسترت حاصل ہوتی تھی۔ فرماتے تھے کہ اس خدمت میں دین اور دنیا دونوں
مٹتے ہیں اور یہ موقع غنیمت ہے کہ دنیا کے ساتھ اپنے دین کو بھی بنا لیں۔
دفتری انتظام کرنے کے بعد شرعی نقطہ نظر سے امور مرد و عورت
محدودہ سرکاری پر نظر ڈالی۔ غیر مشروع امور کا انسداد فرمایا۔ برخواست
رقص و سرود و طوائف دراعز اس برخواست طوائف و زنان حیا سوز از رتب
مساجد وغیرہ۔ توسیع تعطیل و اوزدہم شریف۔ قیام مجلس فاتحہ صحابہ کرام۔ ترتیب
مجلس انتظامی برائے عازمان حج وغیرہ انہیں کے زمانہ کی یادگاریں ہیں۔
۱۹۰۲ء ربیع الثانی ۱۲۲۵ھ کو آپ کا انتقال ہوا۔ منجانب سرکاری
آپ کے انتقال پر اظہار افسوس ذریعہ جریدہ اعلامیہ کیا گیا جو منبیل ہے۔
نقل جریدہ اعلامیہ مطبوعہ ۲۰ تیر ۱۲۲۶ء ۱۵ رجب ۱۲۲۵ھ۔
”سرکاری کو صاحبزادہ سید محمد اکرم اللہ خان ناظم امور مذہبی کے

انتقال کا انسوس ہے جو قدیم عائدین سے تھے۔ انہوں نے
اعلیٰ خدمت سرکار عالی کے فرائض خوش اسلوبی کے ساتھ
انجام دیے جن کی زیر نگرانی سررشتہ امور زندہ ہی کا قدم اصلاح
ترقی کی جانب اٹھ رہا تھا۔“

فیقر دعا کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اصا جبر او قلوب الشیخاں کو اپنے والد مرحوم کی
سوانح عمری کا اجر جمیل عطا فرمائے۔

اس کے بعد مولف نے مرحوم کے خصائل و عادات و اطوار کا ذکر
کرتے ہوئے مرحوم کو مشرقی امرا کے تمدن و عادات و خصائل کا نمونہ ظاہر
کیا ہے جس کو میں نے قدر کی نگاہوں سے دیکھا۔

حقیقت میں پچاس ساٹھ برس قبل کے زمانہ کو موجودہ زمانہ کے
طریق معاشرت سے وہی نسبت ہے جو سیچ کو جھوٹ سے ہے جب
ہم اپنے زمانہ کے اُن رنگاں کے طریق عمل کا خیال کرتے ہیں جن کی
شخصیتوں میں خدائے بزرگ نے حقیقی معنوں میں امیرانہ سطوت و
شکوت کے ساتھ اخلاق و سپردی کا مادہ ودیعت کیا تھا تو اُن کے
اقبال مندانہ ایثار و رئیسانہ نیکیوں کا زمانہ ہماری آنکھوں میں پھر جاتا ہے۔
اگرچہ ہمارے ملک دکن کے روشن ستارے بظاہر غروب ہو گئے ہیں مگر
حقیقت میں زندہ جاوید ہیں۔

سرسالار جنگ مرحوم۔ مہاراجہ نرندر مرحوم۔ امیر کبیر منجیلے میاں مرحوم۔
 رشید الدین خاں مرحوم۔ خورشید جاہ مرحوم۔ آسماں جاہ مرحوم۔ اقبال الدولہ
 مرحوم۔ شہاب جنگ مرحوم۔ شمس الملک ظفر جنگ مرحوم۔ بہرام الدولہ
 مرحوم۔ راجہ مرلی منوہر۔ راجہ شیوراج۔ بنی راجہ۔ راؤرنجا۔ ان ہستیوں
 کو دنیا فراموش نہیں کر سکتی اگرچہ یہ پاک ہستیاں جن کا معاوضہ زمانہ
 صدیوں میں بھی پیدا نہیں کر سکتا اور جو کج لحد میں ہمیشہ کے لئے
 آرام سے سوتی ہیں دنیا سے اٹھ گئیں مگر ان کی خوبیاں اور نیکیاں
 خلق و مروت۔ سخاوت۔ شجاعت۔ رحمہلی۔ بے تعصبی۔ نیک نیتی۔
 کریم النفسی۔ آشنا پرستی۔ انکساری۔ آقا پرستی۔ ملک کی خیر خواہی تواضع
 اور فروتنی۔ یہ صفات روز روشن کی طرح نمایاں ہیں۔ وہ پاک ہستیاں
 بظاہر امیر تھیں مگر ان لوگوں نے اپنے کو امیر نہیں سمجھا بلکہ اپنی فروتنی
 سے فقیرانہ زندگی بسر کی۔ اخلاق و آداب ان کی گھٹی میں پڑے تھے
 آشنا پرستی۔ ملک و مالک کی وفاداری ان کا متغہ تھا۔ متوسط درجہ
 کے لوگوں سے بھی وہ اسی طرح ملتے تھے اور خلق و مروت سے اس طرح
 پیش آتے تھے کہ مخلوق کی دعائیں حرز جان ہوتی تھیں اور لطف یہ
 تھا کہ جو کوئی ان سے ملتا تھا وہ یہ سمجھتا تھا کہ اپنے سے زیادہ یہ کسی کو نہیں
 چاہتے۔ اپنے ہم عصر امیر نادوں سے جو ان کے سامنے کے بچے تھے۔

ان سے بھی اُن کے مراتب کی حد تک خلق و ادب سے پیش آتے تھے اور اپنے سے بڑی عمداً والوں کے ساتھ خواہ وہ اپنے سے کم مرتبہ ہی کیوں نہ ہوں کبر سنی کا لحاظ رکھنا اُن کا شیوہ تھا۔

اس موقع پر ایک واقعہ نواب فخر الملک کی زبانی قابل ذکر ہے۔ جبکہ نواب صاحب کس تھے۔ ایک وقت کسی تقریب میں امیر کبیر سے ملاقات کی تو امیر کبیر نے تعظیم دی بعض رفعا نے کہا کہ یہ تو بچے ہیں۔ ان کے لئے اتنی زحمت کی کیا ضرورت تھی تو تبستم ہو کر فرمایا کہ آج کے یہ بچے کل کے بڑے ہونے والے ہیں۔ ہم اگر تعظیم نہ کریں تو ہماری اولاد کیسے تعظیم پائے گی۔

نواب خورشید جاہ مرحوم کے خلق و ادب کا کچھ تذکرہ غالباً بے موقع نہ ہوگا۔ جب میں عمدہ وزارت سے سرفراز ہوا تو نواب صاحب مبارکباد دینے کے لئے تشریف لائے۔ میں نے بھی بازید کی۔ نواب صاحب باوجودیکہ پاؤں میں کچھ تکلیف تھی پیشوائی کے لئے زینے سے اتر آئے۔ میں اپنی بگھی سے جلدیہ کہتا ہوا اتر کر حضرت تکلیف نہ فرمائیں۔ نصف راستہ زینوں کا طے کرنے نہ پائے کہ میں نے عرض کی کہ میں آپ کا غور ہوں حضرت کو میں اپنا بزرگ سمجھتا ہوں۔ کیا میرے جد نے آپ سے نہیں فرمایا کہ آپ کی نظر شفقت

راجہ پر ایسی رہے جیسا نواب ظفر جنگ پر مبذول ہے تبسم ہو کر فرمایا کہ بھئی
اب آپ صرف کس کن کشن پر شاد نہیں ہیں۔ ماشاء اللہ جوان ہو اور وزیرِ اعظم
دکن بھی۔ کیا اس بڑے ہلچلے میں اپنی ہمنسی کرا لوں۔ اور میرا بازو پکڑے
ہوئے ایک صوفے پر جا کر بیٹھ گئے اس موقع پر نواب صاحب نے
حسب دستور دستار و بگوس زیب تن فرمایا تھا مجھے اپنے سیدھے بازو
پر بٹھلایا اور اس شفقت و محبت سے باتیں کیں کہ آج تک اس کے
اثر سے متاثر ہوں۔

بعض ناما قبیلہ اندیش بعض امر کی نسبت سمجھتے تھے کہ سخی نہیں ہیں
مثلاً خورشید جاہ سر آسمان جاہ اور نواب سالار جنگ اول۔ مگر میں کہتا
ہوں کہ اُن امر میں سخاوت کی جو صفت تھی وہ ایسی تھی کہ مصرف نہ تھے
سخاوت بھی ایسی کرتے تھے کہ جس کو دیا نہ ہال کر دیا۔ محتاج کو تو انگریز بنا دیا۔
اس سے زیادہ اون سخاوت کس کو کہتے ہیں۔ ان بزرگواروں کا قول تھا
کہ ہمارا زمانہ ایسا ہے کہ کوئی ہمعصر ٹھوکر کھا کر گرے تو ہم چاہے اس سے
محبت نہ کرتے ہوں لیکن اس کو مدد دینا ہمارا انسانی فرض ہے۔ مگر اُن کے
زمانہ ایسا آئے گا کہ اگر کوئی ٹھوکر کھا کر گرے گا تو اس کو اور ٹھکرائیں گے
اور کہیں گے کہ یہ بہانہ کرتا ہے۔“

یہ قول اُن حضرات کے آبِ در سے لکھنے کے قابل ہیں حقیقت میں

پیشین گوئیاں تھیں جن کا تجربہ آج ہو رہا ہے۔

صاحبزادہ قطب اللہ خاں نے اپنے والد مرحوم صاحبزادہ سید محمد اکرم اللہ خاں کے خصائل و عادات و اطوار کے حالات اُسی زمانہ کو پیش نظر رکھتے ہوئے درج کتاب کئے ہیں۔ مرحوم اسی زمانہ کے رکن رکن تھے اُن میں وہی اوصاف تھے جو اس زمانہ کے امرا میں تھے۔ خلیق۔ بامروت۔ ہمدرد بنی نوع انسان۔ ملک و مالک کے وفادار۔ آشنایں پرست۔ ادب شناس۔ خود دار غرض بہمہ صفت موصوف تھے۔ ۷
خدا بخشے بہت سی خوبیاں تھیں مرنے والے میں۔

فقیر شاہ دغوغندہ

۲۰ جمادی الاول ۱۳۵۶ھ

